یہ ایڈیشن میسرز نرائن دت سہگل اینڈ سنز کی خاص اجازت سے شائع کیا جا رہا ہے۔

چوکھیر والی

مُصنّفہ
رابندر ناتھ ٹیگور

مُترجمہ
یزدانی جالندھری

پبلشرز
رائل ایجوکیشنل بُک ڈپو اُردو بازار دہلی

پرنٹر۔ جناح پریس دہلی

بار سوئم

قیمت

انتساب

سرحد کے نوجوان ادیب اور شاعر

رفیقِ عزیز کنور چونی لال کاوش

کے نام

جن کی مساعی اس کتاب کے ترجمہ میں میرے

شریک حال رہیں

یزدانی

پیرایۂ آغاز

ڈاکٹر رابندرناتھ ٹیگور کا نام اُردو داں حضرات کے لئے محتاجِ تعارف نہیں۔ اُن کے کئی ناول، افسانے اور ڈرامے اُردو میں منتقل ہوکر خراجِ تحسین حاصل کرچکے ہیں یہاں مجھے مصنف کے بجائے اس کی تصنیف سے متعلق کچھ عرض کرنا ہے۔

"چوکھیر والی" ٹیگور کے چند منتخب ناولوں میں سے ہے۔ اُردو میں میں نے ایسے بہت کم ناول دیکھے ہیں۔ جن میں اتنا دلکش پلاٹ، واقعات کا ایسا تسلسل اور فطری کرداروں کی ایسی واضح عکس کشی ہو۔

"چوکھیر والی" میں کُل چھ افراد ہیں ——— دو مرد اور چار عورتیں مرد ——— مہندر اور بہاری۔ دونوں نوجوان ہیں۔ عورتوں میں دو ——— لکشمی اور راج لکشمی عمر رسیدہ ہیں۔ ایک ——— آشا نوجوان ہے اور ایک ونودنی نوجوان ہوتے ہوئے بھی جہاں دیدہ، زمانے کے سرد و گرم سے لذت آشنا ہے۔ انہی چھ افراد کے کرداروں کو مصنف نے اس ناول میں واضح کیا ہے۔ ساتھ ہی اسکی یہ خوبی ہے۔ کہ ایک فرد کا کردار دوسرے فرد کے کردار کے ذریعے واضح کیا گیا ہے۔ مہندر بظاہر ہیرو ہے۔ آشا اسکی بیوی اور لکشمی ماں۔ بہاری اس کا سچا دوست

اُس کا بچپن کا ساتھی ہے۔ اَن پورنا اسکی چچی یعنی لکشمی کی دیورانی ہے چھٹی ہے ——
مایا جس کا بیاہ پہلے مہندر سے طے ہُوا تھا۔ پھر مہندر کے یکایک انکار کر دینے پر لکشمی
نے اپنے ایک بھتیجے سے کر دیا۔ پہلے تینوں افراد کو بظاہر اہمیت دی ہونے پر بھی
مصنف نے غیر محسوس طور پر دوسرے تین افراد کو اہمیت دی ہے۔ آخر تک پڑھنے
پر یہی معلوم ہوتا ہے کہ بہاری مایا اور اَن پورنا کے کردار واضح کرنے کے لئے ہی
پہلے تین کردار تخلیق کئے گئے ہیں۔

مہندر کی طبیعت میں بچپن ہے، وہی بچوں کی سی ضد اور تلون مزاجی۔ اس کی
طبیعت میں استقلال ہے نہ دور اندیشی اس کے خلاف اس کا دوست بہاری پُرسکون
متین، متحمل مزاج اور جذبات و احساسات سے لبریز دل کا مالک ہے۔ مہندر
کے الفاظ میں —— وہ اپنا کام چھوڑ کر دنیا بھر کے کام کرنے والا جاندار ہے
اس کی دور اندیشی دوست پروری اور قوت اور قوت برداشت قابل تعریف ہے
لکشمی بیٹے کی شیدا، بیٹے کی محبت پر فخر کرنے والی اور اسی لئے دوسری عورتوں
سے خشک برتاؤ کرنے والی، سیدھی سادھی لیکن انجام بین ماں ہے۔ اس کے برعکس
اَن پورنا لکشمی کی تلخ گوئی پر بھی رو کر چُپ رہ جانے والی، ریاضت پسند مسکین
طبع اور منکسر المزاج ہے!

آشا شوہر کی محبت میں دیوانی، دنیا کے جوڑ توڑ سے بالکل نا آشنا بھولی بھالی
—— رسم و راہِ محبت سے سراسر ناواقف بچی ہے! وہ خود کو دنیا کے مطلب
کی چیز بنانا چاہتی ہے، وہ کام دکھانا چاہتی ہے۔ لیکن کوئی اس کے کام کو نہیں
پاتا۔ اُسے یہ بھی معلوم نہیں کہ کس طرح کام میں گھسا جاتا ہے —— دنیا میں
کس طرح اپنے لئے جگہ پیدا کی جا سکتی ہے —— !!
مایا کا کردار آشا کے بالکل برعکس ہے۔ وہ گھر کے کام کاج میں ماہر، عقلمند

ہوشیار، خوبیوں کا مجسمہ اور دُور اندیش ہے، بھولا چہرہ، سڈول جوانی، اور دلوں کو موہ لینے والی نگاہ ــــــــ ! ماہر فطرت ٹیگور نے مایا کے کردار کی انتہائی دلکش فطری انداز میں عکس کشی کی ہے۔ وہ بظاہر عیاش اور ہوس پرست لڑکی ہے لیکن اس کے اندر ایک تجابان عورت کھوئی پیاسی ریاضت میں محو ہے۔ وہ عورتوں کے خطری رشک سے مجبور ہو کر اپنے دل کی بھڑکتی ہوئی آگ سے مہندر اور آشا کے راحت و آرام کی دنیا کو خاک سیاہ کر دینا چاہتی ہے۔ اور بہاری جتنا اپنے ضبط اور دُور اندیشی سے ذہنی تکالیف کو برداشت کرتے ہوئے مہندر اور آشا کی بھلائی میں کوشاں رہتا ہے اتنی ہی مایا نئے نئے جال بچھاتی رہتی ہے۔ لیکن ایک دن بہاری سے جی کھول کر گفتگو کرتے ہی مایا. . . . . . معتقد ہو جاتی ہے۔ اور اسکی خواہشات کے مطابق ڈھلنے لگتی ہے۔ مایا کے پُراسرار کردار کی مفصل توضیح کیلئے اتنی جگہ نہیں۔ قارئین اُسکے کردار پر جتنا غور کریں گے۔ اُتنی ہی خوبیاں پائیں گے۔ انہیں محسوس ہوگا کہ اس ناول کی حقیقی ہیروئن مایا ہی ہے۔

ترجمہ میں بعض غیر اہم تفصیلات کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ اُمید ہے قارئین میری اس ناچیز کوشش کی قدر افزائی کریں گے۔

لاہور

یزدانی

یکم فروری ۱۹۴۳ء

(۱)

مایا کی ماں کستوری ایک دن مہندر کی ماں لکشمی کے گھر دھرنا مار کر جا بیٹھی۔ دونوں ایک ہی گاؤں کی لڑکیاں تھیں۔ اور ایک ہی ساتھ کھیل کر بڑی ہوئی تھیں۔

دوسرے دن لکشمی نے مہندر سے کہا —— بیٹا! کسی غریب کی عزت بچانی ہوگی۔ سنا ہے لڑکی بے حد حسین ہے۔ اور میم سے لکھنا پڑھنا بھی سیکھ چکی ہے۔ آج کل کے لڑکوں کو جو پسند ہے لڑکی میں وہ سب باتیں موجود ہیں۔“

”ماں! آجکل کے لڑکے تو میرے سوا اور بھی بہت سے ہیں!“

”مہندر! یہی تو تجھ میں برائی ہے۔ کہ تیرے سامنے شادی کا ذکر کرنا ہی مشکل ہو“

”ماں! شادی کی بات چھوڑ کر بھی دنیا میں باتوں کی کمی نہیں!“

مہندر کے پتا اس کے بچپن میں ہی انتقال کر چکے تھے۔ صرف ماں زندہ تھی اور ماں سے مہندر کا برتاؤ عام لڑکوں ایسا نہ تھا۔ مہندر کی عمر بائیس برس کے لگ بھگ ہوگی ایم۔ اے پاس کر کے اب وہ ڈاکٹری کی تعلیم حاصل کر رہا تھا لیکن اب بھی بچپن کی طرح ماں سے روٹھنا، مچلنا، ضد کرنا نہیں گیا تھا۔

ماں جب مایا کے ساتھ بیاہ کرنے کے لئے ہاتھ دھو کر مہندر کے پیچھے پڑ گئی تو مہندر نے کہا ”اچھا ایک بار لڑکی کو دیکھ آؤں“

لڑکی کو دیکھنے کا جو دن مقرر ہوا تھا۔ اس دن مہندر نے کہا —— لڑکی

دیکھ کر کیا ہوگا ماں ؟ جب میں تجھ کو خوش کرنے کے لئے ہی شادی کر رہا ہوں۔
تو بھلا بُرا سوچنا ہی فضول ہے "
ماں نے اگرچہ مہندر کی باتوں سے ناراضگی کا اندازہ کر لیا تھا۔ تاہم وہ یہ سوچ کر خاموش ہو گئی۔ کہ جب مہندر لڑکی کو دیکھے گا۔ تو ضرور پسند کرے گا یہی سوچکر لکشمی نے بے فکر ہو کر شادی کی حامی بھر دی اور بیاہ کا دن بھی طے پا گیا۔ بیاہ کا دن جتنا نزدیک آنے لگا۔ مہندر کی کیفیت کچھ عجیب ہی ہونے لگی۔ اور آخر کار شادی سے دو چار روز قبل ہی اس نے ماں سے کہہ دیا —— "نہیں ماں! میں شادی نہیں کروں گا"
بہاری مہندر کا بہت ہی گہرا دوست تھا۔ وہ مہندر کو بھیا اور مہندر کی ماں کو ماں کہتا تھا۔ مہندر کی ماں اُسے اپنے بیٹے کا ناقابل برداشت بوجھ اٹھانے والا جانور سمجھتی تھی۔ اور بہاری کے ساتھ اسی قدر ممتا بھی رکھتی تھی۔ مہندر کے انکار پر لکشمی نے بہاری سے کہا —— "بیٹا! یہ کام تمہیں کرنا ہوگا۔ ورنہ اُس بیچاری کی لڑکی . . . . !"
بہاری نے ہاتھ جوڑ کر کہا —— "ماں! یہ کام مجھ سے نہ ہو سکے گا۔ جس مٹھائی کو تمہارا مہندر لذیذ نہ ہونے کے باعث اکثر چھوڑ دیتا ہے۔ وہ مٹھائی تمہارے اصرار پر میں کئی بار کھا چکا ہوں۔ مگر اب شادی کے معاملے میں یہ نہ ہوگا کہ جس لڑکی کو وہ چھوڑ دے اُسے میں قبول کر لوں گا"
لکشمی نے بھی دل میں سوچا کہ بہاری شادی کرنے والا نہیں۔ وہ تو صرف مہندر بھیا کو جانتا ہے۔ بیاہ شادی کی بات تو کبھی اس کے دل میں آتی ہی نہیں۔ یہ سوچکر لکشمی کی ممتا اور بڑھ گئی۔ اور وہ بہاری کو زیادہ چاہنے لگی۔
مایا کا باپ اگرچہ دولتمند نہ تھا۔ پھر بھی اس نے اپنی اکلوتی لڑکی کو ایک شنزدہ میں رکھ کر بڑی محنتوں سے لکھنا پڑھنا اور دستکاری کا کام سکھایا تھا۔ لڑکی کی

عمر روز بروز بڑھتی جا رہی تھی پھر بھی اُسے کوئی خیال نہ تھا۔ آخر کار وہ مر گیا۔ اور اس کی بیوہ کو ایک اچھے بر کی تلاش ہوئی ایک تو روپے پیسے کی کمی اور وہ مرے لڑکی سیانی۔ بھلا ایسی جگہ کون شادی کرے گا؟

لکشمی نے جب دیکھا۔ کہ مہندر بھی شادی نہیں کرتا اور نہ بہاری بھی کسی طرح راضی نہیں ہوتا۔ تو آخر کار اس نے کہہ سنکر اپنے چچیرے بھائی کے لڑکے کے ساتھ مایا کا بیاہ کروا دیا۔

تھوڑے ہی عرصے میں مایا کا خاوند چل بسا اور وہ بیوہ ہو گئی۔ مہندر نے ہنس کر اپنی ماں سے کہا —— "اچھا ہوا جو میں نے بیاہ نہ کیا ورنہ —— میں دنیا میں ایک پل بھی زندہ نہ رہ سکتا۔"

اس بات کو تین برس گزر گئے۔ ایک دن ماں نے کہا "بیٹا! لوگ مجھے ہی برا کہتے ہیں۔"

"کیوں ماں! تم نے کسی کا کیا بگاڑا ہے؟"

لوگ کہتے ہیں کہ میں اس خوف سے تیری شادی نہیں کرتی کہ بہو کے آجانے پر لڑکا غیر ہو جائیگا۔"

"اگر تمہیں یہ ڈر ہے، تو ٹھیک ہی ہے میں اگر ماں ہوتا تو جیتے جی کبھی اپنے لڑکے کی شادی نہ کرتا۔ لوگوں کی باتیں بھلے ہی سن لیتا۔"

ماں نے ہنس کر کہا —— "سنو! ذرا لڑکے کی باتیں تو سنو!"

مہندر نے کہا —— "بہو تو آکر لڑکے کو اپنا ہی بنا لے گی۔ اور اس قدر مصیبتیں اٹھانے والی، اتنی محبت کرنے والی ماں غیر ہو جائے گی۔"

ماں بیٹے کے درمیان ایک غیر آدمی آکر فساد پیدا کر دے گا شاید یہ تمہیں اچھا معلوم ہو۔ مجھے تو اچھا معلوم نہیں ہوتا۔"

لکشمی نے دل ہی دل میں خوش ہو کر دیورانی سے کہا ـــــ "سنو بہو! مہندر کیا کہتا ہے۔ بہو آ کر ماں سے بیٹے کو علیحدہ نہ کر دے' اس ڈر سے یہ بیاہ نہیں کرنا چاہتا ایسی انوکھی بات تم نے کبھی سنی ہے؟"

مہندر کی چچی نے کہا ـــــ "بیٹا! یہ تمہاری ناسمجھی ہے۔ ہر بات وقت ہی پر اچھی معلوم ہوتی ہے۔ اب تمہارے لئے ماں کی گود چھوڑ کر بہو کے ساتھ گھر گرہستی دیکھنے کا وقت آ گیا ہے۔ اس وقت تمہارا چھوٹے بچوں کا سا رویہ دیکھ کر شرم محسوس ہوتی ہے"

یہ بات لکشمی کو اچھی نہ لگی۔ اور جو کچھ اس کی دیورانی نے کہا۔ وہ اگرچہ ٹھیک ہی تھا مگر دل کو لبھانے والا نہ تھا۔ اس نے سمجھا دیورانی حسد کرتی ہے۔ لکشمی نے کہا ـــــ "میرا لڑکا اگر مجھے اور عورتوں کے لڑکوں سے زیادہ چاہتا ہوتا۔ تو تمہیں اتنا کہتے ہوئے شرم محسوس نہ ہوتی"

دیورانی کا نام اَن پورنا تھا۔ اس نے کہا ـــــ "تم نے بیاہ کی بات اٹھائی تو میں نے بھی اتنا کہا۔ نہیں تو مجھے اس بارے میں کچھ کہنے کا کیا حق ہے؟" لکشمی نے کہا ـــــ "میرا لڑکا اگر بیاہ نہیں کرتا۔ تو تمہاری چھاتی کیوں پھٹی جاتی ہے جیسے میں نے آج تک اپنے لڑکے کی دیکھ بھال کی ہے' آئندہ بھی کر لوں گی اس کے لئے مجھے اور کسی کی ضرورت نہیں" اَن پورنا آنسو بہاتی ہوئی چپ چاپ وہاں سے چلی گئی۔ اس سے مہندر کو دل ہی دل میں بڑا دکھ ہوا۔ مہندر اس دن کالج سے جلدی لوٹ آیا۔ اور سیدھا اپنی چچی کے کمرے میں پہنچا۔

مہندر خوب جانتا تھا کہ چچی نے جو کچھ کہا تھا وہ سچائی پر مبنی تھا۔ اسے یہ بھی معلوم تھا۔ کہ چچی کی بہن کی ایک لڑکی ہے اور وہ یتیم ہے۔ چچی کی بڑی خواہش ہے۔ کہ اس لڑکی کے ساتھ مہندر کی شادی ہو جائے تاکہ وہ اس لڑکی کو اپنے پاس آرام کے ساتھ رکھ سکے۔ اگرچہ مہندر کو شادی کرنے کی بالکل خواہش نہ تھی پھر بھی چچی کی

خواہش اُسے بہت اچھی اور بہتر معلوم ہوئی۔

مہندر جب چچی کے کمرے میں پہنچا اس وقت شام ہو چکی تھی۔ اس نے دیکھا کہ چچی پلنگ کے پائے پر سر رکھے زمین پر اداس بیٹھی ہے۔ اور باورچی خانے میں شام کی رسوئی ویسے ہی رکھی ہے۔

مہندر اس قدر حساس تھا کہ معمولی سی بات پر بھی اس کی آنکھوں میں آنسو آجاتے تھے۔ چچی کو اس طرح بیٹھے دیکھ کر اس کی آنکھیں بھر آئیں۔ اس نے قریب پہنچکر عزت اور محبت بھرے لہجہ میں کہا ــــ "چاچی" ان پورنا نے مصنوعی مسکراہٹ ہونٹوں پر لا کر کہا ــ "آؤ بیٹا بیٹھو!" مہندر نے کہا ــــــــ

"بڑی بھوک لگی ہے۔ کھانا کھانے کو جی چاہتا ہے!"

ان پورنا مہندر کا مطلب سمجھ گئی، اس نے بڑی کوشش اور دقت سے اپنے آنسوؤں کو ضبط کر کے آپ بھی کھانا کھایا اور مہندر کو بھی کھلایا۔ اس وقت مہندر کا دل عزت اور محبت کے اتار چڑھاؤ میں تھا۔ یکایک وہ جوش میں آکر کہہ بیٹھا۔ "چاچی! تم نے اس دن اپنی بہن کی لڑکی بات کہی تھی۔ ایکدن مجھے بھی تو دکھاؤ!" بات کر کے مہندر کو بعد میں بڑا ڈر معلوم ہوا۔

ان پورنا نے ہنس کر کہا ــــــ اب شادی کی طرف متوجہ ہوئے ہو گیا؟

مہندر جلدی سے بول اُٹھا ــ "میں اپنے لئے نہیں کہتا چاچی! میں نے بہاری کو راضی کر لیا ہے۔ بس اب تم لڑکی کو دیکھنے کے لئے دن مقرر کر لو!"

ان پورنا نے کہا ــــــــــ "آہا! اس کے ایسے نصیب کہاں! بہاری ایسا بر نصیب ہو سکتا ہے؟"

چچی کے کمرے سے باہر نکلتے ہی دروازے پر ماں اور بیٹے کا ملاپ ہو گیا۔ لکشمی نے پوچھا ــ "کیوں مہندر! ابھی تم لوگوں میں کیا صلاح مشورے ہو رہے تھے؟"

مہندر نے کہا ــــــ "مشورہ تو کچھ بھی نہیں ہوا۔ پان لینے آیا تھا۔"

"تیرے پان تو میرے کمرے میں لگے رکھے ہیں۔"

مہندر کچھ جواب دیئے بغیر چپ چاپ چلا گیا لکشمی نے ان پورنا کے کمرے میں جا کر باہر ہی سے جھانکا۔ رونے سے پھولی ہوئی آنکھیں دیکھ کر لکشمی نے انوکھی باتوں کا اندازہ کر لیا اور جھٹ وہ کہہ اٹھی ــــ "کیوں جی! معلوم ہوتا ہے تم لڑکے سے کچھ لگائی بجھائی کر رہے تھے۔" اتنا کہہ کر لکشمی اپنے سوال کا جواب سنے بغیر وہاں سے چلی گئی۔

۲

لڑکی دیکھنے کی بات مہندر تو بھول گیا، لیکن ان پورنا نہ بھولی۔ اس نے لڑکی کے سرپرست اپنی بہن کے جیٹھ کو ایک چٹھی لکھ بھیجی۔ اور اس میں لڑکی کو دیکھنے کے لئے آنے کا دن بھی لکھ دیا۔ مہندر کی رہائش کلکتے میں تھی۔ اور لڑکی بھی دہی بجے بازار میں رہتی تھی۔

یہ سن کر کہ لڑکی کو دیکھنے کا دن بھی مقرر ہو گیا ہے۔ مہندر نے کہا ــــ چاچی! تم نے اتنی جلدی کیوں کی؟ میں نے تو ابھی بہاری سے اس سلسلے میں بات تک نہیں کی۔"

ان پورنا نے کہا ــــ "یہ کیا مہندر! تو ہی نے تو کہا تھا۔ کہ بہاری شادی پر رضامند ہے۔ اب اگر تم لوگ دیکھنے نہ جاؤ گے تو لوگ کیا کہیں گے......؟"

مہندر نے بہاری کو بلا کر اس سے سب حال بتا کر کہا۔ "چلو تو! اگر لڑکی پسند نہ ہوگی، تو زبردستی تو کوئی تمہارے گلے نہیں لگا۔"

بہاری نے کہا "نہ بھائی! یہ مجھ سے نہ ہوگا۔ چاچی کی بہن کی لڑکی کو دیکھ کر میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ پسند نہیں۔"

"یہ تو اور بھی اچھی بات ہے۔"

"لیکن مہندر بھیا! تم نے یہ بڑی ناانصافی کی ہے۔ اپنا پیچھا چھڑا کر دوسرے کے سر پر بوجھ لاد دینا مناسب نہیں۔ اب انکار کر کے چاچی کو تکلیف دینا میرے لئے از حد مشکل ہے۔"

مہندر نے شرمندہ ہو کر کہا ——— "تو کیا کرنا چاہتے ہو؟"

جب تم نے میری طرف سے ان کو امید دلا دی ہے۔ تو میں یقیناً شادی کروں گا۔ دیکھنے کے لئے جانے کی کوئی ضرورت نہیں۔"

بہاری اَن پورنا کو دیوی کی طرح مانتا اور اسکی پوجا کرتا تھا۔ آخر ان پورنا نے خود بہاری کو بلا کر کہا ——— "بیٹا! ایسا نہیں ہو سکتا۔ پہلے تم لوگ لڑکی کو اچھی طرح دیکھ سن لو میں قسم کھا کر کہتی ہوں۔ کہ اگر لڑکی تمہیں پسند نہ ہوگی۔ میں ہرگز شادی نہ ہونے دوں گی۔"

جس دن جانے کا فیصلہ ہوا تھا۔ اس دن مہندر نے کالج سے آکر ماں سے کہا ——— میرا وہ ریشمی کوٹ اور ڈھاکے والا دھوتی کا جوڑا تو نکال دو۔"

ماں نے پوچھا "کیوں! کہاں جائیگا؟"

"ایک جگہ ضروری کام ہے۔ اِسلئے جلدی ہے واپس لوٹ کر بتا دوں گا۔"

مہندر سے بناؤ سنگار کئے بغیر نہ رہا گیا۔ دوسرے کے لئے ہی لڑکی دیکھنے کا جب موقعہ آیا تو جوانی کے تقاضے سے مہندر کو ذرا بال سنوارنا اور گلے میں ڈالے ہوئے پٹکے پر ایک شیشی عطر چھڑکنا ہی پڑا۔ دونوں دوست لڑکی دیکھنے کے لئے روانہ ہو گئے۔ لڑکی کے چچا وشوا ناتھ پرشاد کھاتے پیتے آدمی تھے۔ انہوں نے اپنے ہاتھ سے ایک اچھی خاصی رقم پیدا کر کے ایک سہ منزلہ مکان اور اس سے ملا ہوا ایک باغ بھی بنا لیا تھا۔ اپنے اڑوس پڑوس کے مکانوں سے وہ مکان عروج اور

اقبال کا ایک نمایاں نشان تھا۔ وشوا ناتھ نے اپنے غریب بھائی کے مرجانے پر بھتیجی کو اپنے گھر رکھ لیا تھا۔ لڑکی کی موسی ان پورنا اُسے اپنے پاس رکھنا چاہتی تھی۔ لیکن وشوا ناتھ نے اسے اپنی اخلاقی ہتک سمجھتے ہوئے اس پر رضامندی کا اظہار نہ کیا۔ وشوا ناتھ اپنی عزت کے معاملے میں اس قدر سخت تھے کہ انہوں نے کبھی لڑکی کو اس کی خالہ کے گھر ملاقات کے لئے نہ جانے دیا۔ جب لڑکی کی عمر شادی کے قابل ہوئی۔ تو وشوا ناتھ کو اس کی شادی کی فکر ہوئی لیکن آجکل کے دنوں میں خدمتِ خلق کا جذبہ بہت کم پایا جاتا ہے۔ بَر ڈھونڈھ کر شادی پر خرچ کرنے کے لئے روپیہ بھی چاہیئے لیکن بیاہ کے خرچ اور بَر کی تلاش کے سلسلے میں وشوا ناتھ کہتے تھے ——

"میری بھی ایک لڑکی ہے میں اکیلے کیا کر سکتا ہوں؟"

اس جھنجھٹ میں بھتیجی کی شادی رکی رہی۔ انہی دنوں مہندر نے بہاری کے ساتھ وشوا ناتھ کے گھر قدم رکھا۔ چیت کے مہینے کے آخری دن تھے سورج غروب ہو رہا تھا۔ وشوا ناتھ کے مکان میں دوسری منزل پر مغربی برآمدے میں سفید پتھر کی ایک گول چوکی پر چاندی کی دو تھالیوں میں مہمانوں کے لئے پھل اور مٹھائی رکھی تھی۔ پاس ہی دو چاندی کے گلاسوں میں برف کا پانی رکھا تھا۔ اور برف کی ٹھنڈک سے نکلتے ہوئے موتیوں کی مانند بخارات ان برتنوں کی خوبصورتی میں اضافہ کر رہے تھے۔ مہندر اور بہاری دونوں آرام سے کھانے پر بیٹھے تھے۔ آس پاس کھڑکیوں سے کبھی کبھی دبی ہوئی ہنسی، دھیرے دھیرے بات چیت کرنے کی کھسر پھسر اور ایک ہلکی سی گہنے کی کھنک سنائی دے جاتی تھی مہمانوں کے کھانے سے فارغ ہو چکنے پر وشوا ناتھ نے اندر کی طرف دیکھ کر کہا —— "چُنّی! ذرا پان تو لے آ۔"

کچھ دیر کے بعد عقب کا دروازہ آہستہ سے کھلا ایک لڑکی نہ جانے کہاں سے

اپنے تمام اعضا میں ساری دنیا کی حیا لپیٹے پاندان ہاتھ میں لئے وشواناتھ کے پاس آکر کھڑی ہوگئی۔ وشواناتھ نے کہا "بیٹی! شرماتی کیوں ہے؟ جاکر ان لوگوں کے سامنے پان رکھ دے۔"

لڑکی نے جھک کر کانپتے ہوئے ہاتھوں سے پاندان مہمانوں کے سامنے رکھ دیا برآمدے کی مغرب کی طرف سے ڈوبتے ہوئے سورج کی سنہری کرن لڑکی کے معصوم چہرے کو منور کر گئی۔ اس وقت مہندر نے لڑکے معصوم بھولے بھالے نورانی چہرے کی طرف اچھی طرح دیکھ لیا۔ لڑکی جب پان رکھ کر واپس جانے لگی۔ تو وشواناتھ نے کہا ——— "چنتی! ذرا ٹھہرو!" اور پھر بہاری سے مخاطب ہو کر کہا ———

"بہاری بابو! یہ میرے چھوٹے بھائی اوماشنکر کی لڑکی ہے۔ وہ تو انتقال کر گئے۔ اب میرے سوا اس کا دنیا میں کوئی نہیں۔" اتنا کہکر انہوں نے سرد آہ بھری۔ مہندر کے دل میں رحم و ہمدردی کا دریا موجزن ہو گیا۔ اس نے اس یتیم لڑکی کو ایک بار پھر بغور دیکھا۔ کوئی بھی اس لڑکی کی عمر کا صحیح اندازہ نہ لگا سکتا تھا۔ کہنے کے لوگ تقریباً بارہ تیرہ برس کی عمر بتاتے تھے ——— لیکن وہ چودہ پندرہ برس سے کم نہ ہو گی۔ لیکن چونکہ وہ دوسرے کے گھر میں پلی تھی اسلئے اس کی بیچارگی نے اس کے جوبن کے ابھار کو ڈھانپ رکھا تھا۔ مہندر نے ہمدردانہ انداز میں کہا ——— "تمہارا نام کیا ہے؟"

ساتھ ہی وشواناتھ بابو نے تائید کرتے ہوئے کہا۔ "ہاں بیٹی! بتا دو تمہارا نام کیا ہے؟"

لڑکی نے حکم برداری کی عادت کے مطابق شرماتے ہوئے کہا "آشالتا"

"آشا" مہندر کو یہ نام بڑا پیارا اور اس کا لہجہ نہایت دلکش معلوم ہوا۔ اس کے دل میں نہ جانے کس نے کہا ——— "یتیم آشا!"

دونوں دوست باہر گاڑی میں آکر بیٹھ گئے۔ گاڑی چل دی۔ مہندر نے کہا "بہاری! تم لڑکی کو ہاتھ سے نہ جانے دینا۔"

بہاری نے اس بات کا کچھ صحیح جواب نہ دے کر کہا۔
"لڑکی دیکھنے میں بالکل اپنی موسی کی طرح حسین ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ویسی ہی گن والی بھی ہو گی"۔
مہندر نے کہا — "تمہارے سر پر میں نے جو بوجھ رکھا تھا۔ وہ تو اب غالباً تمہیں اتنا بوجھل معلوم نہیں ہوتا!"
بہاری نے کہا — نہیں، معلوم ہوتا ہے کہ میں اسے اٹھا سکوں گا"۔
مہندر نے کہا — "مگر اتنا دکھ اٹھانے کا کام کیا ہے؟ تم کہو تو یہ بوجھ تمہارے اوپر نہ رکھ کر میں اپنے ہی اوپر لے لوں، کیا کہتے ہو؟"
بہاری نے سنجیدگی سے مہندر کی طرف دیکھ کر کہا — مہندر بھیا! کیا سچ کہتے ہو؟ اب بھی ٹھیک ٹھیک کہدو۔ تم اگر بیاہ کرو گے تو چاچی بہت خوش ہو گی۔ اور ایسا ہونے پر وہ لڑکی کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اپنے پاس رکھ سکے گی"۔
مہندر نے کہا — "تم پاگل ہو گئے ہو؟ اگر ایسا ہو سکتا تو بہت پہلے کا ہو چکا ہوتا"۔
بہاری اس بات پر کچھ زیادہ اصرار کئے بغیر گھر چلا گیا۔ مہندر بھی گاڑی سے اتر کر سیدھی گلی چھوڑ کر سڑک ہی سڑک پر گھومتا ہوا بہت دیر کے بعد گھر پہنچا۔ مہندر کی ماں اسوقت رسوئی کے کام میں مصروف تھی۔ اور چاچی ابھی تک وشوانا تھ بابو کے گھر سے لوٹ کر نہ آئی تھی۔

مہندر اوپر کی چھت پر جا کر ایک آرام کرسی پر لیٹ رہا۔ کلکتے کی اونچی اونچی عمارتوں کی چوٹیوں پر سے شکل پکش کی پورنماشی کا چاند مستانہ وار رجا رہا تھا۔
ماں نے جا کر جب مہندر کو کھانے پر چلنے کے لئے کہا۔ تو اس نے السائے ہوئے لہجے میں کہا — "اس وقت اُٹھنے کو جی نہیں چاہتا"۔

ماں نے کہا ــــــ "تو یہیں لے آؤں؟"
مہندر نے کہا ــــــ "نہیں میں کھانا کھا چکا ہوں"۔
ماں نے پوچھا ــــــ "کہاں کھانا کھانے گیا تھا؟"
مہندر نے کہا "پھر بتاؤں گا۔ اس وقت طبیعت ٹھیک نہیں"۔
بیٹے کا یہ رویہ ماں کو برا معلوم ہوا اور وہ خاموشی سے جانے لگی۔ اتنے میں مہندر سنبھل گیا اور اس نے اپنے رویہ پر شرمندہ ہوتے ہوئے کہا ــــــ
"ماں کھانا یہیں لے آؤ"۔
ماں نے کہا "بھوک نہ ہو تو ضرورت ہی کیا ہے"۔
اس بات پر ماں اور بیٹے میں کچھ دیر تک لے دے ہوتی رہی آخر مہندر کو کھانے پر بیٹھنا پڑا۔

(۴)

رات کو مہندر اچھی طرح نہ سو سکا۔ علی الصبح ہی وہ بہاری کے گھر گیا اور جا کر کہا ــــــ "بھائی! میں نے کل رات سوچا تو مجھے یہ معلوم ہوا کہ اگر میں چاچی کی بہن کی لڑکی سے بیاہ نہ کروں گا تو چاچی کو بہت برا معلوم ہوگا۔ کیونکہ ان کی یہ بڑی خواہش ہے کہ وہ اس لڑکی کو اپنے گھر میں رکھیں"۔
بہاری نے کہا ــــــ "اس کے لئے تو اس طرح یکایک نئے طریق پر سوچنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ اس میں نئی بات کیا ہوئی۔ وہ تو یہ خواہش اکثر تمہارے سامنے ظاہر کر چکی ہیں"۔
مہندر نے کہا ــــــ "میری رائے میں، اگر میں آشا سے شادی کروں گا تو اچھا نہ ہوگا۔ یہ ایک ناانصافی ہوگی"۔
بہاری نے طنزیہ لہجے میں کہا ــــــ یہ تو اچھی بات ہے تم اگر راضی ہو

تو کوئی بات ہی نہیں۔ لیکن یہ نیک خیال کل ہی تمہیں سوجھتا تو اچھا ہوتا۔"

مہندر نے کہا ——— "اگر ایک دن بعد سوجھی تو اسمیں کونسی ہیبعزتی ہو گئی۔"

ادھر مہندر نے اپنے دل کے گھوڑے کی رگام شادی کی طرف پھیری اور اُدھر شادی میں توقف اس کے لئے نا قابلِ برداشت ہو گیا۔ وہ سوچنے لگا کہ ادھ کی لمبی چوڑی بات چیت ہونے کی بجائے اگر جلدی ہی شادی ہو جائے تو اچھا ہے"

مہندر نے ماں سے جا کر کہا ——— "اچھا ماں! میں تمہارا کہنا نہ ٹالونگا۔ میں شادی کے لئے تیار ہوں۔"

ماں نے یہ سنکر دل ہی دل میں کہا ——— "اب سمجھی کہ اس دن بہو جی اپنی بہن کی لڑکی کو دیکھنے کیوں گئی تھی اور مہندر بھی بن ٹھن کر کیوں باہر گیا تھا"

اس کی بار بار کی درخواست اس کے بیٹے نے ٹال دی اور اَنّ پورنا کا جادو اس پر چل گیا ——— یہ لکشمی کو اچھا نہ معلوم ہوا۔ اس لئے اَنّ پورنا کی خواہش کو پورا نہ کرنے کا مصمم ارادہ کر کے مہندر سے کہا۔ اچھی بات ہے! میں ایک اچھی لڑکی ڈھونڈ دیتی ہوں۔"

مہندر نے آشا کی طرف دھیان دلاتے ہوئے کہا ——— "لڑکی ڈھونڈنے کی کیا ضرورت ہے!"

ماں نے کہا ——— "بیٹا! وہ لڑکی اچھی نہیں۔ میں کہے دیتی ہوں کہ میں اس کے ساتھ تیری شادی نہ کروں گی!"

مہندر نے پر زور انداز میں کہا ——— "کیوں ماں! لڑکی تو بری نہیں۔"

لکشمی نے چڑ کر کہا ——— "اس کے تینوں گنوں میں تو کوئی ہے نہیں اس کے ساتھ شادی کرنے کا مجھے کیا سکھ ہو گا۔"

مہندر نے کہا ——— "خاندان کا سکھ نہ ہونے پر بھی مجھے دکھ نہ ہوگا۔

اس کے علاوہ ماں! مجھے وہ لڑکی بے حد پسند ہے۔"

لڑکے کی ضد دیکھ کر لکشمی کا دل اس رشتہ کے اور بھی خلاف ہو گیا۔ اس نے اَن پورنا سے جا کر کہا ـــــ "ایک بدقسمت یتیم لڑکی کے ساتھ میرے اکلوتے بیٹے کی شادی کرا کے تم اسے مجھ سے علیحدہ کرنا چاہتی ہو، اتنی بڑی شیطانی!"

اَن پورنا نے رو کر کہا ـــــ "مہندر کے ساتھ بیاہ کی تو کوئی بات نہیں ہوئی۔ مجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ اس نے تمہیں اپنی مرضی سے کیا کہا ہے۔"

مگر لکشمی کو اس پر قطعاً اعتبار نہ آیا۔ اَن پورنا نے بہاری کو بلوایا اور آنکھوں میں آنسو بھر کر کہا ـــــ "تمہارے ساتھ ہی جب سب کچھ طے پا یا تھا تو پھر یہ گڑبڑ کیوں مچادی؟ تمہیں ہی اس لڑکی کے ساتھ بیاہ کرنا ہو گا۔ اگر تم حامی نہ بھرو گے تو مجھے شرمندگی ہو گی۔ لڑکی بڑی اچھی اور تمہارے لائق ہے۔"

بہاری نے کہا ـــــ "چاچی! جب تمہاری یہی مرضی ہے۔ تو پھر مجھے کیا انکار ہو سکتا ہے۔"

اس کے بعد بہاری نے لکشمی سے جا کر کہا ـــــ "ماں! چاچی کی بہن کی لڑکی کے ساتھ میری شادی طے پا چکی ہے۔ پھر میں کوئی آدمی یا قریبی رشتہ دار نہ ہونے کی وجہ سے شرم کو بالائے طاق رکھ کر مجھے خود آپ ہی سے اپنے رشتے کا ذکر کرنا پڑا اور اس ڈھٹائی کی معافی چاہتا ہوں۔"

لکشمی نے حیرت سے کہا ـــــ "تم کیا کہہ رہے ہو بہاری؟ مجھے یہ سن کر بڑی خوشی ہوئی ہے لڑکی سچ مچ لکشمی اور تمہارے قابل ہے۔ اس لڑکی کو کسی طرح ہاتھ سے نہ جانے دینا۔"

بہاری نے کہا ـــــ "ہاتھ سے کیسے جانے دوں گا؟ مہندر بھیا نے خود دیکھ کر اس کے ساتھ میرا رشتہ طے کیا ہے۔"

اس طرح کی رکاوٹوں کو دیکھ کر مہندرا اور بھی جوش میں آ گیا اور اپنی ماں اور چچی سے ناراض ہو کر بورڈنگ ہاؤس میں جا کر رہنے لگا۔

لکشمی روتی ہوئی اَن پورنا کے پاس پہنچی اور بولی —— "بہو! معلوم ہوتا ہے لڑکا اداس ہو کر گھر سے چلا گیا ہے۔ اسے اب تم ہی منا سکتی ہو۔"

اَن پورنا نے کہا —— "ذرا صبر کرو۔ دو چار روز میں اس کا غصہ اُتر جائے گا"

لکشمی نے کہا —— "تم اسے نہیں جانتیں، وہ جسے چاہتا ہے اس چیز کے نہ ملنے پر جو چاہے سو کر سکتا ہے۔ تمہاری بہن کی لڑکی کے ساتھ جس طرح ہوا اسی طرح اس کا —— !"

"بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ بہاری کے ساتھ شادی ہونے کی بات تقریباً پختہ ہو گئی ہے۔"

"پکی بات کو کچی کرنے میں کتنی دیر لگے گی۔ تم سب کچھ کر سکتی ہو۔"

لکشمی نے اسی وقت بہاری کو بلا کر کہا —— "بیٹا! وہ لڑکی تمہارے قابل نہیں اسے چھوڑ دو، میں اور اچھی لڑکی ڈھونڈ دوں گی۔"

بہاری نے کہا —— "نہیں ماں! یہ نہ ہوگا سب معاملہ طے پا چکا ہے"

آخر لکشمی نے اَن پورنا سے کہا —— "بہو تمہیں میرے سر کی قسم تمہارے پاؤں پڑتی ہوں تم اگر بہاری سے کہہ دو گی تو سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

اَن پورنا نے مجبور ہو کر بہاری کو تخلیے میں بلا کر کہا —— "بہاری! تمہیں کس منہ سے کہوں کہ تم اس لڑکی سے شادی نہ کرو۔ مگر اب تم ہی بتاؤ میں کیا کروں؟ آشا کی شادی اگر تم سے ہوتی تو مجھے از حد خوشی تھی۔ لیکن تم تو سب حالات سے بخوبی واقف ہو۔"

بہاری نے کہا —— "میں سمجھ گیا —— اچھا چچی! جیسا کہو گی ویسا ہو گا۔

مگر ساتھ ہی میری یہ برار تھا ہے کہ اب تم کبھی مجھ سے شادی کرنے کیلئے نہ کہنا" یہ کہکر بہاری چلا گیا۔ آن پورنا کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے لیکن اس نے مہندر کے غم کو خوشی میں بدلتے دیکھکر اپنے آنسو پونچھ ڈالے اس نے یہ سمجھ کر صبر کرنے کی کوشش کی کہ جو ہوا اچھا ہوا۔

اسی طرح لکشمی، آن پورنا اور مہندر کے درمیان چپ چاپ طعن و تشنیع ہوتے ہوتے بیاہ کا دن آ گیا۔ خوب روشنی ہوئی۔ رسیلی شہنائیاں بجنے لگیں اور مٹھائیوں کی کوئی کمی نہ رہی۔

آشا نے اپنے نازک جسم اور بھولے بھالے معصوم چمکتے ہوئے چہرے سے اپنے نئے گھر میں قدم رکھا ——— وہ نہیں جانتی تھی کہ اس کے اس نئے باغ میں کوئی کانٹا ایسا بھی ہے جو اس کے نازک دل کو چھید سکتا ہے اس کے نازک دل نے ان طرف دھیان ہی نہ دیا بلکہ اپنی ماں کی طرح محبت کرنے والی خالہ کے گھر میں رہنے کی خوشی سے اس کے تمام دکھ اور خوف و وہم دور ہو گئے بیاہ کے بعد لکشمی نے مہندر کو بلا کر کہا ——— "میں چاہتی ہوں کہ بہو کچھ دنوں کے لئے اپنے چچا کے گھر بھیجدی جائے"۔

"کیوں کس لئے؟"

"ابھی تمہارے امتحان کے دن ہیں۔ پڑھنے لکھنے میں ہرج ہو گا"۔

"کیا میں بچہ ہوں، اپنی بھلائی نہیں سوچ سکتا"

"ماں نے دبی زبان میں کہا ——— دن ہی کتنے ہیں۔ بس ایک سال کی تو بات ہے"۔

مہندر نے قدرے سخت لہجے میں کہا ——— "بہو کے اگر ماں باپ ہوتے تو ان کے پاس بھیجنے میں مجھے کوئی انکار نہ ہوتا۔ مگر میں اسے اس کے چچا کے گھر

نہیں رکھنا چاہتا۔"

لکشمی نے دل ہی دل میں کہا۔۔۔ "واہ! ابھی سے یہ حال ہے! ...
سب کچھ ہے، میں کچھ بھی نہیں۔ کل شادی ہوئی ہے اور آج ہی اس کے ...
اس کے لیئے اتنا درد ہونے لگا۔ میرا بھی تو ایک دن بیاہ ہوا تھا مگر ...
وقت تو دنیا میں ایسی ڈھٹائی اور بے حیائی نہ تھی۔"

مہندر نے زور دے کر کہا:۔۔۔ "ماں! فکر نہ کرو۔ امتحان میں کو...
ہرج نہ ہوگا۔"

۴

لکشمی نے بیکایک بڑے شوق سے اپنی بہو کو گھر گرہستی کا کام سکھانا شروع ...
کیا۔ آشا کا تمام دن بھنڈار خانہ اور رسوئی ہی میں گزر جاتا تھا۔ اور رات ...
وقت لکشمی اُسے اپنے پاس ہی سُلا لیتی تھی۔ اور اس طرح اس کے رشتہ دار...
سے جدائی کے غم کو کم کر دیتی تھی۔

اَن پورنا نے خوب سوچ بچار کر آشا سے دُور رہنا ہی بہتر سمجھا۔ جیسے کو...
بے پرواہ باپ گنے کا رس خوب چٹخارے لے لیکر پیئے اور اس کا لالچی بیٹا جی ...
ضبط کرتے کرتے پریشان ہو جائے ٹھیک یہی حالت مہندر کی تھی۔ اس ...
کی آنکھوں کے سامنے ہی نوجوان، نئی نویلی دلہن کی ساری دلکشی، سار...
رس گھر کے کام کاج کی چکی میں پس پس کر مٹی میں مل رہا تھا۔ بھلا مہندر ...
اسے کیونکر برداشت کر سکتا تھا؟ اس نے اَن پورنا سے جا کر کہا۔۔۔ "چچی ...
اماں جس طرح بہو سے کام کراتی ہے۔ اُسے دیکھ کر مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس ...
کی صحت بہت جلد خراب ہو جائیگی۔ مجھ سے تو یہ نہیں دیکھا جاتا۔"

یہ جانتے ہوئے بھی کہ لکشمی بہو پر بہت زیادتی کر رہی ہے۔ اَن پورنا نے کہا ...

—— "کیوں مہندر! بہو کو اگر گھر کا کام کاج سکھایا جاتا ہے تو کیا برا ہے؟ کام کاج کرنے سے کہیں طبیعت خراب ہوتی ہے؟ آجکل کی بہوؤں کی طرح صرف ناول پڑھنا کشیدہ کاڑھنا اور میم صاحب بن کر رہنا کیا اچھی بات ہے؟"

مہندر نے تمکنت سے کہا —— "آجکل کی لڑکیاں تو ایسی ہی ہونگی چاہے انہیں اچھا سمجھا جائے یا برا۔ میری بیوی اگر میری ہی طرح ناول پڑھ کر اس سے لطف اندوز ہو سکے، تو اس میں ہنسی یا غصے کی کیا بات ہے؟"

ان پورنا کے کمرے میں بیٹے کی آواز سن کر لکشمی سب کام چھوڑ کر دوڑی آئی آتے ہی اس نے غصے میں کہا —— "تم دونوں میں کیا شور ہو رہے ہیں؟"

مہندر نے بھی جوش میں آکر کہا —— "شور اور کچھ نہیں ہو رہے، فقط میں بہو کو گھر کے کام کاج میں خادمہ کی طرح لگائے رکھنا نہیں چاہتا۔"

ماں نے اپنے بڑھتے ہوئے غصہ کو روکتے ہوئے بڑی نرمی سے کہا "تو پھر وہ کیا کریگی؟"

مہندر نے کہا —— "میں اسے لکھنا پڑھنا سکھاؤں گا۔"

لکشمی کچھ نہ بولی، تیزی سے وہاں سے چلی گئی۔ اور گھڑی بھر بعد اپنی بہو کا ہاتھ پکڑے مہندر کے پاس آئی اور بولی —— "یہ لو اپنی بیوی کو لکھنا پڑھنا سکھاؤ۔"

اتنا کہہ کر ان پورنا کے پاس گئی اور ہاتھ جوڑ کر کہنے لگی —— "بہو! مجھے معاف کرو۔ میں تمہاری لڑکی کی قدر و عزت نہ سمجھ سکی تھی۔ میں نے اس کے نازک ہاتھوں پر جو ہلدی کا داغ لگایا ہے۔ تم اسے دھو پونچھ کر صاف کر کے میم صاحبہ بنا کر مہندر کے حوالے کر دو۔ تاکہ وہ پیر پر پیر رکھ کر لکھنا پڑھنا سکھاتا رہے۔ نوکرانی کا کام میں خود کر لوں گی۔"

ان پورنا شرم اور بے عزتی کے مارے زمین پر بیٹھ گئی۔ آشا اس گھر چھوڑ کر

کا مطلب نہ سمجھ سکی، اور وہ شرم، دکھ اور خوف کی وجہ سے غمگین نظر آنے لگی۔

مہندر نے چڑکر دل ہی دل میں کہا ——— "بس اب میں اپنی بیوی کی دیکھ بھال خود ہی کروں گا۔ ورنہ بے انصافی ہوگی"۔

جہاں خواہش کے ساتھ فرض شناسی مِل جاتی ہے، وہاں آگ اور ہوا کا ملاپ ہوجاتا ہے۔ کالج، امتحانات، دوستی، سوسائٹی کا لحاظ اور رواؤ وغیرہ یہ سب باتیں نہ جانے کہاں چلی گئیں؟ بیوی کی تربیت ہی مہندر کا نصب العین ہوگیا۔ کام کاج اور لوگوں کے طعن وتشنیع سے اس نے آنکھیں پھیرلیں۔

مغرور لکشمی نے اپنے دل میں کہا ——— "مہندر اگر بہو کو لیکر میرے دروازے پر دستک دیگا۔ تو بھی میں اس کی طرف نہ دیکھوں گی۔ بھلا دیکھوں تو وہ اپنی ماں کو چھوڑ کر اپنی بیوی کے ساتھ کیسے رہتا ہے"۔

دن گذر گیا، رات گذر گئی، دوسرا دن آیا، لیکن لکشمی کو کسی بھی معذرت چاہنے والے کے پاؤں کی آہٹ سنائی نہ دی۔

لکشمی نے عہد کیا ——— "اگر معافی مانگنے آئیگا۔ تو اُسے یقیناً معاف کردونگی اور اگر آج نہ آیا تو بہت تنگ کرونگی"۔

بارہ بج گئے مگر کمرے میں کوئی نہ آیا۔ لکشمی نے سوچا۔ میں خود اس کے کمرے میں جاکر اُسے معاف کر آؤنگی۔ اگر لڑکا روٹھ گیا ہے تو کیا ماں کو بھی روٹھنا چاہیئے۔؟

مکان کی دوسری چھت پر ایک چھوٹی سی کوٹھڑی تھی۔ اس میں مہندر کے پڑھنے اور سونے کی جگہ تھی۔ یہاں کئی دن ہوئے ماں نے اپنے بیٹے کے کپڑوں کو جھاڑ نہ کرکے قاعدے سے نہ رکھا تھا۔ نہ بستر کو جھاڑا اور نہ تکیئے قرینے سے رکھے اور نہ صفائی ہی کی تھی۔

لکشمی کو ان کاموں کے کرنے کی ایک عادت سی ہوگئی تھی۔ گھر کے سب کاموں

سے پہلے وہ یہی کرتی تھی۔ اب کئی دنوں سے ایسا نہ کرنے پر اس کا دل اندر ہی اندر دکھنے لگا۔ لکشمی نے دوپہر کو سوچا۔ کہ مہندر اس وقت کالج گیا ہوگا۔ چلوں اُسکے رہنے کا کمرہ ٹھیک کر آؤں۔ کالج سے لوٹنے پر اُسے پتہ چل جائے گا۔ کہ آج ماں مہربان ہے۔

لکشمی سیڑھیاں چڑھ کر اوپر گئی۔ مہندر کے کمرے کا ایک کواڑ کھلا تھا۔ اس کواڑ کے سامنے پہنچکر لکشمی اس طرح ٹھٹھک کر کھڑی ہوگئی جیسے پاؤں میں کانٹا چبھ گیا ہو۔ اس نے دیکھا کہ فرش پر مہندر سو رہا ہے۔ اور دروازے کی طرف پیٹھ کئے بہو بیٹھی اس کے تلوے سہلا رہی ہے۔ دوپہر کے روشن وقت میں جوبن لیلا کا یہ منظر دیکھ کر لکشمی شرم اور نفرت سے دب گئی۔ اور چپ چاپ نیچے اتر آئی۔

(۵)

جب کچھ دن پانی نہ ملنے کے باعث دھان کی پتیاں سوکھ کر زرد پڑنے لگتی ہیں۔ اگر اس وقت انہیں پانی میسر آجائے تو وہ فوراً پنپنے لگتی ہیں۔ اور ایکدم بڑھ کر گذشتہ دنوں کی زردی کو دور کر دیتی ہیں۔ آشا کا بھی یہی حال ہوا۔ جہاں اس کے خون کا گہرا تعلق تھا۔ وہاں تو اُسے کبھی کسی نے بھی دل سے اپنایا نہ تھا۔ آج دوسرے گھر میں آکر جب اُسے بغیر مانگے ایک عزت واحترام کا مقام میسر آیا جب مہندر نے اس بے پروائی سے پلی ہوئی یتیم لڑکی کے سر پر خوش قسمتی کا تاج اپنے ہاتھوں سے سجایا۔ تو اس نے بھی اپنے رتبہ کو بخوشی قبول کر لیا۔ وہ نئی دلہنوں کی شرم وحیا کو بالائے طاق رکھ کر خوش قسمت عورت کی طرح اپنے خاوند سے پیار اور محبت کی پینگیں بڑھانے میں محو ہوگئی۔ اس نے دم بھر میں اپنے خاوند کے قدموں میں بغیر کسی ہچکچاہٹ کے اپنی جگہ بنالی۔

لکشمی اس دن دوپہر کے وقت اُسی خوش قسمتی کے تحت پر نئی نویلی دلہن کو بچھ د

شرم اور غیرت کے مارے چپ چاپ نیچے چلی گئی۔ اپنی آگ میں آنّ پورنا کو بھی جلانے کے لئے اس کی کوٹھری میں جاکر لکشمی نے کہا ——— بہو جی! جاکر دیکھو تمہاری نواب زادی، نواب کے گھر سے کیا سیکھ کر آئی ہے۔ گھر کے بڑے لوگ زندہ ہوتے، تو آج . . . . "

آنّ پورنا نے بے پروائی سے کہا ——— "جی جی! تم مجھے کیوں کہتی ہو؟ تمہاری بہو ہے تم اُسے جا ہے جو سکھاؤ اور چاہے جو سزا دو، تمہیں حق پہنچتا ہے۔"

لکشمی نے گرج کر کہا ——— "میری بہو! تم اپنی جادوگری صلاح کار کے ہوتے ہوئے میری کیوں سُننے لگی۔"

آنّ پورنا اپنے پاؤں کی آہٹ سے خاوند بیوی کو ان کی بدبختی سے ہوشیار کراتی ہوئی اوپر کے کمرے میں چلی گئی۔ اور جاکر آشا سے کہا ——— کیوں ری! کیا تو اسی طرح بے عزتی کرائیگی؟ نہ لحاظ ہے، نہ شرم ہے۔ اور نہ وقت بے وقت کا خیال۔ بوڑھی ساس کے کمزور کندھوں پر گھر کا سارا کام کاج چھوڑ کر دن دوپہر کو اس طرح یہاں آرام کر رہی ہے۔ میں نے اسلئے تجھے یہاں لاکر رکھا ہے؟ میری قسمت میں یہی لکھا تھا۔"

یہ کہتے کہتے آنّ پورنا کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ آشا بھی چپ چاپ دوپٹے کا آنچل سنبھال کر رونے لگی۔

مہندر نے کہا ——— "چچی! تم بہو پر فضول ناراضگی کا اظہار کر رہی ہو میں نے ہی اُسے روک رکھا تھا۔"

آنّ پورنا نے کہا ——— تو کیا یہ تم نے کوئی اچھا کام کیا ہے؟ یہ تو بیچاری یتیم لڑکی ٹھہری۔ اسے ماں سے کچھ سیکھنے سمجھنے کا موقعہ نہیں ملا۔ یہ بھلا بُرا کیا جانے۔ تم اسے کیا سکھاتے ہو؟"

مہندر نے کہا ——— "یہ دیکھو! میں اس کے لئے سلیٹ، کاپی اور پہلی کتاب مول لایا ہوں۔ میں اسے لکھنا پڑھنا سکھاؤں گا۔ اس کے لئے چاہے کوئی مذمت کرے، چاہے تم برا مانو۔"

ان پورنا نے کہا ——— "تو کیا دن بھر پڑھایا جاتا ہے؟ گھنٹے دو گھنٹے پڑھانا لکھانا کافی ہے۔"

مہندر نے جواب دیا۔ "پڑھنا لکھنا اس قدر آسان نہیں ہوتا، چچی! اسکے کے لئے بہت وقت درکار ہے۔"

ان پورنا چڑ کر کمرے سے باہر نکل گئی۔ آشا بھی اس کے پیچھے پیچھے جانے لگی۔ مہندر دونوں ہاتھوں سے راہ روک کر کھڑا ہو گیا۔ اور آشا کی اشک آلود آنکھوں پر جو رحم کی درخواست کر رہی تھیں کوئی دھیان نہ دیتے ہوئے کہا ——— "ٹھہرو! سونے میں بہت سا وقت ضائع ہو گیا ہے۔ اس پڑھا کر اس کی تلافی کردونگا۔"

آشا کو اپنے خاوند پر پورا اعتماد تھا۔ اس نے سچ مچ یہ سمجھا کہ میرے لئے پڑھنا لکھنا آسان نہیں اور نہ میں اب پڑھ لکھ سکتی ہوں لیکن اس نے یہ جان کر کہ میرے خاوند کی یہ خواہش ہے۔ اسے پورا کرنا اپنا دھرم سمجھا۔ وہ بڑی کوشش کر کے اپنے فکر مند دل اور اپنے تفکرات کو مجتمع کر کے فرش کے کنارے بچھے ہوئے بستر پر بیٹھ جاتی۔ اپنی گردن کو کتاب پر جھکا کر نہایت سنجیدگی سے اپنا سر ہلا ہلا کر سبق یاد کرنے لگتی۔ کمرے میں دوسری طرف چھوٹی سی میز پر ڈاکٹری کی کتابیں کھول کر ماسٹر صاحب کرسی پر بیٹھے ہیں۔ اور کبھی کبھی ترچھی نظر سے اپنے شاگرد کی جانب دیکھتے جاتے ہیں۔ کہ وہ دل لگا کر پڑھتا ہے کہ نہیں ——— ؟ دیکھتے دیکھتے یکایک ڈاکٹری کی کتابیں بند کر کے مہندر نے پکارا ——— "چنی!"

آشا چونک پڑی اس نے سر اٹھا کر مہندر کی طرف دیکھا۔

مہندر نے کہا ——— "کتاب لاؤ تو، دیکھیں کیا پڑھتی ہو"۔

آشا ڈری کہ ماسٹر صاحب کہیں امتحان نہ لینے لگیں۔ کیونکہ اُسے امتحان میں پاس ہونے کی اُمید بہت کم تھی۔ لاکھ کوشش کرنے پر بھی "ہندی شکھشاولی" پڑھنے میں اس کا دل نہ لگتا تھا۔ وہ سبق پڑھ کر جتنا ہی اُسے سمجھنے اور یاد کرنے کی کوشش کرتی تھی اتنا ہی اُسے مشکل معلوم ہوتا تھا۔ کتاب کے کالے کالے الفاظ چیونٹیوں کی طرح قطار باندھے اس کے حافظے سے نکل جاتے تھے۔

ماسٹر کے بلانے پر آشا کسی مجرم کی طرح ڈرتے ڈرتے کتاب لیکر مہندر کی کرسی کے پاس آجاتی۔ مہندر اپنا ایک ہاتھ اس کی کمر میں اس طرح سے ڈالتا۔ کہ وہ بھاگ نہ سکے۔ اور دوسرے ہاتھ سے کتاب پکڑ کر کہتا ——— "اچھا! بتاؤ آج کتنا پڑھا؟" آشا جتنی سطریں یاد کرتی اُتنا سنا دیتی۔ مہندر حیرت کا اظہار کر کے کہتا ——— "وہ! اس قدر پڑھ لیا ——— دیکھو میں تو اتنا نہیں پڑھ سکا"۔

یہ کہہ کر وہ اپنی کسی کتاب کے ایک آدھ سبق کی سُرخی دکھا دیتا۔ آشا بھولی بھالی آشا حیران ہو کر کہتی "تو اتنی دیر تک کیا کرتے تھے"؟ مہندر اس کی ٹھوڑی پکڑ کر کہتا ——— "میں ایک آدمی کی بابت سوچتا تھا لیکن جس کے متعلق سوچ رہا تھا۔ وہ بے درد اس وقت دُنیا سے بے خبر "ہندی شکھشاولی" کی کتاب پر آنکھیں گاڑے تتلی کے بڑے ہی دلچسپ سبق میں محو تھا"۔

آشا اس کا جواب دے سکتی تھی۔ لیکن ہائے شرم کے مارے محبت کے دباؤ سے وہ چُپ چاپ ہار مان کر رہ جاتی۔

مہندر کسی دن کہیں باہر جاتا اور تنہائی پا کر آشا سبق شروع کرتی کہ اتنے میں مہندر نہ جانے کہاں سے آ کر پیچھے سے اس کی آنکھیں بند کر دیتا اور پھر

اس کی کتاب چھین کر کہتا ـــــــ "تم بڑی بے درد ہو جب میں گھر پر نہیں ہوتا تو تم مجھے بھلا کر پڑھنے میں دل لگاتی ہو۔"

آشا کہتی ـــــــ "آپ مجھے بیوقوف بنائے رکھنا چاہتے ہیں۔"

مہندر کہتا ـــــــ "تو تمہاری مہربانی سے میں کونسا بڑا پنڈت ہوا جاتا ہوں۔"

اس بات پر آشا یکایک ہوش میں آ کر وہاں سے جانے کے لئے تیار ہو کر کہتی ـــــــ "میں کیا تمہارے پڑھنے میں رکاوٹ ڈالتی ہوں؟"

مہندر اس کا ہاتھ پکڑ کر کہتا ـــــــ "اس کا حال تم کیا جانو۔ مجھے چھوڑ کر تم آسانی سے پڑھنے میں لگ جاتی ہو۔ مگر تمہیں چھوڑ کر میرے لئے پڑھنا آسان نہیں۔"

اس مختصر نوک جھونک کے بعد ہلکی بارش کی طرح آشا کا رونا دھونا شروع ہو جاتا۔ اور جلدی ہی وہ سہاگ کے سورج نگر میں گم ہو جاتی۔

استاد اگر آپ ہی تعلیم دینے میں مخل ہو تو بیچاری معصوم لڑکی کی کیا مجال ہے کہ وہ تعلیم کے جنگل میں تنہا آگے بڑھ سکے۔ کبھی کبھی آشا کا دل اپنی خالہ پر ساس کو طعنہ زنی کرتے دیکھ کر بے چین ہو جاتا تھا۔ وہ سوچتی کہ لکھنا پڑھنا ایک بہانہ ہے۔ کبھی کبھی ساس کا سامنا ہو جانے پر وہ شرم سے پانی پانی ہو جاتی۔ مگر ساس نے بھی اس کو کبھی کام کرنے کو نہ کہتی۔ اور نہ کوئی حکم دیتی۔ اگر کہے بغیر کبھی کام کاج کرنے لگتی تو طعنہ دے کر ساس کہتی "یہ کیا کرتی ہو؟ اپنے کمرے میں جاؤ۔ تمہارے پڑھنے لکھنے میں ہرج ہوتا ہے۔"

آخر کار اَن پورنا نے آشا سے کہا ـــــــ "تیرے پڑھنے لکھنے کا ڈھنگ دیکھ کر تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ تو مہندر کو بھی ڈاکٹری کا امتحان دینے نہ دے گی۔"

آخر آشا نے اپنے دل کو کڑا کر کے مہندر سے کہا ـــــــ "تمہارے پڑھنے

لکھنے میں ہرج ہوتا ہے۔ آج سے میں نیچے موسی کے پاس رہوں گی"۔ اتنا کہتے کہتے اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ نازک پتلے پتلے ہونٹ کانپنے لگے۔ اور اس کی آواز بھرا گئی۔

مہندر نے کہا ——— "اچھی بات ہے۔ چچی کے گھر چلو۔ لیکن چچی کو تمہیں اپنے پاس رکھنے کے لئے اس کمرے آنا پڑے گا"۔

آشا اپنے سنجیدہ فیصلے کے مذاق سے چڑ گئی اور کچھ نہ بولی۔

مہندر نے کہا ——— "اس سے اچھا تو یہ ہوگا چنی! کہ تم مجھے دن رات اپنی آنکھوں کے سامنے رکھ کر خود ہی پہرا دیا کرو، دیکھو میں پڑھتا ہوں کہ نہیں"۔

آخر مہندر اس سال ڈاکٹری کے امتحان میں فیل ہو گیا اور آشا شکھشا دلی کی تعلیم اس قدر حاصل کر سکی۔ کہ وہ اپنا نام نہیں لکھ سکتی تھی۔ اس تعلیم میں کبھی کبھی بہاری بھی آ کر مخل ہوتا تھا۔

مہندر بھیا، مہندر بھیا کہہ کر محلے بھر کو سر پر اٹھا لیتا تھا۔ اور مہندر کو اس کی کوٹھڑی سے نکالے بغیر چین نہ لیتا تھا۔

وہ اکثر مہندر کو یہ کہکر چڑاتا تھا ——— "تم پڑھنے میں دل نہیں لگاتے"۔ آشا سے کہتا تھا ——— "بھوجی منہ کا نوالہ یونہی نگل لینے سے ہضم نہیں ہوتا۔ اُسے خوب چبا کر کھانا چاہیئے۔ ابھی تم سارے کھانے کا ایک نوالہ کرتی ہو۔ مگر پھر ہاضمے کی گولیاں ڈھونڈے سے نہ ملیں گی"۔

مہندر کہتا ——— "چنی! تم بہاری کے کہنے میں نہ آنا۔ وہ تمہارا سکھ دیکھ کر حسد کرتا ہے"۔

بہاری کہتا ——— "سکھ جب تمہارے ہاتھ میں ہے۔ تو اسے اس طرح حاصل کرو کہ دوسرے کو حسد نہ ہو"۔

مہندر جواب دیتا ــــــــ "کیا تم یہ نہیں جانتے کہ جو جلتا ہے، اُسے جلانے میں سُکھ ملتا ہے۔ چنتی! یہ ماتما نے کرم کیا ہے۔ ورنہ میں تو بیوقوف بنکر تمہیں بہاری کی استری بنا چکا تھا"

بہاری کا چہرہ غصے سے سرخ ہو جاتا، اور وہ زور سے کہتا "چپ رہو"!

ان سب باتوں سے آشا دِل ہی دِل میں بہاری سے چڑ جاتی تھی۔ پہلے ایک بار اس کے بیاہ کی بات بہاری کے ساتھ ہوئی تھی۔ اس لئے وہ بہاری سے کچھ کھچی کھچی رہتی تھی۔ بہاری یہ سب سمجھتا تھا ــــــــ اور مہندر اسی سے چھیڑ چھاڑ کر کے خوش ہوتا تھا۔

لکشمی بہاری کو بلا کر اپنا دُکھڑا روتی تھی۔ بہاری کہتا تھا۔ ماں! ریشم کا کیڑا جب تک ریشم اُگل کر گولی بناتا ہے، اس وقت تک زیادہ اندیشہ نہیں ہوتا۔ مگر جب وہ بندھن کاٹ کر اڑ جاتا ہے تو اُسے لوٹانا یا روک رکھنا بڑا مشکل ہوتا ہے۔ کون جانتا ہے کہ وہ تمہاری محبت کا بندھن اتنی آسانی سے توڑ دیگا۔

لکشمی مہندر کے فیل ہونے کی خبر پاتے ہی گرمی میں یکایک لگی ہوئی آگ کی طرح جل اٹھی۔ مگر اس کی جلن اَن پورنا کو برداشت کرنی پڑی۔ اَن پورنا کا کھانا پینا حرام ہو گیا۔ فکر کے مارے اس کی نیند بھی بھاگ گئی۔

(٦)

برسات کا موسم تھا شام سے کچھ پہلے پانی برس چکا تھا۔ اور اس وقت بھی گھٹا چھائی ہوئی تھی۔ مہندر عطر میں بسی ہوئی رنگین ریشمی چادر اوڑھے اور گلے میں جوہی کے پھولوں کا گجرا ڈالے ہوئے ہنستے ہنستے اپنے سونے کے کمرے میں داخل ہوا اس نے سوچا کہ یکایک پہنچکر آشا کو چونکا دونگا ــــــــ اس ارادے سے وہ بالکل دبے پاؤں داخل ہوا۔ اس نے دیکھا کہ مشرقی دروازے کا ایک پٹ کھلا ہوا ہے

جھونکے کے ساتھ پانی کے چھینٹے اندر آرہے ہیں۔ ہوا سے چراغ گل ہو چکا ہے اور آشا نیچے فرش کے بستر پر پڑی سسک سسک کر رو رہی ہے۔

اس نے پوچھا ——— "کیا ہوا؟"

آشا اور بھی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ بہت دیر کے بعد اس کے ٹوٹے پھوٹے الفاظ سے معلوم ہوا کہ آشا کی موسی روز روز کا جھگڑا نہیں سہہ سکیں۔ اسلئے وہ اپنے بھیتجرے بھائی کے گھر چلی گئی ہیں۔

مہندر چڑ گیا ——— اس نے اپنے دل میں کہا ——— "کہیں اور برسات کا ایسا سہانا دن مٹی کر گئیں"۔

بالآخر اس کا سارا غصہ ماں پر اترا۔ وہی تو اس ہنگامے کی جڑ ہے۔

مہندر نے کہا ——— "چچی جہاں گئی ہے وہیں ہم بھی جائیں گے۔ دیکھیں اب ماں کس سے جھگڑا کرتی ہے"۔

مہندر نے اسی وقت فضول اودھم مچا کر سامان باندھنا اور قلیوں سے اٹھوانا شروع کر دیا۔

لکشمی سب سمجھ گئی۔ اس نے مہندر کے پاس آکر نرمی سے پوچھا ——— "کہاں جاتا ہے؟"

مہندر پہلے تو کچھ نہ بولا۔ دو تین بار پوچھنے پر کہا ——— "چچی کے پاس جائیں گے"۔

لکشمی نے کہا ——— "تو کہیں نہ جا! میں ہی تیری چچی کو یہاں لے آتی ہوں"۔

اتنا کہہ کر لکشمی اسی وقت پالکی میں بیٹھ کر ان پورنا کے پاس گئی اور ہاتھ جوڑ کر کہنے لگی۔ "منجھلی بہو! مجھے معاف کر دو"۔

روغن خوب کھلا ہوا ہے۔ آنکھیں بھی وحشی ہرن ایسی بڑی بڑی اور دلچسپ ہیں لیکن اس کے باوجود ان بڑی بڑی آنکھوں میں غم کی ایک ہلکی سی تیرگی تیرتی ہوئی معلوم ہوتی تھی

راما سندر رہی کبھی بھی یہ توقع نہیں کر سکتی تھی۔ کہ اس کا سمندرا کتابوں کے سوا کسی اور چیز کو بھی ایسی گہری دلچسپی کی نظروں سے دیکھ سکتا ہے۔ کیونکہ یہ اکثر ہوتا ہے۔ کہ جن لوگوں کو ہم خود پا لیتے ہیں۔ ان کو پوری طرح سمجھنے کے اہل نہیں ہوتے۔

"آپ امیش چندر بابو کو دیکھ رہے ہیں" سمندرا نے نمسکار کرنے کے بعد کہا۔

بڑے میاں نے اسے غور سے دیکھنے کے بعد اطمینان کے لہجے میں کہا۔ "ہاں بیٹا تم اس کے لڑکے ہو نا" ——

"جی نہیں۔ وہ میرے چچا ہوتے ہیں۔ آجکل کلکتے میں نہیں ہیں۔ مہینہ بھر ہوا مادھوپور چلے گئے۔ اسی لئے نہ آسکے۔ چلئے یہاں شور میں کھڑا ہونے سے کیا حاصل۔ میں گاڑی لاتا ہوں۔"

"میرے لئے بھی کوئی سستی سی گاڑی کا انتظام کر دینا" اس نے کہا "میں جھاکور جا رہا ہوں —— میری لڑکی کے سسرال ہیں وہاں؟"

سمندرا دو گاڑیاں لیکر آگیا۔ چندر موہن بابو نے دیکھا کہ دونوں گاڑیاں سکینڈ کلاس قسم کی ہیں۔ اور مہنگی ہونگی۔ اسلئے انہیں کچھ افسوس ہوا اور کچھ منہ سکیڑا بھی لیکن اسکے سوا اور چارہ ہی نہ تھا۔ اس لئے مجبوراً مٹھائی کی لاتعداد ٹوکریاں جو ان کی دھرم پتنی نے اپنے سمادھی کے لئے دی تھیں گاڑی میں لدوانی شروع کر دیں۔

جب تمام چیزیں گاڑی میں گئیں تو چندر موہن بابو ارملا کے پاس آئے اور کہا "تو پھر میں چلتا ہوں بیٹا —— خط پتر لکھتی رہا کرو —— میں بھی نہ بھولوں گا نہیں۔"

ارملا چندر موہن بابو کو یونہی سی جانتی تھی لیکن اس کے باوجود اسے محسوس ہوتا تھا۔ کہ جس دُنیا کو وہ جانتی تھی اُس دُنیا کا آخری فرد اسے آخری سلام کہہ کر ہمیشہ

کے لئے جا رہا ہے۔ اور اب اس کے سامنے ایک خلائے عظیم، تاریک بھیانک نقطہ ہے جس کو کوئی شخص نہیں جانتا۔ چندرا موہن نے جانے کے لئے بیٹھ موڑی تھی، کہ ارملا کی آنکھیں آنسوؤں سے گنگا جمنا بن گئیں۔ اس کا دل زور سے دھڑکا۔ اور کسی نے زور سے پکار کر کہا "یہی ایک ہمدرد ہے تیرا۔"

اسٹیشن پر لاتعداد آدمی موجود تھے۔ اور اس بھیڑ بھڑکے میں اس لڑکی کا آنسو بہانا سمرندر کے لئے کوئی پر لطف نہیں ہو سکتا تھا۔ اسلئے اس نے جلدی سے گاڑی کا دروازہ کھولا اور کہا "تشریف رکھیئے۔"

ارملا بیٹھی ہی تھی کہ وہ بھی کود کر گاڑی پر چڑھ گیا۔ اور ارملا کی طرف والی کھڑکی زور سے بند کر دی۔ کیونکہ تین چار غنڈے بڑے شد ومد کے ساتھ نظر بازی میں مشغول تھے۔ اس کے بعد اس نے دروازہ بند کر دیا اور گاڑیبان کو بولا۔ چلو بھئی جلدی۔"

تھوڑی پل گزرنے کے بعد اس نے دوسری دفعہ اپنے ہمسفر کی طرف دیکھا۔ وہ اب بھی گاڑی کے کونے میں منہ دبئے رو رہی تھی۔ سمرندر نے آج تک کسی کتاب میں نہیں پڑھا تھا کہ اس حالت میں ایک مرد کو کیا کرنا چاہیئے۔ اس لئے دروازہ کھول کر چلتی گاڑی سے چھلانگ لگا دینے کے سوا اور کوئی طریق کار اس کے ذہن میں نہ آیا۔ لیکن یہ بھی کوئی آسان کام نہیں تھا۔ اسلئے چپکا بیٹھے رہنے کے سوا وہ کچھ نہ کر سکا۔

جب یہ لوگ گھر پہنچے تو راسندری دروازے پر آئی۔ اس نے ارملا کو احتیاط سے گاڑی میں سے اتارا اور ہمدردی کے لہجے میں بولی "آؤ بیٹی! تم شوراسندری کی لڑکی ہو اور میری بیٹی سمان ہو ——— ہم دونوں بچپن میں اکٹھی کھیلتی رہی تھیں۔"

سمرندر سیڑھیوں پر چڑھ رہا تھا۔ کہ اس نے رسوئی کو ملتا آواز میں کہتے سنا۔ "مالکن! ——— ہاں کیسی سندر بی بی ہیں ——— ایسی چاہیئے ہی بی ہمارے چھوٹے بابو کیلئے۔"

سمندر رہ گھبرا سا گیا۔ اور اس نے بلند آواز سے پکار کر کہا۔ "بچی کھانا بھی دو گی کہ بھوکوں مار دینے کی صلاح ہے آج"

"رام رام" راما سندری نے کہا۔ "ابھی تو کھانا کھا کر گئے تھے تم! اور اب دوسری دفعہ کھاؤ گے کیا۔"

سمندرا اپنے کمرے میں جا کر کتاب کی ورق گردانی کرنے لگا۔

راما سندری ارملا کو اس کمرے میں لے گئی جو اس کے لئے مخصوص کر دیا گیا تھا۔ اور بولی۔ "یہ کمرہ تجویز کیا گیا ہے تمہارے لئے۔ ٹھیک رہے گا نا۔ اب کپڑے اتار کر نہا لو ——— یہ اتنا لمبا سفر، تم نوجوان ہو اس لئے تمہیں محسوس نہیں ہوتا۔ اگر میں ہوتی تو گاڑی سے اترتے ہی لیٹ جاتی ——— تم تو بالکل اپنی ماں ایسی ہو ——— جب میں نے اسے آخری دفعہ دیکھا تو وہ تمہاری ہی عمر کی تھی۔ تمہارا انفشتہ بالکل اسی پر گیا ہے۔ لیکن اس کا رنگ پاسے کے سونے ایسا تھا ——— کیسا اچھا رنگ تھا۔"

سمندرا اپنے کمرے میں بیٹھا بچی کی باتیں سن رہا تھا۔ آخر اس سے نہ رہا گیا اور وہ کمرے سے نکل کر بولا۔ "بچی یہ بعد میں طے ہو جائے گا کہ کس کا رنگ روپ اچھا ہے پہلے اسے کچھ کھانے کو تو دو۔ دیکھتی نہیں کتنا لمبا سفر کر کے آئی ہے بیچاری۔"

"تم تو یوں باتیں بناتے ہو گویا مجھے معلوم ہی نہیں کہ اسے کچھ کھانے کو دینا بھی ہے کہ نہیں۔" راما سندری بڑبڑاتی ہوئی رسوئی گھر کی طرف چلی گئی۔

---

(۵)

کلکتے کی دوپہر بہت مشغول ہوا کرتی ہے۔ اور ایسے میں کسی کا بیکار رہنا اس کی بد نصیبی کا نشان ہے۔ اس وقت کھڑکی میں بیٹھ کر باہر دیکھتے رہنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ کیونکہ اینٹ پتھر کے سوا اور کچھ نظر نہیں آتا۔ راما سندری یہ وقت سونے میں

استعمال کیا کرتی۔ اور اس وقت تک پڑی خراٹے لیا کرتی تھی۔ جب تک رسوئیا اور ملازمہ آپس میں شور مچا کر اُسے بیدار نہ کر دیں۔

ارملا سخت پریشانی میں مبتلا تھی۔ کیونکہ اُسے دن میں سونے کی عادت مطلقاً نہ تھی۔ اس کے علاوہ بہار میں جس طریقے سے وہ دن کاٹا کرتی تھی۔ وہ مصالحہ بھی اُس کے پاس نہ تھا۔ وہ اتنی جلدی وہاں سے نکلی تھی۔ کہ کپڑوں کے سوا اور کچھ بھی اپنے ساتھ نہ لا سکی تھی۔ صبح اور شام کا وقت رما سُناری کی بے پناہ کہانیوں کی وجہ سے بڑے لطف میں کٹ جاتا۔ لیکن دوپہر خوفناک حد تک پریشان کُن ثابت ہوا کرتی۔ سمرندرا جب تک گھر میں ہوتا۔ اپنے کمرے میں بند کتابوں کے مطالعے میں محو رہتا۔ اسلئے اس کا گھر میں ہونا یا نہ ہونا ارملا کے لئے ایک ہی سا تھا۔ ارملا تمام عمر تنہائی اور خانہ نشینی کی زندگی گذارتی رہی تھی۔ اس لئے کسی ساتھی کا نہ ہونا اُس کے لئے کچھ ایسی تکلیف کا باعث نہیں ہونا چاہیئے تھا۔ لیکن کلکتے میں آنے کے بعد ارملا کو معلوم ہو گیا تھا کہ انسان کے لئے انسانوں کی صُحبت نہ صرف دلچسپ بلکہ ضروری بھی ہے۔ اسلئے اس کا نوجوان دل ایک طرح کی بے تابی محسوس کرنے لگا۔ اب ناممکن تھا کہ اُس کا پُرانا طریق زندگی اُسے اپنے اندر جذب کر لے یہاں تک کہ تنگ و تاریک گلیوں کے دو رویہ ایک دوسرے کے پہلو میں گرے ہوئے چھوٹے چھوٹے تنگ گھروندے اُسے اپنی اس عظیم الشان حویلی کے مقابلہ میں بُہت حسین اور دلچسپ معلوم ہونے لگے تھے۔ کیونکہ وہ حویلی اندر اکھاڑے کی طرح وسیع اور خوبصورت ہونے کے باوجود اس دولت سے محروم تھی۔ جو ان کبوتر خانوں میں میسّر آ سکتی تھی۔ انسانی صُحبت کا وہ لازوال خزانہ جو ہر انسان کی دلی تمنّا ہوتا ہے۔ اسجگہ موجود تھا۔ اب ارملا کا معمول ہو گیا تھا۔ کہ ہر روز کوٹھے پر چڑھ کر سامنے والے گھر میں بیاہتا لڑکیوں سے گپیں اڑایا کرتی تھی۔ اور شام کے وقت کھڑکی میں بیٹھ کر مشغول انگلیوں کی سبک حرکات کو غور سے دیکھا کرتی۔ جو اپنے پتی کیلئے

سنگھار کرنے میں مصروف ہوتی تھی۔ اس کے چاروں طرف سینکڑوں بلکہ ہزاروں لوگ رہتے تھے۔ لیکن ان ہزاروں میں سے چند ہی تھے۔ جو ارملا کے لئے دلچسپی کا باعث بن سکے۔ کھشترا ناتھ نے اس کی تربیت میں اس امر کا خاص خیال رکھا تھا۔ کہ اُسے ہر قسم کے انسانی اثرات سے بچائے رکھے۔ اور کسی قسم کی انسانی صحبت اس کے قریب نہ آنے پائے۔ یہی وجہ تھی کہ ارملا کی بھوک ـــــ انسانوں سے مل کر باتیں کرنے کی بھوک ـــــ اب تک پوری نہ ہو سکی تھی۔ ایک قحط زدہ شخص کی طرح وہ روٹی کی صورت دیکھتے ہی ایک نوالے میں ہڑپ کر جانا چاہتی تھی۔ اس کے علاوہ اس کی تربیت نے اُسکے دل سے وہ تمام قوت چھین لی تھی۔ جس سے میل جول کا لطف پوری طرح سے اٹھایا جا سکتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ سہیلیوں کے باوجود وہ پورا لطف حاصل نہ کر سکتی تھی۔ اور اپنی اس کمزوری کا احساس اُسے پوری طرح سے تھا۔ جب سرما کی سرد مہریاں دُنیا پر حکمران ہوئیں۔ اس وقت تک کے لئے زمین کا سخت پردہ بیج کے لئے مفید ثابت ہوتا ہے۔ جب ایک دفعہ بہار کی نزہت بار ہوائیں بیج کو زمین کا پردہ چیر کر سر نکا لنے کا اذنِ عام دیں۔ اور جب بیج ایک دفعہ اس حکم کی تعمیل کر کے سورج کی نور پاشیوں سے مستفید ہو چکا ہو۔ تو پھر کونسی قوت اُسے اپنی پرانی تاریکیوں کی یاد دلا کر مضمحل بنا سکتی ہے ـــــ یہ ناممکن ہے لیکن اس کے باوجود ارملا دل ہی دل میں کڑھتی تھی۔ اور اکثر سوچتی تھی کہ وہ کیوں اپنی نئی زندگی کی ساری لطافتوں، ساری خیرہ کُن نور پاشیوں اور تمام نزہت باریوں کو اپنے اندر سمیٹ نہیں سکتی؟ کیوں اس کے قدم اس راستے پر چلتے ہوئے ڈگمگا جاتے ہیں؟ کیوں اس کی گذشتہ زندگی کا ہمہ گیر سایہ اس کے راستے کو کھوٹا کر رہا ہے؟ اس شخص کا کیا بنے گا۔ جو بھوکا ہے۔ اور کھا نہیں سکتا؟

آج بھی راما سندری بنکم بابو کا ایک ناول سینے پہ رکھے بڑے مزے سے پڑی

سو رہی تھی۔ یہ کتاب کئی سال سے اسکی من بھاتی روحانی خوراک کی حیثیت سے اسکے سینے کے ساتھ لگی رہی تھی۔ لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اس کے آخری مضمون کو ابھی تک راما سندری کی نگاہیں نہ دیکھ سکی تھیں۔ اس کے باوجود سوتی کے طاقچوں پر اور کتابیں بھی نظر آتی تھیں لیکن جو کام یہ کتاب کر سکتی تھی دنیا میں کسی ڈاکٹر یا حکیم کے بس میں نہ تھا۔ یہ کتاب راما سندری کو میٹھی نیند سلا دیا کرتی تھی۔

ارملا بےچینی سے کمرے میں ادھر ادھر ٹہل رہی تھی۔ کمرہ کچھ ایسا بڑا بھی نہ تھا۔ اور نہ ہی قیمتی سامانِ آرائش سے سجا تھا۔ دیواروں پر دو یا تین تصویریں آویزاں تھیں ایک میز اور ایک کرسی ایک کونے میں رکھی تھی۔ اس کے علاوہ کپڑے لٹکانے کی کھونٹی اور ایک لکڑی کا تخت بچھا تھا۔ میز اور چارپائی کے درمیان اس چھوٹے سے کمرے میں ادھر سے ادھر اور ادھر سے ادھر پھرنا کسی خاص دلچسپی کا باعث نہیں ہو سکتا تھا۔ تاہم اس کے سوا اور کوئی کام نہ تھا جو ارملا کرتی۔

آخر ارملا تھک کر کمرے سے باہر نکل آئی۔ راما سندری کے کمرے کے قریب آئی تو اس نے دیکھا کہ راما سندری اب بھی عینک ناک کی پھننگل پر جمائے لمبے زوروں میں پڑی سوتی ہے۔

سوتی ایک طرف کتاب پر بڑی آنکھیں بند کئے سو رہی تھی۔ اور اس کا چھوٹا بچہ اون کے گیند کی طرح اپنی دم کے تعاقب میں چکر پر چکر کھا رہا تھا۔ اور کبھی کبھار ماں پر گر کر اس کے آرام میں خلل انداز ہونے کی وجہ سے ایک آدھ چپت کھا لیتا تھا۔ ارملا پنجوں کے بل چلتی کمرے میں آئی۔ اور بلی کے بچے کو اٹھا کر باہر نکل گئی۔

سمندرا کے کمرے کا دروازہ چوپٹ کھلا تھا۔ راما سندری اکثر کہا کرتی تھی "اگر دروازہ کھلا ہے تو کیا غم ہے؟ کون آئے گا اس کوڑے کرکٹ کو چرانے۔ اور اگر کسی دن میں دروازہ کھلا چھوڑ جاؤں تو ایک آدھ برتن غائب ہو جانا ضروری ٹھہرا

بہر حال سمرندرا کے کمرے سے کوئی چیز چوری ہوتی ہے یا نہیں۔ اس کا معلوم کرنا تو ناممکن ہے۔ البتہ یہ ظاہر تھا کہ یہ دروازہ ہمیشہ کھلا رہتا ہے سارے فرش پر کتابیں کاپیاں اور رسالے بکھرے پڑے تھے۔ کتابوں کی الماریاں وغیرہ سب کتابوں سے لدی پڑی تھیں۔ اتنی لاتعداد کتابوں کو دیکھ کر ارملا کے منہ میں بھی پانی بھر آیا۔ وہ کتابوں کی قیمت خوب جانتی تھی۔ کیونکہ یہی ایک طلسم تھا جس کی مدد سے اس نے اپنی تنہائی کی لمبی گھڑیاں کاٹی تھیں۔ بلی کا بچہ اس کے بازو پر سر رکھ کر سو گیا۔ اور ارملا وہاں کھڑی سوچتی رہی "اگر میں بھی ان میں سے دو ایک کتابیں لے لوں تو کیا برائی ہے سمر بابو ایسے بے پرواہ ہیں۔ کہ اگر اس میں سے کوئی چیز گم ہو بھی جائے تو انہیں کبھی پتہ نہیں چلے گا!"

وہ اپنے اس خیال میں کچھ ایسی محو ہو گئی تھی۔ کہ کسی کے آنے کی چاپ بھی اسے سنائی نہیں دی۔ یکایک سمرندرا کی آواز سنائی دی "ارے —— کیا دیکھ رہی ہو یہاں کھڑی —— ہاں دیکھ رہی ہو گی کہ کیسا صاف ستھرا کمرہ ہے"۔

ارملا حیران ہو کر کئی قدم پیچھے ہٹ گئی۔ اس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ اسے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ کسی نے اسے بہت بڑا جرم کرتے ہوئے دیکھ لیا ہے۔ سمرندرا کی یہ بات معمولی مذاق کی بات تھی۔ لیکن ارملا اس کا جواب ڈھونڈھنے کی جتنی کوشش کرتی اتنا ہی جواب نہیں ملتا تھا۔ اور وہ زیادہ سے زیادہ پریشان ہوتی جاتی تھی۔ بلی کا بچہ بھی اٹھ بیٹھا اور اس کے ہاتھ سے کود کر نکل بھاگا۔

سمرندر نے جب ارملا کے چہرے کو شرم سے عنابی ہوتے دیکھا۔ تو کچھ پریشان سا ہو گیا۔ اور کچھ کہے بغیر اپنے کمرے میں چلا گیا۔ ارملا یہاں کیوں کھڑی تھی یہ وہ خوب جانتا تھا لیکن اس بات کا نام لیتے ہوئے وہ شرمندہ کیوں ہو گئی۔ اس بات کو سمجھنے سے وہ قاصر تھا۔ شرمندہ تو اسے ہونا چاہیئے تھا۔ کیونکہ یہ خوبصورت

سجا سجایا کمرہ خود اسی کا تھا۔ اُس نے کتابیں رکھتے ہوئے سوچا "یہ بیچاری تو اس گھر میں آکر گویا پھنس گئی۔ اس کی عمر کا اس گھر میں ہے ہی نہیں۔ چچی اور میرے سوا اور کون ہے جو اس سے باتیں کرے اور اس کا دل بہلائے۔ چچی سارا سارا دن سوتی رہتی ہیں۔ اور میں کالج میں ہوتا ہوں۔ اور اگر بالفرض میں کالج میں نہ بھی جاؤں تب بھی کیا ہوتا ہے۔ میں ایک نوجوان لڑکی کے لئے کبھی بھی مناسب ساتھی نہیں بن سکتا۔ جی نہیں میرے بڑے بڑے دشمن بھی یہ اتہام نہیں باندھ سکتے مجھ پر۔ اگر میں چند کتابیں دے دوں تو شاید اس کا کچھ وقت دلچسپی سے گذر جاتے۔ لیکن مشکل تو یہ ہے کہ ایسی کوئی کتاب میرے پاس ہے نہیں!" یہ سوچتے ہی وہ کمرے میں ادھر ادھر کتابیں اُلٹ پلٹ کرنے لگا۔ اور ارملا کے لئے کوئی آسان سی کتاب ڈھونڈھنے لگا۔

سمر نے ادھر اپنے کمرے میں قدم رکھا ہی تھا۔ کہ ارملا نے سر پر پاؤں رکھے اور اپنے کمرے میں بھاگ گئی۔ اُسے اپنے پر سخت غصہ آ رہا تھا۔ اور جب اس غصے کو نکالنے کا کوئی طریقہ نظر نہ آیا۔ تو اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے "توبہ توبہ" اس نے کمرے کے وسط میں پہنچ کر اپنے آپ کو کوسا "کیا عجیب جانور ہوں میں بھی۔ وہ بھی کیا سمجھیں گے کہ عجیب احمق عورت ہے ——— بُرائی تنہائی کی زندگی اچھی تھی میری۔ ——— میں اس قابل ہی نہیں کہ آدمیوں میں مل جل کے بیٹھ سکوں۔" اب کمرے سے باہر نکلنے کا اُسے مطلقاً خیال نہ تھا۔

ماما سُندری کے اُٹھ جانے کا وقت آ گیا تھا۔ وہ انگڑائیاں جمائیاں لیتی ہوئی اُٹھی اور ریڈنگ کتاب وغیرہ کو اکھٹی کرنے لگی۔ یکایک اس کی نگاہیں سمر کے کمرے کی طرف اٹھ گئیں۔ اور وہ حیران ہو کر بولی۔ "ارے سمر ——— کیا بات ہے آج جلدی چلے آئے۔"

"آج کا کام جلدی ختم ہو گیا تھا۔" سمر نے جواب دیا۔ اور کتابیں اُلٹتا پلٹتا رہا۔ بڑی ردو کد کے بعد اُس نے چند کتابیں منتخب کیں۔ اور انہیں ایک طرف رکھ دیا۔ دروازے

سے جھانکنے کے بعد اُسے معلوم ہوا۔ کہ یہاں دُور دُور ارملا کا کوئی نشان نہیں ہے۔ اسلیئے اُس نے سوچا کہ اگر کسی اور وقت یہ کتابیں دی جائیں تو بہتر رہے گا۔ خود ہی فیصلہ کر کے وہ پھر کتابوں میں مشغول ہو گیا۔

شام کے کھانے پر سمندرا نے کتابوں کی چھوٹی سی ڈھیری راما سُندری کی طرف کھسکاتے ہوئے کہا "بچی یہ کتابیں اُسے دے دینا۔ تم تو دوپہر کو سویا کرتی ہو اور اس بیچاری کے پاس وقت کاٹنے کو کوئی کام نہیں۔ اس سے فذیے دلچسپی رہیگی"

"کسے؟ ــــ ارملا کو؟ ــــ لیکن وہ ہے کہاں؟ ــــ ارے کھانے کے وقت بھی نہیں آئی ــــ ابھی بُلاتی ہوں ــــ اُرملا اُرملا ــــ او اُرملا"

"بہت خوب اس کے نام پر بھی تخفیف کا کُلھاڑا چل گیا" سمندرا نے ہنسکر کہا

"چلتا کیوں نہ؟ ــــ ایسا لمبا نام پکارنا آسان کام تھوڑا ہی ہے"

"یہ تو کوئی لمبا نام نہیں ہے ــــ لیکن تمہاری تو کچھ عادت بھی ہے نا بچی اگر اسکا نام اس سے چھوٹا ہوتا۔ تب بھی تم کیا لحاظ کرتیں اس کا۔ وہ بھی چھوٹا کیا جاتا۔"

جس کے نام پر گرما گرم بحث ہو رہی تھی آ گئی۔ اور یہ بحث یکدم بند ہو گئی۔ سمندرا نے اُسے دیکھ کر کہا "بھئی دیکھ لو یہ کتابیں، اگر پسند ہوں تو لے لو ــــ اُمید تو نہیں کہ تمہیں پسند آئیں۔"

اُرملا نے بیتابی سے گٹھے کو اپنی طرف کھینچا اور انہیں دیکھنے لگی "میں نے اِن میں سے بہت سی کتابیں نہیں پڑھیں ــــ اب دیکھوں گی"

"یہ تو بڑی اچھی بات ہے۔ ایک شخص تو ایسا پیدا ہوا ہے۔ جو سمر کی کتابوں کو دلچسپی اور پسندیدگی کی نظر سے دیکھتا ہے" راما سُندری نے ہنس کر کہا "میں تو جب بھی انہیں دیکھتی ہوں۔ مجھے ہَول اُٹھنے لگتا ہے۔ اور میں چلا کر کہا کرتی ہوں ــــ انہیں لے جاؤ ــــ اور سمر سمجھتا ہے کہ اچھی جاہل بچی ہے ہماری بھی"

وہ دوپہر ارملا کے لئے بڑی دلچسپی سے کٹی۔ یہاں تک کہ وہ خود بھی کبھی کبھی اس دلچسپی میں گم سی ہو جاتی تھی۔ اور اب اسے محسوس ہوتا تھا کہ وہ سمرندرا کی باتوں کا ترکی بہ ترکی جواب دے سکے گی۔ گو یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ کسی شخص کی باتوں کا جواب دینے کے لئے ایسا پریشان ہونا کوئی ضروری نہ تھا۔

ارملا کتابوں سے ایسی غیر متعارف بھی نہ تھی۔ اور ان کتابوں کی وجہ سے ہی سمرندرا کے قریب تر ہو جانے سے اُسے اور بھی فائدہ پہنچا۔ جب راستے کا پتہ ہو تو آدمی آسانی سے چل سکتا ہے۔ اور بے دھڑک آگے بڑھ سکتا ہے۔ وہی ارملا جو چند دن پہلے ایک معمولی مذاق کا جواب نہ دے سکی تھی۔ اب بڑی وضاحت اور خوش بیانی کے ساتھ کسی اچھی اور پسندیدہ کتاب پر بحث کرنے کے قابل ہو گئی تھی۔ اس کے ساتھ بحث کرنے اور اس بحث میں پورا اترنے کے لئے سمرندرا کو بھی ناولوں اور ڈراموں کا مذاق پیدا کرنا پڑا تھا۔

ایک دن وہ کالج کے لائبریرین کے پاس گیا۔ اور اس سے ناول مانگا۔ تو اس نے ہنس کر کہا۔ "یہ کب سے شروع کر دیا آپ نے ۔۔۔۔۔ آپ نے تو ایسا سخت وعدہ کر لیا تھا اس کے خلاف۔"

"چوری چوری سے جاتا ہے۔" سمرندرا نے جواب دیا۔ "تب بھی ہیرا پھیری اس سے نہیں چھوٹتی۔ لگا ہے ماہے مزا اُنہ کا بدلہ لینے کے لئے۔"

---

(۹)

ایک دن سمرندرا جب لیٹر بکس دیکھنے کو گیا۔ تو اسے چٹھی رساں مل گیا۔

"کچھ پارسل آئے ہیں بابو جی۔"

سمرندرا ارملا کے لئے دو پارسل اور ایک خط لے کر اُدھر آیا۔ آج اسکے

لئے صرف ایک ہی خط تھا۔" آج تو تم بازی لے گئیں" اس نے ارملا سے کہا
"کیسی بازی؟ — کیا ہوا ہے؟" ارملا نے حیران ہو کر پوچھا
"اب ہمیں جیتیں — تمہارے تین اور ہمارا صرف واحد. تمہارے دو پارسل ہیں اور ایک خوب موٹا تازہ خط بھی۔ اور مجھ کو ایک ہی خط ملا ہے۔ اور وہ بھی سوکھا مریل سا۔ جس میں کوئی مزیدار بات نہیں ہو سکتی"
ارملا پارسل کی رسیدوں پر دستخط کرنے کے لئے بیٹھ گئی۔ اور سمر ندرا خط کھول کر پڑھنے لگا۔ یکایک اس کی بلند آہنگ ہنسی کی آواز سُن کر ارملا چونک پڑی۔ اور پوچھا "کیا بات ہے؟ ایسے زوروں سے ہنستے آپ؟ آپ کے اس قحط زدہ خط میں کیا ہے کہ آپ ہنس پڑے ہے؟"
اب ارملا کو باتیں کرنے کا ڈھنگ آ گیا تھا۔
"آج تو میں بُری طرح سے پٹا ہوں۔ ایک خط بھی نہیں ہے" سمرندرا اب بھی ہنس رہا تھا۔ "ایک خط آیا تھا میرے نام اور اس میں بھی تمہارا ہی ذکر ہے لیکن خیر اگر تعداد کم ہے تو کوئی بات نہیں۔ اہمیت بہت زیادہ ہے اس خط کی۔ لو سُنو۔ گھنشیام ناتھ بابو کے بھتیجے جناب سیسر بابو کیا فرماتے ہیں۔ میں سو روپیہ بھیجتا ہوں جو پوجیہ چچا جی نے مس ارملا کے نام کئے تھے۔ آپ بھگوان کی دیا سے خوب تجربہ کار آدمی ہیں۔ اس لئے زیادہ لکھنا تحصیل حاصل سمجھتا ہوں۔ آپ لڑکی کے پتا کی جگہ ہیں: اس لئے مجھے اُمید ہے کہ آپ پوری کوشش کریں گے۔ اور اسے کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے دیں گے۔ مجھے ایک منٹ کو بھی کبھی یہ احساس نہیں ہوا تھا کہ میں ایسا معتبر آدمی ہوں۔ بڑی اچھی بات ہے کہ سیسر بابو نے مجھے میری اہمیت سے آگاہ کر دیا ہے۔ اور ساتھ ہی ساتھ تم بھی سمجھ گئی ہو۔ کہ میری ہستی کس حد تک قابل احترام بلکہ لائق پرستش ہے۔ اب تمہیں ہماری بہت عزت کرنی چاہیئے۔ اور اپنے طرز عمل

سے ثابت کر دینا چاہیئے۔ کہ تم بہت ہی ہونہار اور طالع مند بچی ہو۔۔۔۔۔۔ سمجھیں اس دن کی طرح مجھے کبھی نہ کہنا جب ہم دونوں ڈکنز کے متعلق بحث کر رہے تھے تو تم نے جھٹ سے کہدیا تھا " کہ آپ نے کبھی مارٹن جینر لویٹ پڑھا ہی نہیں۔ اسکا مطلب گستاخی ہے۔ اسلیئے برائے مہربانی ایسی گستاخی کی بات پھر کبھی نہ کرنا۔ خواہ یہ سچ ہی ہو کہ میں نے وہ کتاب کبھی پڑھی ہو یا نہ"

" کیا فضول باتیں کر رہے ہیں آپ" اُرملا نے بے چین ہو کر سمرندرا کی فصاحت کو ٹوکا " انہوں نے یقیناً آپ کو آپ کا چچا سمجھا ہے۔ ورنہ ایسی باتیں کبھی نہ لکھتے"

سمرندرا نے اِس بات کی حقیقت کو اچھی طرح جان لیا۔ لیکن ہٹ دھرمی سے سر ہلا کر کہا" یہ بات قطعی نہیں ہے۔ کون نہیں جانتا کہ چچا کا نام امیش چندر بابو ہے؟ اُس نے یقیناً مجھی کو یہ سب باتیں لکھی ہیں۔ اور اگر تم چاہو تو مجھے چچا سمر کے نام سے پکار سکتی ہو۔ مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا"

آپ کو اعتراض نہ ہوگا ۔۔۔۔۔ بہت بہت شکریہ! لیکن مجھے ایسی عجیب حماقت کرنے کی رتی بھر خواہش نہیں۔ اسلیئے ۔۔۔۔۔ لیجئے یہ رسیدیں میں نے دستخط کر دیئے ہیں۔"

سمرندرا رسیدیں لیکر نیچے اُتر گیا اور جب واپس آیا۔ تو اس کے ہاتھ میں ایک سُبک سا مربع پارسل تھا۔ پارسل ارملا کو دیتے ہوئے بولا" لو ۔۔۔۔۔ چھوٹا پارسل نپٹ گیا ہے۔ بڑا پارسل بعد میں آئے گا۔"

ارملا پارسل لے کر اپنے کمرے میں چلی گئی اور کھولتے ہوئے سوچنے لگی" نہ معلوم کیا بھیجا ہے ان لوگوں نے۔ میں نے تو چندراموہن بابو کو کئی چیزیں لکھی تھیں۔ دیکھیں کیا ہے اِس میں۔ لیکن سمرندرا بابو کو تنگ کرنے کا ڈھنگ خوب آتا ہے۔ اب سیسر بابو نے یقیناً بھولے سے لکھا ہے۔ لیکن یہ ہیں کہ اڑے ہوئے ہیں اسی

بات پر جو اناپ شناپ منہ میں آتا ہے کہے جاتے ہیں۔"

یکایک کوئی فوری خیال اُس کے ذہن میں آیا۔ اور ایک میٹھی ہلکی مسکراہٹ اُس کے چہرے پر کھنڈ گئی۔ اس کا رنگ بھبوکا ہو گیا۔ اُسے اپنے آپ سے خود ہی شرم آنے لگی۔ اسلئے خیال ٹالنے کے لیئے وہ اُٹھی اور قینچی لاکر رسیاں کترنے لگی۔

رسیاں جلدی سے علیحدہ ہو گئیں۔ اور کون جانے بھورے کاغذ کی کتنی تہیں اُتریں۔ اس بعد کپڑے کا غلاف اور پھر بھوسا اور اس بعد پھر کپڑے کا غلاف اور پھر ——! ہاں! سورا سندری کا مسکراتا ہوا چہرہ اس کے سامنے تھا۔ ارملا کو ایک دفعہ پھر اس کی ماں کی تصویر پہنچ گئی تھی۔

تصویر کو بستر پر رکھ کر ارملا راما سندری کی تلاش میں نیچے اتر گئی راما اُس وقت رسوئی میں مشغول تھی۔ ارملا نے اُسے دیکھ کر کہا۔ "موسی ماتا کی تصویر آئی ہے۔ آپ دیکھیں گی!"

"تمہاری ماتا کی —— میں ابھی آئی ایک منٹ ٹھہرو۔ میں یہ ختم کرلوں۔ نہیں تو رسوئی جلا جلا کے جان کھا جائے گا۔"

کام ختم کرنے کے فوراً بعد وہ ارملا کے ساتھ جلدی جلدی سیڑھیاں چڑھنے لگی۔ "اپنی جان کی سوگند!" اس نے تصویر کو دیکھتے ہی کہا۔ "بالکل ویسی ہی معلوم ہوتی ہے۔ کیا عمر تھی اس وقت جب یہ تصویر لی گئی تھی۔ لیکن تم کیا جانو۔ میرا خیال ہے شادی سے کچھ ہی پہلے لی گئی ہو گی۔ بیچاری بائیس تیئیس سال کی عمر میں تو مر گئی تھی۔"

"تو موسی! آپ تو ماتا جی کی بڑی پیاری سہیلی تھیں نا!"

"ہاں —— ہاں —— ہم تو بس ایک جان دو قالب تھیں۔ میرے پتا جی اور تمہارے نانا یوں بالکل پاس پاس رہتے تھے۔ ہم دونوں ایک ہی گھرانے میں پلی بڑھیں

بلکہ ہم دونوں کے نام بھی ایک ہی ایسے رکھے گئے تھے۔ راما سُندری سور اُسندری۔ اُس وقت ایک سکول تھا۔ جسے چند انگریز عورتیں چلاتی تھیں ہم دونوں سکول میں بھی اکھٹی ہی داخل ہوئیں۔ تیرہ چودہ سال تک اکھٹی ہی رہیں۔ اس کے بعد میری شادی اس شہر میں ہو گئی۔ اور تمہاری ماتا قریب کے بورڈنگ ہاؤس میں چلی گئیں۔ اس کے بعد ہمیں ایک دوسری کا کچھ پتہ نہیں ملا۔ آخر جب میں بیوہ ہو کر پتاجی کے وہاں واپس گئی ہوں۔ اس وقت بھی تمہاری ماتا بن بیاہی ہی تھیں، اور اس پر بڑی لے دے ہو رہی تھی۔ اس وقت میں نے انہیں آخری بار دیکھا تھا۔

آج عمر میں پہلی بار ارملا نے اپنی ماں کے متعلق کچھ سُنا تھا۔ ورنہ اب تک وہ اُسے محض ایک تصویر سی ہی سمجھتی تھی اور بس۔ یکایک راما سُندری خاموش ہو گئی تو ارملا نے بے چینی سے پوچھا "لے دے کس بات پر ہو رہی تھی موسی۔ پتاجی سے شادی کے متعلق ہوتی ہوگی شور اشاری۔ میرے پتاجی کا کیا نام تھا؟"

"ارے رام رام ——— تمہیں یہ بھی معلوم نہیں ہوا ابھی تک! تمہارے پتاجی کا نام اننگا موہن تھا۔ اور وہ تھا بھی اسم بامسمیٰ۔ اتنا خوبصورت اور گرانڈیل جوان میں نے آج تک نہیں دیکھا۔ خواہ اس میں اور کتنی ہی بُرائیاں کیوں نہ ہوں۔ لیکن وہ تھا واقعی ایسا کہ کامدیو بھی ایک دفعہ تو مبہوت ہو جائیں۔ اسی پر یہ گر پڑی تھی، اور کیا ہوتا؟ تمہارا کیا خیال ہے اس شادی پر کوئی راضی بھی ہو سکتا تھا؟ سورا نے کسی کی بات نہیں سُنی۔ اور اپنی مرضی سے اپنی شادی کی۔ شادی کے بعد بیچاری دو یا تین برس زندہ رہی۔ اور تم ایک سال کی دودھ پیتی بچی تھیں جب وہ مر گئی۔"

ارملا بڑے غور سے ہر بات سُن رہی تھی۔ اور سوال پر سوال کر کے راما سُندری کو مشغول کیے ہوئے تھی۔ یکایک اس نے کہا۔ "تو موسی! میری ماتاجی مری کیسے تھیں؟"

راماسندری کا چہرہ دفعتہً اُتر گیا اور وہ خاموش ہو گئی۔ آخر بڑی رد و قدح کے بعد اُس نے کہا۔ "یہ تو مجھے معلوم نہیں بیٹی۔ لوگ طرح طرح کی باتیں اڑاتے ہیں تم جانو جتنے مُنہ اُتنی باتیں۔ لیکن یہ سب سُن کے کیا لوگی۔"

اُرملا کی خواہش دس گنا بڑھ گئی۔ کیا اس کی ماں کے اِرد گرد بنا ہوا اسرار کا پردہ کبھی نہ ہٹے گا۔ کیا ہوا جو اس کا ایک کونہ اٹھ گیا۔ کیا باقی کا راستہ ہمیشہ کے لئے اندھیرے ہی میں رہے گا۔ اُس نے راماسندری کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں پکڑ لیا۔ اور بولی۔

"نہیں موسی ـــــ تمہیں بتانا ہی ہوگا۔ کیا بات ہے یہ؟ دنیا کا ہر شخص میری ماں اور میرے پتا کے متعلق بتانا بھی پاپ سمجھتا ہے۔ مجھے تو معلوم کرنے کا پورا حق ہے۔"

آخر راماسندری نے کہا۔ "تو ایسی ویسی بھنگڑ خانے کی ساری گپیں جو ماں باپ سے منسوب ہوں اولاد کے کانوں تک پہنچ جانی چاہیئیں۔ تم انہیں برداشت نہ کر سکو گی بیٹی! بڑی خوفناک کہانی ہے یہ۔"

اُرملا حیران ہو گئی۔ اور اس کے ہاتھوں سے راماسندری کا ہاتھ چھوٹ گیا۔ وہ کون سا گناہ ہے جو اس کے بچپن پر سایہ کئے ہوئے ہے۔ وہ کونسی خوفناک کہانی ہے جس میں اس کی ماں ڈوبی ہوئی ہے ـــــ وہ ماں جو اُرملا کی نگاہوں میں بہشت کے منور نور میں نہائی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔

"رہنے دو۔" راماسندری نے کہا۔ "ایسی فضول بکواس سُننے سے کیا حاصل۔ نہ معلوم تمہاری ماں ایسی لڑکی شادی کرنے پر راضی کس طرح ہو گئی۔ اس سے تو سارا گاؤں شادی کرنے کو بیتاب تھا۔ کھشترا ناتھ کے مقابلے میں علم میں، عقل میں، دولت میں اور کون بڑھ سکتا تھا۔ اور کیا کیا کوششیں اس غریب نے سورما سے شادی کرنے کی نہیں کیں۔ اور جب تمہارے پتا نے دوسری شادی کی ہے۔ تو کھشترا ناتھ

نے کیا کیا! بیچ دل نہیں کھائے اور کیسے طوفان نہیں اٹھائے۔ اُسے تو گھر میں رکھنا مشکل ہو گیا تھا۔ وہ کہتا تھا میں اس قاتل کو پکڑوں گا۔ اور اپنے ہاتھوں سے اس کا گلا گھونٹ دوں گا۔ اُسے روکنا بڑا مشکل ہو گیا تھا۔ اور آخر وہ خود گیا۔ اور زبردستی تمہیں اپنے پاس لے آیا۔ چند دِنوں کے لئے تم میرے پاس رہیں۔ اور پھر وہ تمہیں اپنے ساتھ گاؤں لے گیا۔

راما سُندری اپنی کہانی ختم کر کے نیچے اُتر گئی۔ ارملا بے حس و حرکت ماں کی تصویر گود میں لئے بیٹھی رہی۔ راما سندری نے جو کچھ اُسے بتایا تھا۔ وہ تصویروں کی طرح اُس کی آنکھوں کے تلے پھر گیا۔ اُس کی ماتا ـــــــ یہ عورت جو فرشتوں کی طرح حسین اور خوبصورت تھی ـــــــ اور وہ دوسرا شخص جو حُسن میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا۔ لیکن جس کا دِل شیطان کی آماجگاہ تھا۔ ارملا اِس خیال سے کانپ اٹھی۔ اور بھشتر اناتھ ـــــــ وہ بھشتر اناتھ نہیں جو اب تک اس کے ساتھ رہا تھا۔ کیا یہی شخص تو تھا۔ جس نے اسے گناہ آلود گھرانے سے نکالا۔ بھشتر اناتھ نے عمر میں ایک دفعہ بھی ارملا کے ساتھ میٹھی زبان میں بات نہیں کی تھی بلکہ اس کے طرزِ عمل سے کبھی بھی یہ ظاہر نہیں ہوا تھا۔ کہ اُس کے دِل میں اُنس یا محبت نام کا کوئی جذبہ موجود بھی ہے۔ لیکن آج ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ ارملا اس کے کرخت اور بے حس ظاہر کو چیر کر اس کے باطن کو دیکھ رہی ہے ـــــــ وہ دیکھ رہی ہے کہ بھشتر اناتھ کے دِل میں گہری اور بے لوث محبت کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔ صرف اس لئے کہ ارملا سورا سُندری کی بیٹی ہے بھشتر اناتھ نے اپنے سارے عزیز رشتہ داروں کو چھوڑ دیا اور اپنی طوفانی زندگی اِس ننھی زندگی کے لئے وقت کر دی یہ اس کی ماں کی کبھی نہ بھولنے والی یاد تھی جس نے اِس معصوم لڑکی کو دُنیا کی تمام تکلیفوں اور تمام مصائب سے آزاد رکھا لیکن آج ـــــــ آج حقیقت میں

مایا نے کہا ——— یہ سب نام پُرانے ہو گئے۔ پیار اور عزت کے ایسے ناموں کو اب کوئی نہیں پوچھتا۔

آشا نے پوچھا ——— "پھر تمہیں کون سا نام پسند ہے؟"

مایا نے ہنس کر جواب دیا ——— "پوکھیر والی!"

آشا کوئی اور لطیف نام ہی رکھنا چاہتی تھی۔ لیکن مایا کی صلاح سے پیار کی گالی ہی کو اپنا لیا۔ مایا کے گلے میں دونوں باہیں ڈال کر آشا بولی "پوکھیر والی!" اور پھر ہنستے ہنستے لوٹ پوٹ ہو گئی۔

۱۱

آشا کو ایک سہیلی کی ضرورت تھی محبت کا کیف و سرور بھی صرف دو آدمیوں کے درمیان لطف نہیں دیتا۔ دل کو محبت سے تند کرنے سے خوش کرنے کے لئے کسی تیسرے آدمی کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔

مایا بھی ایسے ہی ساتھی کی متلاشی تھی۔ وہ نئی بہو کی محبت کی کہانیوں کو کان لگا کر بڑے شوق سے سنتی تھی۔ جیسے کوئی شرابی پرانی شراب کو شوق سے پیتا ہے اس سے مایا کا دماغ چکرانے اور کھولنے لگا۔

دوپہر کے سناٹے میں جب لکشمی سو رہتی تھی نوکر جا کر نیچے کے کمرے میں آرام کرنے چلے جاتے تھے اور بہاری کے بہت کہنے سننے سے کچھ دیر کے لئے مہندر کالج چلا جاتا تھا۔ اس وقت اس سنسان گھر میں کھلے فرش پر اپنے پریشان بالوں کو تکیے پر بکھیر کر آشا لیٹ جاتی تھی۔ اور مایا اپنی چھاتی کے نیچے تکیہ رکھ کر پاؤں پھیلا کر آشا کی زبانی مہندر کی داستان محبت دل لگا کر سنتی تھی سنتے سنتے اس کے گلابی رخسار تمتما اٹھتے اور سانس زور زور سے چلنے لگتا تھا

مایا ایک محقق کی طرح سوالات کی بوچھاڑ کر کے چھوٹی سے چھوٹی بات بھی

آشا سے پوچھ لیتی تھی۔ ایک بات کو بار بار سنتی تھی۔ اور جب اپنے دل کی آرزو پوری ہو جاتی تو نئے قسم کے سوالات کرتی تھی کہتی —— "اچھا بہن! اگر ایسا ہوتا تو کیا ہوتا؟ اور اگر ایسا ہوتا تو تم کیا کرتیں؟

اس طرح کے نئے نئے سوالات سے عیش و آرام کی باتوں کو بڑھا کر بیان کرنے میں آشا کا جی بھی نہ اکتاتا تھا۔ بلکہ مسرت محسوس ہوتی تھی۔

مایا کہتی تھی —— "اچھا! اگر تمہارے ساتھ ہماری بابو کا بیاہ ہوتا ——!"

آشا لجا کر کہتی۔ "چھی چھی! ایسی باتیں نہ کرو مجھے بڑی شرم آتی ہے البتہ تمہارے ساتھ ہوتا۔ تمہاری بھی تو شادی کی بات چلی تھی۔"

مایا کہتی۔ "میرے لئے تو بہت سے لوگوں کی بہت سی باتیں ہوئی تھیں نہیں ہوا تو اچھا ہی ہوا۔ میں جیسی ہوں ویسی ہی اچھی ہوں۔"

لیکن آشا اس بات کو نہ مانتی تھی۔ کیونکہ اس کی حالت دیکھکر وہ کیسے یقین کر سکتی تھی۔ کہ اس کی حالت اچھی ہے۔

آشا کہتی تھی —— "اچھا اگر ہمارے ان (مہندر) کے ساتھ تمہاری شادی ہو جاتی —— اگر یہ راضی ہو جاتے تو ہو ہی جاتی۔"

ہو ہی جاتی! کیوں نہ ہوتی؟ آشا کا یہ پلنگ تو ایک دن میرا ہی ہونے والا تھا۔ آراستہ مکان کو دیکھ کر وہ سوچتی۔ جو گھر ایک دن اُسی کا ہونیوالا تھا اُسی گھر میں آج وہ غیر بن کر رہتی ہے اس گھر میں اس کی اہمیت ہی کیا ہے؟ وہ تو مہمان ہے۔ آج آئی ہے کل چلی جائے گی۔

کبھی کبھی شام سے کچھ پیشتر مایا آشا کو روک لیتی اور خوب بناؤ سنگار کر کے شوہر کے پاس بھیجدیتی۔ اس کے تصورات گویا چھپ کر اس دلہن کے پیچھے پیچھے ایک حسین نوجوان کے آراستہ خلوت کدے میں پہنچ جاتے۔ کبھی کبھی وہ آشا کو

کسی طرح نہ جانے دیتی تھی۔ باتوں میں الجھا رکھتی تھی۔ اور کہتی تھی ——"اجی ذرا اور بیٹھو! تمہارے سوامی کہیں بھاگے نہیں جاتے۔ وہ جنگلی ہرن تھوڑے ہیں! انہیں تو پالتو ہرن سمجھو۔"

اسی طرح ہنسی دل لگی اور بات چیت میں الجھا کر مایا دیر کر دیتی تھی۔ ایک دن نہندر نے جھنجھلا کر آشا سے کہا ——"تمہاری سہیلی تو ہلنے کا نام نہیں لیتی۔ وہ کب گھر جائے گی؟"

آشا نے جز بز ہو کر کہا ——"دیکھو، تم میری سکھی کو کچھ نہ کہو۔ تم نہیں جانتے۔ وہ تمہیں کتنا چاہتی ہے؟ اور کس طرح دل لگا کر تمہاری باتیں سنتی ہے؟ ہر روز بڑے پیار اور محبت سے میرا سنگار کر کے تمہارے پاس بھیج دیتی ہے۔"

لکشمی پہلے بہو کو کام نہ کرنے دیتی تھی۔ مایا نے اس کی حمایت کر کے اسے کام کاج میں لگا دیا۔ مایا دن بھر کام کرتی تھی۔ اس میں گھڑی بھر کے لئے بھی کاہلی کا اظہار نہ کرتی تھی اور اپنے ساتھ آشا کو بھی چھٹی دینا نہیں چاہتی تھی۔ مایا اس کے لئے کام کا ایک ایسا سلسلہ قائم کر دیتی تھی کہ اس کو ختم کر کے نکل جانا اس کے لئے از حد مشکل تھا اور مایا یہ تصور کر کے کہ آشا کا خاوند سر پر سونے کے کمرے میں کڑھ کڑھ کر سٹپٹا رہا ہے۔ دل ہی دل میں خوش ہوتی تھی۔

آشا اکتا کر کہتی تھی ——"اب مجھے جانے دو۔ ورنہ وہ خفا ہوں گے" مایا جلدی سے کہتی ——"ٹھہرو! یہ کام کر کے چلے جانا۔ بہت دیر نہ لگے گی۔" تھوڑی دیر کے بعد آشا بےچین ہو کر کہتی ——"بس —— اب نہیں ٹھہر سکتی۔ سچ مچ وہ ناراض ہو جائیں گے، مجھے جانے دو۔"

مایا کہتی تھی ——"اجی ٹھہرو بھی، ذرا آج روٹھ ہی جائیں گے تو کیا ہو جائیگا؟ دیکھو جس طرح ترکاری پکانے میں مرچ کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح

محبت کی ملاقات میں بھی خودداری کا ہونا ضروری ہے۔"

لیکن اس مرچ کا مزا مایا ہی جانتی تھی۔ آشا کو اس میں کوئی لذت نہ ملی تھی اور مایا کے پاس وہ ترکاری ہی نہ تھی، جس کے ساتھ مرچ کا مزا تھا۔ یہ سوچتے ہی مایا کی رگ رگ میں آگ سی لگ جاتی تھی اور وہ جدھر دیکھتی ادھر ہی اس کی آنکھوں سے شعلے برستے تھے۔ وہ دل ہی دل میں کہتی ——— "ایسا سکھی گھر اور اتنی محبت کرنے والا خاوند ——— میں اس گھر کو مہاراجہ کا راج محل اور اس پتی کو غلام بنا کر رکھ سکتی تھی۔ اس وقت کیا گھر کی یہی حالت ہوتی؟ آج میری جگہ اس گھر میں یہ نہ سمجھ لڑکی ایک کھلونا ہے۔"

مایا نے آشا کے گلے میں باہیں ڈال کر کہا ——— "ذرا ٹھہرو! بتاؤ کل تمہارے سوامی اور تمہارے درمیان کیا بات چیت ہوئی تھی؟ تمہاری محبت کی باتیں ایسی بھلی معلوم ہوتی ہیں، کہ کھانا پینا سب بھول جاتا ہے۔"

(۱۴)

مہندر نے ایک دن اپنی ماں سے بگڑ کر کہا ——— "یہ کیا اچھا ہو رہا ہے؟ بیگانے گھر کی جوان بیوہ بہو کو لا کر اپنے یہاں رکھنے کی ضرورت کیا ہے؟ میں تو اُسے رکھنا پسند نہیں کرتا ——— نہ جانے کب کیا ہو!"

لکشمی نے کہا ——— "کیا وہ کوئی غیر ہے؟ میرے بھتیجے کی بہو ہے میں تو اُسے غیر نہیں سمجھتی۔"

مہندر نے کہا، "نہیں ماں! یہ اچھا نہیں۔ اسے اس کے گھر بھیج دینا ہی بہتر ہے۔"

لکشمی خوب جانتی تھی، کہ مہندر جو چاہتا ہے۔ وہی کرتا ہے۔ کسی کا کہنا نہیں مانتا۔ اس کی بات کو ٹالنا آسان نہیں۔ اس لئے اس نے بہاری کو بلا کر کہا

—— "بہاری! تم ذرا مہندر کو سمجھاؤ۔ کہ مایا گھر کا سارا کام کاج سنبھالے ہوئے ہے۔ اس سے مجھے بڑی مدد ملتی ہے۔ وہ غیر ہی سہی مگر وہ جتنی خدمت کرتی ہے۔ اتنی خدمت تو کوئی اپنا بھی نہیں کرتا۔"

بہاری نے لکشمی کو کوئی جواب نہ دیا۔ اور مہندر کے پاس جا کر کہا——

"مہندر بھیا کیا مایا کے بارے میں کچھ سوچ رہے ہو؟"

مہندر نے ہنس کر کہا —— "ہر وقت سوچتا ہوں! سوچ کے مارے تو رات کو نیند نہیں آتی۔ اپنی بھاوج ہی سے نہ پوچھ لو۔ آج کل مایا کے خیال میں دنیا کو بھولے ہوئے ہوں۔"

آشا نے گھونگھٹ ہی میں سے ایک ترچھی نگاہ اس کی طرف ڈالی۔

بہاری نے کہا —— "کہتے کیا ہو؟ کہیں "وش برکھش"[1] کا سا معاملہ تو نہیں؟"

مہندر نے کہا —— "ٹھیک یہی صورت حال ہے۔ آشا اب اسے رخصت کرنے کے لئے سٹپٹا رہی ہے۔"

آشا نے پھر گھونگھٹ سے ایک غضب آلود نگاہ ڈالی۔

بہاری نے کہا —— "رخصت کر دینے سے۔۔۔۔ کیا ہوگا؟ کیا وہ پھر نہیں آسکے گی؟ بیوہ کی شادی کر دو۔ کرم خوردہ دانت جڑ سے اکھڑ جائیگا۔"

مہندر نے کہا —— "کند نندنی کا بھی تو بیاہ ہو گیا تھا!"

بہاری بولا: "خیر اب اس مضحکہ خیز مشورے کو رہنے دیجئے۔ میں کبھی کبھی مایا کے بارے میں سوچتا ہوں۔ تمہارے یہاں تو ہمیشہ رہ نہیں سکتی۔ لیکن اسے جنگل میں بھیجنا جسے میں خود دیکھ آیا ہوں ایک بہت بڑی سزا دینا ہوگی۔"

---

[1] بنکم چندر کا ایک بنگالی ناول

ابھی تک مایا کبھی مہندر کے سامنے نہیں آئی تھی۔ لیکن بہاری اُسے دیکھ چکا تھا۔ اور وہ یہ سمجھتا تھا کہ ایسی صورت جنگل میں رہنے کے قابل نہیں۔ ساتھ ہی اُسے یہ بھی کھٹکا تھا۔ کہ مایا کا مہندر کے گھر میں رہنا کہیں کوئی گل ہی نہ کھلائے کیونکہ جو چراغ گھر کو روشن کرتا ہے۔ وہی گھر کو جلا کر راکھ بھی کر سکتا ہے۔

مہندر نے بہاری کی باتوں کا خوب مذاق اڑایا۔ بہاری نے بھی برابر کے جواب دیئے۔

لکشمی نے مایا کو نصیحت کی اور کہا ——— "بیٹی! بہو کو اپنے پاس نہ ٹھہرایا کرو۔ تم گاؤں کی سیدھی سادی لڑکی ہو۔ آجکل کے شہری لڑکوں کا ڈھنگ نہیں جانتیں۔ تم سمجھ دار ہو، اچھی طرح سے سوچ سمجھ کر چلنا۔"

اس کے کہنے کا یہ اثر ہوا کہ مایا آشا کو بڑے ڈھنگ سے اپنے ساتھ نہ رہنے دیتی۔ مایا نے کہا ——— "میں تمہاری کون ہوں؟ میری حالت اچھی نہیں میں اگر عزت آبرو دیکھ کر نہ چلوں گی تو نہ جانے کب کیا ہو جائے گا۔"

آشا بہت روئی دھوئی، مگر مایا اپنی بات پر پکی رہی۔ آشا کو اپنی محبت کی کہانی روزانہ بیان کرنے کی عادت سی پڑ گئی تھی۔ اب کس سے بیان کرے؟ آشا اب لاکھ لاکھ مایا سے ملنا اور بات چیت کرنا چاہتی۔ مگر وہ الگ ہی الگ رہتی تھی۔

اِدھر مہندر کا رویہ بھی کچھ کچھ بدل گیا۔ پریم بندھن کچھ ڈھیلا پڑنے لگا۔ ہر گھڑی پاس بیٹھے رہنے کی خواہش بھی کم ہو گئی۔ پہلے اگر آشا کوئی کام نہیں کر سکتی تھی، یا بگاڑ دیتی تھی۔ تو مہندر ہنسنے لگتا تھا۔ مگر اب اگر آشا کوئی کام نہ کر سکتی یا بگاڑ دیتی تو مہندر کو بُرا معلوم ہوتا۔

اب وہ آشا کی ناتجربہ کاری پر جھنجھلا اٹھتا لیکن منہ سے کچھ نہ کہتا مگر اُسکی

یہ جھنجھلاہٹ آشا سے پوشیدہ نہ تھی۔ وہ اندر ہی اندر سب کچھ سمجھ لیتی تھی آہستہ آہستہ وہ سمجھنے لگی کہ وقت پاس بیٹھنا محبت کے کیف کو کم کر دیتا ہے۔ نہیندر کی محبت اور عزت کی راگنی بے تکری رہی تھی۔ اُس میں تصنع زیادہ تھا۔

ایسے حالات میں عورت بھی مرد۔ اکثر دور رہنے کی کوشش کرتی ہے آشا بھی نہیندر سے دور رہنے کی کوشش کرنے لگی مگر جائے کہاں؟ مایا کے سوا اس کا کوئی ٹھکانا ہی نہ تھا۔

نہیندر بھی محبت کا نشہ کچھ کم ہو جانے کے بعد نئے سرے سے دنیا کے کاموں اور لکھنے پڑھنے کی جانب متوجہ ہوا۔ وہ ڈاکٹری کی کتابوں کو ادھر اُدھر سے نکال کر انکی گرد جھاڑنے لگا، اور اچکن، کوٹ، پتلون وغیرہ کو صندوق سے نکال کر پہننے سنوارنے کی تیاری کرنے لگا۔

(۱۳)

جب مایا کسی طرح ہاتھ نہ آئی۔ تو آشا کو ایک چال سوجھی۔ اُس نے مایا سے کہا ——— "تم ان کے سامنے کیوں نہیں جاتیں، دور ہی دور بھاگی کیوں پھرتی ہو؟"

مایا نے غصے سے تیز ہو کر جواب دیا ——— "چھی چھی!"

آشا نے کہا ——— "کیوں، میں نے ماں سے سنا ہے کہ تم کوئی غیر تھوڑے ہی ہو؟"

مایا نے سنجیدگی کے ساتھ کہا ——— "دنیا میں اپنا بیگانہ کوئی نہیں جو اپنا سمجھے وہی اپنا ہے۔ اور جو غیر سمجھے وہ اپنا ہونے کے باوجود بیگانہ ہے"

آشا نے اپنے دل میں کہا ——— "اس بات کا تو کوئی جواب نہیں۔ سچ مچ وہ (نہیندر) مایا کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کرتے، مایا کو غیر سمجھنا سراسر نا انصافی ہے"

اُس دِن رات کو آشا نے بہت زور دے کر مہندر سے کہا" تمہیں میری سہیلی سے بات چیت کرنی ہو گی"

مہندر نے ہنس کر کہا ——— "تمہاری عقل ٹھکانے ہے؟"

آشا نے کہا ——— "کیوں، اس میں ڈر ہی کیا ہے؟"

مہندر نے کہا ——— "تم اپنی سہیلی کی صورت کی تعریف کرتی ہو، اُسے سن کر تو یہ کام کھٹکے سے خالی نہیں معلوم ہوتا"

آشا نے کہا ——— "تم اس کا کوئی فکر نہ کرو ——— میں سب سنبھال لوں گی ——— اب مذاق کو چھوڑو۔ اور یہ بتاؤ۔ کہ اس سے بات چیت کرو گے یا نہیں؟"

یہ بات نہیں کہ مہندر کو بابا کی صورت دیکھنے کی خواہش ہی نہ تھی آج کل تو کبھی کبھی اس کی صورت دیکھنے کے لئے اس کا دل بے چین ہو اٹھتا تھا مگر یہ آرزو اُسے پوری ہوتی نظر نہ آتی تھی۔

مہندر اصلی کا بندہ تھا وہ شخص اس وجہ سے شادی نہ کرتا تھا کہ ماں کے وقار و اختیار میں فرق نہ آجائے۔ اور اب وہ کسی عورت کی طرف آنکھ اُٹھا کر نہ دیکھتا تھا۔ مبادا کوئی غیر لڑکی آشا کی محبت کی حصہ دار بن جائے۔ وہ اپنے آپ کو محبت میں کھرا اور سچا سمجھتا تھا۔ یہاں تک کہ وہ بہاری کے سوا اور کسی کو اپنا دوست بھی نہ بنانا چاہتا تھا۔ اور اگر کوئی اس کے ساتھ دوستانہ تعلقات بڑھانے آتا تھا تو وہ اُسے نفرت و حقارت کی نظر سے دیکھتا تھا۔ اس سلسلے میں وہ بہاری کے مشوروں کو بھی قبول نہ کرتا تھا۔

مہندر نے کہا ——— "رہنے تو چنی! تمہاری سہیلی سے بات چیت کرنے کی مجھے فرصت کہاں ہے؟ پڑھنے کے وقت میں اپنے نصاب کی

کتابیں پڑھتا ہوں۔ اور جب فرصت ہوتی ہے۔ تو تم سے باتیں کرتا ہوں۔ مایا سے ملنے اور باتیں کرنے کے لئے وقت کہاں سے لاؤں ؟"

آشا نے کہا "اچھا! تمہارے پڑھنے کا وقت نہ سہی۔ لیکن میں اپنے وقت کا کچھ حصہ اپنی سہیلی کی نذر کر دوں تو اس کے ساتھ بات چیت کروگے ؟"

مہندر نے کہا ——— "تم اپنا وقت دوگی۔ لیکن میں اسکی اجازت دوں جب ؟"

مہندر اپنے اور آشا کے درمیان مایا کو ذرا بھی جگہ دینے کو تیار نہ تھا۔ یہ اس کا آخری فیصلہ تھا۔

آشا نے ہار مان کر اُس سے کہا ——— "میری خاطر ہی سے آج تم اس سے بات چیت نہ کرو۔

آشا کے بار بار مجبور کرنے پر آخر مہندر نے مایا کے ساتھ باتیں کرنے کی حامی بھرلی، لیکن ساتھ ہی کہہ دیا ——— بس ایک ہی بار ہر وقت اس سے باتیں نہ کرسکوں گا۔"

دوسرے دن جب مایا صبح سو رہی تھی۔ تو آشا جا کر اس کے گلے سے لپٹ گئی۔ مایا نے کہا ——— "واہ یہ کیسی تعجب خیز بات ہے۔ چکوری آج چاند کو چھوڑ کر بادل کے پاس کیسے آئی ؟"

آشا نے کہا ——— "تمہاری طرح میں شاعری نہیں کر سکتی۔ پھر کیوں مٹی میں موتی بکھیرتی ہو ؟ جو تمہاری ان باتوں کا جواب دے سکتا ہے اس کے پاس کیوں نہیں چلتیں ؟"

مایا نے پوچھا "وہ رسیا کون ہے ؟"

"تمہارے دیور۔ نہیں جی مذاق نہیں۔ وہ تم سے بات چیت کرنے کے لئے مجھ سے اکثر کہہ چکے ہیں۔"

چالاک مایا نے اپنے دل میں کہا ——— "عورت کے حکم سے مجھے پکارا گیا ہے۔ مگر میں ایسی کہاں ہوں جو پکارنے ہی فوراً دوڑی جاؤں؟"
مایا کسی طرح وہاں مل کر بات چیت کرنے پر رضامند نہ ہوئی۔ آشا کو اپنے خاوند کے سامنے بے حد شرمندہ ہونا پڑا۔
مہندر بھی دل میں جھنجھلایا اور اس نے دل ہی دل میں کہا ———
"میرے سامنے آنے سے انکار کر دینے کے کیا معنی؟ کیا مجھے وہ عام مردوں کی طرح سمجھتی ہے؟ اور کوئی ہوتا تو اب تک کسی نہ کسی طرح مایا کی صورت دیکھ لیتا اور بات چیت کرنے کی بھی کوشش کرتا۔ مگر میں نے ایسی کوئی کوشش نہیں کی۔ اس کے باوجود کیا وہ مجھے نہیں پہچان سکی؟ اگر وہ ایک مرتبہ سوچے تو سمجھ جائے کہ مجھ اور دوسرے لوگوں میں کس قدر فرق ہے۔"
مایا نے بھی دو دن قبل دل میں کہا تھا ——— "میں اتنے دنوں سے اس گھر میں ہوں مگر مہندر نے کبھی مجھے دیکھنے کی آرزو نہیں کی۔ جس وقت میں بوا کے پاس رہتی ہوں اس وقت بھی کوئی بہانہ بنا کر میرے پاس نہیں آتا۔ اسقدر بے پروائی آخر کیوں ہے؟ کیا میں اس قدر حقیر ہوں؟ کیا میں انسان نہیں؟ کیا میں عورت نہیں؟ وہ ایک بار مجھے دیکھ لیتے تو سمجھ سکتے کہ مجھ میں اور چنی میں کتنا فرق ہے؟"
آشا نے خاوند سے کہا ——— "تم جب کالج جاؤ گے تو میں اپنی سہیلی کو کمرے میں لے آؤں گی۔ تم کالج نہ جانا راستے سے یکایک لوٹ آنا۔ بس مایا قابو میں آجائے گی!"
مہندر نے کہا ——— "اس نے ایسا کونسا قصور کیا ہے۔ کہ یہ سزا تجویز ہو رہی ہے ———؟"

آشا بولی ——— "نہیں جی! سچ مچ مجھے اس پر بڑا غصہ آ رہا ہے۔ تم سے ملنے پر اُسے اعتراض ہے۔ جب اسے اچھی طرح سنا لوں گی۔ اور اس کا عہد توڑ لوں گی پھر مجھے سکون حاصل ہو گا"

مہندر نے کہا ——— "تمہاری پیاری سہیلی کو دیکھے بغیر میں مرا نہیں جاتا۔ مجھے اس طرح چھپ کر دیکھنا پسند نہیں"

آشا نے التجا کے انداز میں مہندر کا ہاتھ پکڑ کر کہا ——— "نہیں میری قسم! یہ کام کرنا ہی ہو گا"

مہندر خاموش ہو رہا۔

آشا نے کہا ——— "پران ناتھ! میں تم سے التجا کرتی ہوں۔ میری یہ بات مان لو!"

مایا کو دیکھنے کے لئے مہندر کی بیتابی روز بروز بڑھ رہی تھی پھر بھی اس نے غیر ضروری بے پروائی کا اظہار کر کے یہ جتایا کہ وہ صرف آشا کی بات رکھنے ہی کی غرض سے اس پر رضامند ہوا ہے۔

سردی کا موسم تھا۔ دن نکھرا ہوا تھا۔ دوپہر کے سناٹے میں مایا مہندر کے کمرے میں بیٹھی آشا کو گلوبند بننا سکھا رہی تھی۔ آشا کی توجہ گلوبند کی طرف نہ تھی وہ بار بار دروازے کی طرف دیکھتی ہوئی بننے میں بھول بھول کر مایا کے سامنے اپنے اناڑی ہونے کا مظاہرہ کر رہی تھی۔

آخر کار مایا نے جھنجھلا کر اُس کے ہاتھ سے گلوبند لے کر دور پھینک دیا اور کہا ——— "یہ کام تم سے نہیں ہو سکتا۔ مجھے اور کام ہے، میں جاتی ہوں"

آشا نے کہا ——— "ذرا ٹھہرو! اب کے دیکھو میں غلطی نہیں کروں گی"

مہندر چپ چاپ دروازے سے آ کر مایا کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ آشا ادھر

دیکھے بغیر سر جھکائے آہستہ آہستہ ہنسنے لگی۔
مایا نے کہا "کیوں، کیوں، ہنسنے کیوں لگیں؟ کونسی بات یاد آگئی؟"
آشا ہنسی کو ضبط نہ کر سکی۔ زور سے کھلکھلا کر ہنس پڑی اور گلوبند مایا کے اوپر پھینک کر بولی ——— "نہ بہن! تم نے ٹھیک کہا ——— یہ میرے بس کا روگ نہیں" اتنا کہکر آشا مایا کے گلے سے لپٹ گئی۔ اور زور زور سے ہنسنے لگی
مایا پہلے ہی سب کچھ سمجھ گئی تھی۔ آشا کے چہرے اور اسکی باتوں اس نے اندازہ کر لیا تھا کہ آج مجھے دکھانے کے لئے یہ سب پھندا ڈالا گیا ہے۔ مہندر کا چپ چاپ پیچھے آکر کھڑا ہو جانا مایا سے پوشیدہ نہ تھا۔ مگر وہ نہایت متانت اور بھولے پن سے ایک معصوم انسان کی طرح جان بوجھ کر آشا کے ایک پھندے میں پھنس گئی
مہندر نے کمرے میں داخل ہو کر کہا ——— "کیا میں بھی سن سکتا ہوں کہ اس ہنسی کی وجہ کیا ہے؟"
مایا چونک کر آنچل سے پیشانی ڈھانپتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی۔ مگر آشا نے ہاتھ پکڑ کر روک لیا۔
مہندر نے ہنس کر کہا ——— "آپ بیٹھئے میں جاتا ہوں"
آشا نے کہا ——— "نہیں"
مایا نے عام عورتوں کی طرح وہاں سے ہٹ جانے کے لئے زور نہیں دیا۔ جیسے بیٹھی تھی ویسے ہی بیٹھی رہی"
آشا نے کہا ——— "اُن (مہندر) سے اتنا شرمانے کی کیا ضرورت ہے؟"
مایا نے مہندر کی طرف اشارہ کر کے کہا ——— "اگر آپ کی ایسی ہی مرضی ہے تو میں بیٹھی ہوں، مگر مجھے دل ہی دل میں کوستے گا نہیں! مجھے بددعا نہ دیجئے گا"
مہندر نے جواب دیا "ایسی بددعا تو ضرور دوں گا جس سے بہت دیر تک

یہاں سے جانے کے لئے آپ کے پاؤں میں طاقت نہ رہے۔"

مایا نے کہا —— "اس سے میں نہیں ڈرتی کیونکہ آپ کی بحث زیادہ ہوئی تو شاید چار پانچ منٹ سے زیادہ نہ ہو گی۔ اور اثناء میں تو شدید ہو بھی چکا ہے۔"

اتنا کہہ کر مایا پھر اٹھنے لگی۔ آشا نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا ——

"تمہیں میرے سر کی قسم تھوڑی دیر اور بیٹھو۔"

(۱۴)

آشا نے پوچھا "سچ کہو —— میری سہیلی کیسی ہے؟"

مہندر نے بے پروائی سے کہا —— "تم کو تو کوئی پسند ہی نہیں آتا"

آشا نے جھنجھلا کر کہا —— "تم کو تو کوئی پسند ہی نہیں آتا۔"

مہندر نے کہا "صرف ایک آدمی کو چھوڑ کر؟"

آشا نے کہا "اچھا اس کے ساتھ ذرا اچھی طرح بات چیت ہونے دو پھر پوچھوں گی۔"

مہندر نے کہا "پھر بات چیت؟ معلوم ہوتا ہے اب یہ بات چیت کا سلسلہ برابر جاری رہے گا؟"

آشا نے کہا —— "اگر کہیں آمنا سامنا ہو جائے گا۔ تو کیا بات چیت نہ کرو گے؟ شرافت اور اخلاق کے تقاضے سے بھی تو بات چیت کرنا پڑتی ہے۔ اگر ایک دن ملاقات اور گفتگو کر کے سلسلہ ختم کر دو گے۔ تو میری سہیلی کیا خیال کرے گی؟ تمہاری سب باتیں انوکھی ہیں۔ کوئی اور ہوتا تو ایسی عورت سے گفتگو کرنے کی خود بخود کوشش کرتا۔ مگر تمہارے سر پر تو جیسے کوئی بڑی بھاری آفت ٹوٹ پڑی ہو!"

اپنے اور دوسرے لوگوں میں ایک نمایاں فرق کی بات سنکر مہندر۔ دل

ہی دل میں خوش ہوا اور کہا ——— "اچھی بات ہے۔ اس کے لئے گھبرانے کی کیا ضرورت ہے؟ میرے بھاگنے کے لئے بھی دوسری جگہ نہیں اور ابھی تمہاری سہیلی بھی یہاں سے جاتی دکھائی نہیں دیتی۔ اِس لئے کبھی کبھار آمنا سامنا ضرور ہوگا۔ اور ملاقات ہونے پر شریفوں کا سا سلوک کرنا چاہیئے یہ بات تمہیں اپنے خاوند کو سکھانی نہ پڑے گی۔"

ھیندر کو یقین تھا۔ کہ اب مایا کوئی نہ کوئی بہانہ کر کے ہر روز سامنے آیا کرے گی لیکن اس کا یہ خیال درست ثابت نہ ہوا۔ مایا جان بوجھ کر تو کہاں، اچانک بھی کہیں نظر نہ آتی۔

کہیں کوئی غلط فہمی نہ پیدا ہو جائے۔ اِس خوف سے ھیندر آشا کے سامنے بھی مایا کا ذکر نہ کر سکتا تھا۔ اور اپنے جذبے کو چھپاتے اور دباتے ہوئے اس کی آرزو روز بروز بڑھتی جاتی تھی۔ اس کے علاوہ مایا کی بے پرواہی اور غفلت شعاری اس کی آگ پر تیل چھڑک رہی تھی۔

مایا سے ملاقات ہونے کے دوسرے دِن یونہی باتوں باتوں میں ھیندر نے آشا سے پوچھا ——— "اچھا! یہ تو بتاؤ کہ تمہاری سہیلی تمہارے سوامی کے متعلق کیا کہتی تھی؟"

آشا بڑی مشکل میں پڑ گئی۔ مایا نے اس بارے میں کچھ بھی نہیں کہا تھا اس لئے وہ دل ہی دل میں اپنی سہیلی پر بڑی جھنجھلائی اور کہا ———

"ٹھہرو، دو چار دن بات چیت ہونے دو۔ پھر تمہارے متعلق اس کی رائے بھی معلوم ہو جائے گی۔"

ھیندر اس جواب سے اور بھی مایوس ہوا اور مایا سے ملنے میں بے پروائی دکھانا یا اس سے گفتگو کرنا اس کے لئے اور بھی مشکل ہو گیا۔

اتنے میں بہاری آپہنچا، اور آتے ہی کہا —— "کہو مہندر بھیا کس بات پر بحث ہو رہی ہے؟"

مہندر نے کہا —— "دیکھو نا بھائی! بابا یا ممتا نہ جانے کیا نام ہے —— اس سے تمہاری بھوجی نے دوستی کی ہے۔ اور آپس میں پکارنے کے لئے "بالوں کی ڈوری" یا "مچھلی کا کانٹا" ایسا ہی کوئی نام تجویز ہوا ہے کہتی ہے تمہیں بھی اس سے دوستی کرنی ہو گی؟ اور پکارنے کے لئے "سگرٹ کی راکھ" یا دیا سلائی کی لکڑی" ایسا ہی کوئی نام رکھنا ہوگا۔ بھلا یہ بھی کوئی بات ہے؟"

آشا کے رنگین ہونٹ جواب دینے کے لئے گھونگٹ میں پھڑک اٹھے

بہاری نے مہندر پر ایک تیز نظر ڈال کر کہا —— "بھوجی! حالات اچھے نظر نہیں آتے۔ یہ سب بہانے کی باتیں ہیں —— "تمہاری" چوکھیر بالی" کو میں نے دیکھا ہے۔ اور میں یہ سب بات قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں۔ کہ اگر مجھے ان کو بار بار دیکھنے کا موقعہ نہ ملے۔ تو اسے میں اپنی بدقسمتی نہیں سمجھ سکتا۔ تو اُن سے مہندر بھیا کی یہ ہچکچاہٹ / یہ بے پروائی ضرور مشکوک ہے"

مہندر اور بہاری میں بڑا فرق ہے —— آشا کو آج اس بات کا ایک اور بھی ثبوت ملا۔

یکایک مہندر کو فوٹوگرافی سیکھنے کا شوق ہوا —— پہلے اس نے فوٹوگرافی سیکھنا شروع کر کے چند دنوں کے بعد چھوڑ دیا تھا۔ اب پھر اس نے اسی کیمرے کی مرمت کروا کر تصویریں اتارنا شروع کر دیا۔ گھر کے نوکروں چاکروں تک کی تصویریں بن گئیں۔

آشا ایک دن ضد کر بیٹھی اور کہا —— "تمہیں میری سہیلی کی بھی تصویر بنانی ہو گی؟"

ہمندر نے اختصار سے کہا ——— "اچھا!"

مایا نے اس سے بھی زیادہ اختصار کرکے کہا ——— "نہ"

اس مرتبہ آشا کو ایک اور چال چلنی پڑی۔ مگر وہ بھی مایا سے چھپ نہ سکی۔ فیصلہ یہ ہوا کہ ٹھیک دوپہر کے وقت آشا مایا کو اپنے کمرے میں لاکر سلائے گی۔ اور ہمندر اس حالت میں فوٹو لیکر اس کا کہنا نہ ماننے والی سہیلی کو چڑائے گا۔

حیرت کی بات یہ ہے۔ کہ مایا دن کو کبھی نہ سوتی تھی۔ مگر اس دن آشا کے کمرے میں آتے ہی اسے نیند آگئی۔ وہ سرخ دوشالہ اوڑھ کر کھلی کھڑکی کی طرف منہ کرکے اور اپنے بازو کا تکیہ بنا کر ایسے حسین انداز میں سوئی کہ ہمندر نے دیکھتے ہی کہا ——— "ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ تصویر اتروانے ہی کے لئے لیٹی ہے"

ہمندر کیمرہ لے آیا۔ اور یہ دیکھنے کے لئے کہ کونسی طرف سے فوٹو اچھی آئیگی اسے مایا کے حسن پر ہر زاویے سے غور کرنا پڑا۔ حتے کی فن کی خاطر اس کے سرہانے جاکر اس کے کھلے ہوئے بالوں کو بھی ایک جگہ سے ہٹانا پڑا۔ ہمندر نے آشا کے کان میں کہا ——— "پیروں کے پاس والے دوشالے کے آنچل کو بائیں طرف ہٹادو"

انجان آشا نے آہستہ سے کہا: "مجھ سے ٹھیک نہ ہوگا۔ جاگ پڑے گی۔ تم ہی ہٹادو"

ہمندر نے اسے بھی ٹھیک کردیا۔

آخر تصویر لینے کے لئے ہمندر نے جیسے ہی کیمرے میں پلیٹ لگائی۔ ویسے ہی جیسے کسی آواز سے ہوشیار ہوکر مایا انگڑائی لے کر اور ایک لمبی سانس کھینچکر فوراً اٹھ بیٹھی۔ آشا زور سے ہنس پڑی۔ مایا بے حد بگڑی۔ اس نے آتشیں آنکھوں

سے مہندر پر آگ کے تیر پھینکتے ہوئے کہا ــــ "بڑی ناانصافی ہے!"
مہندر نے کہا ــــ "بے انصافی ہے اس میں کوئی شک نہیں،
گو چور کہلائے، چوری بھی کی لیکن چوری کا مال ہاتھ نہیں آیا۔ اس سے تو دنیا
کے ساتھ ساتھ عاقبت بھی خراب ہوئی۔ اس لئے اب ناانصافی کو مکمل ہو لینے
دو۔ اس کے بعد جی چاہے سزا دے لینا۔"

آشا بھی بابا کے پیچھے پڑ گئی۔ آخر تصویر بنائی گئی۔ مگر وہ خراب ہو گئی اور
فن کار اور ایک اور تصویر بنائے بغیر نہ رہ سکا اس کے بعد فیصلہ ہوا کہ
دونوں سہیلیوں کو ساتھ بٹھا کر ایک اور تصویر بنائی جائے وہ تصویر دونوں
سہیلیوں کے پیار کی نشانی بن کر سب رہے گی۔ اس فیصلہ کی بابا کو خاص خوشی
ہی پڑی اس نے کہا ــــ "اچھی بات ہے مگر اس تصویر کے بعد اب اور
کوئی تصویر نہ بنانے دوں گی۔"

مہندر نے جان بوجھ کر اس تصویر کو خراب کر دیا۔ اس طرح تصویر بنانے
کے بہانے بات چیت ہوتے ہوتے ملاقات بڑھ گئی۔

(۱۵)

انگیٹھی کو باہر سے ہلانے جلانے پر راکھ میں دبی ہوئی چنگاریاں پھر سلگ
پڑتی ہیں مہندر اور آشا کی محبت کی آگ بجھتی جاتی تھی اب تیری طرف سے
اکسائے جانے پر پھر بھڑک گئی تھی۔

آشا میں ہنسی دل لگی کرنے کی طاقت نہ تھی مگر بابا ہنسی دل لگی اپنانے کے
گر خوب جانتی تھی اور یہی وجہ تھی کہ آشا کو بابا سے بے حد محبت ہو گئی تھی اس نے بابا
کو اپنے سکھ کا راز سمجھا۔ مہندر کو ہمیشہ ہنسانے اور خوش رکھنے کے لئے اب
اسے زیادہ فکر کرنی پڑتی تھی۔ جب مہندر اور بابا آپس میں ہنسی دل لگی کرتے تھے

تو وہ ضرور ہی کہتا کہ ہنسنے میں ان کو ساتھ دیتی تھی۔ تاش کھیلنے کے وقت جب مہندر اس سے بے ایمانی کرتا تو وہ بابا کو ثالث مان کر جھگڑے کا فیصلہ کراتی تھی مہندر ہنستا یا مذاق کی کوئی بات کرتا تو آشا اس سے کہتی بابا میری طرف سے کوئی زوردار جواب دو۔ بابا کی جانب نہ چھپنے لگتی۔ اس طرح تینوں آدمیوں کی مجلس بہر روز جمنے لگی۔

مگر اتنا کچھ ہونے پر بھی بابا کام کاج میں ذرا بے پروائی نہ کرتی تھی۔ وہ باورچی خانے کے کام اور لکشمی کی خدمت وغیرہ سے فارغ ہو کر ہنسی مذاق میں شریک ہوتی تھی ——— مہندر جھنجھلا کر کہتا ——— "معلوم ہوتا ہے تم تو ہم دونوں کو کاہل بنا دوگی۔"

بابا جواب دیتی ——— "بیکار بیٹھ کر خود کاہل ہونے سے یہ بہتر ہے۔ جاؤ تم کالج جاؤ۔"

"آج تو اتوار ہے۔"

"نہیں یہ نہ ہوگا۔ تمہاری گاڑی تیار ہے۔ کالج جانا ہوگا۔"

"میں نے تو گاڑی لانے والے کو منع کر رکھا تھا۔"

"میں نے گاڑی لانے کو کہہ دیا تھا۔"

اتنا کہہ کر بابا فوراً مہندر کی پوشاک لا کر اس کے سامنے رکھ دیتی تھی۔

مہندر کہتا "تمہیں تو کسی راجپوت کے ہاں پیدا ہونا چاہئے تھا۔ اگر تم راجپوتنی ہوتیں تو جنگ کے وقت اپنے خاوند کو اپنے ہاتھ سے سامانِ جنگ سے آراستہ کرکے میدانِ جنگ میں بھیجتیں۔"

بابا کی وجہ سے اب ہنسی کھیل کے لئے چھٹی پانا یا کالج نہ جانا بڑا مشکل ہو گیا پہلے کبھی کبھی جب ٹھیک وقت پر کھانا تیار نہ ہوتا تھا تو مہندر اس بہانے کالج

لہ جاتا تھا۔ اب مایا سب کچھ ٹھیک وقت پر تیار کر کے مہندر کو کھلا پلا دیتی اور
نٹنے کے فوراً بعد اُسے اطلاع ملتی کہ گاڑی تیار کھڑی ہے پہلے کالج جاتے وقت
بت دیر تک یہ پتہ نہ چلتا تھا کہ کونسا کپڑا دھوبی کے گھر گیا ہوا ہے اور کونسا الماری
یں رکھا ہے مگر اب تمام کپڑے قرینے سے الماریوں میں بند رہتے تھے۔

شروع میں یہ سب کچھ سکھانے کے لیے مایا آشا کو مہندر کے سامنے
منت بھی بلاتی تھی مہندر بھی آشا کی اس سادگی کو مذاق میں ٹال دیتا تھا آخرکار
یا نے زبردستی کی وجہ سے تمام ذمہ داریاں اپنے اوپر لے لیں۔ گھر کی حالت اور
ی ہو گئی۔

مہندر کو اس طرح کھانے پینے سونے اور آرام کرنے میں ہر جگہ مایا کا
سہارا لینا پڑتا تھا اُسے مایا کے ہاتھ کے بنے ہوئے اونی موزے اور اونی گلوبند
یں ایک شیریں لمس کا احساس ہوتا۔ آجکل آشا بھی اپنی سہیلی کے کمال کی بدولت اچھی
رح سج دھج کر اور عطر لگا کر مہندر کے سامنے جاتی تھی۔ اس سجاوٹ میں کیا آشا
ا اپنا اور کچھ اس کی سہیلی مایا کا حسن شامل ہوتا گنگا میں جمنا کی طرح آشا میں مایا
بھی مل گئی تھی اور اس طرح وہ ہر رات کو نئے نئے ڈھنگ سے مہندر کے
پاس آتی تھی۔

اب بہاری کی ویسی عزت نہ ہوتی تھی جیسے پہلے تھی اسے کوئی بھی نہیں
پوچھتا۔ ایک دن بہاری نے مہندر کو لکھ بھیجا ——— "کل اتوار ہے
یں آؤنگا اور ماں جی کے ہاتھ سے کھانا کھاؤنگا"

مہندر نے دیکھا۔ بہاری کے آنے سے یہ اتوار بالکل برباد ہو رہا ہے اس
نے فوراً لکھ بھیجا۔ "کل مجھے ایک بڑے ضروری کام کے لیے باہر جانا ہے"
مہندر نے سمجھا تھا کہ میرے موجود نہ ہونے کی خبر پا کر بہاری نہیں آئے گا

لیکن ایسا جواب پاکر بھی بہاری اس روز کھانا کھاکر مہندر کے گھر پہنچا باہر کوٹھے سے
پر چڑھنے پر پتہ چلا کہ مہندر گھر ہی میں ہے۔ کہیں باہر نہیں گیا۔ بہاری اندر چلا گیا
سیڑھیوں پر جاکر اس نے مہندر کو آواز دی اور وہ سیدھا کمرے میں پہنچ
گیا۔ مہندر نے جھینپ کر ــــــ "اُف سر میں بڑا درد ہے" کہہ کر سر
کو پکڑ کر بستر پر لیٹ رہا۔ درد کا نام سنکر اور مہندر کی بے چینی دیکھ کر آشا گھبرا
اٹھی۔ اب کیا کرنا چاہیے۔ اس نے یہ جاننے کے لیے بابا کی طرف دیکھا۔ بابا
اچھی طرح جانتی تھی کہ سر درد کیسا اور کتنا ہے؟ پھر بھی اس نے بڑی گھبراہٹ ظاہر کرکے کہا

"مہندر دیر سے بیٹھے ہو، ذرا سو رہو میں دوا لائے دیتی ہوں"

مہندر نے کہا "رہنے دو کوئی ضرورت نہیں"

بابا نے جلدی سے برف کے پانی میں دوا ملاکر لے آئی اور اس پانی
میں رومال تر کرکے آشا کے ہاتھ میں دے دیا اور کہا "اسے ان کے سر پر پٹی
کی طرح باندھ دو"

مہندر بار بار کہنے لگا "رہنے دو نا"

بہاری ہنسی کو روک کر چپ چاپ یہ تماشا دیکھنے لگا۔

بہاری کے سامنے شرم کے مارے ہاتھ کانپنے کی وجہ سے آشا وہ رومال
اچھی طرح نہ باندھ سکی، دو تین قطرے ایو ڈی کلون مہندر کی آنکھوں میں پڑ گیے
بابا نے آشا کے ہاتھ سے لے کر اچھی طرح احتیاط سے پٹی باندھ دی اور دوسرے
کپڑوں کو اس دوا میں بھگو کر تھوڑا تھوڑا کرکے پٹی پر نچوڑ دیا۔ آشا گھونگھٹ
نکالے سرہانے بیٹھ کر پنکھا جھلنے لگی۔

بابا نے محبت بھرے لہجے میں پوچھا ــــــ "کیوں مہندر بابو
کچھ آرام ہے؟"

اس طرح میٹھی آواز سے امرت برسا کر بابا نے تیزی کے ساتھ بہاری کی طرف دیکھا۔ بہاری کی آنکھوں میں رازدارانہ ہنسی جھلک رہی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ سب ایک تماشہ ہو رہا ہے بابا نے سمجھ لیا کہ اس آدمی کو جھٹلانا یا بہلانا آسان کام نہیں کوئی راز اس سے چھپایا نہیں جا سکتا۔

بہاری نے ہنس کر کہا ---------- "بڑی بہو! ایسی خدمت کرنے سے تکلیف کم نہ ہوگی بڑھ ہی جائیگی"

بابا نے کہا ---------- "بیرجی! ہم جاہل عورتیں کیا جانیں؟ آپ کی ڈاکٹری کی کتابوں میں کیا ایسا ہی لکھا ہے؟"

بہاری نے کہا ---------- "بھلا خواہ نہ ہو لیکن میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں، ایسی خدمت دیکھکر میرے بھی سر میں درد ہونے لگا ہے کہ کچھ ایسے خوش قسمت لوگوں کا سر درد دوا دارو کے بغیر ہی رفع ہو جاتا ہے ہمارے مہندر بھیا بڑے خوش قسمت ہیں!"

بابا نے دوا سے تر کیا ہوا کپڑا اٹھا لیا اور کہا ---------- "کوئی ضرورت نہیں، دوست کا علاج دوست ہی کرے گا!"

حالات دیکھکر بہاری نے دل ہی دل میں بہت برا مانا تھا۔ ادھر کچھ دنوں سے وہ پڑھنے میں محو تھا۔ اسے مہندر، آشا، بابا کے اِس طرح مل جلنے کا کوئی حال معلوم نہ تھا۔ آج بہاری نے بابا کو اور بابا نے بہاری کو بڑے غور سے دیکھا۔

بہاری نے قدرے تیز آواز میں کہا ---------- "ٹھیک بات ہے دوست کی دوا، دوست کی خدمت، دوست ہی کر سکتا ہے۔ میں ہی مہندر کو لایا تھا اور میں ہی اسے ساتھ لئے جاتا ہوں۔ سر درد کی دوا بہت سستی ہے

اسے اس طرح بیکار ضائع نہ کرو ——— اس کے بعد آشا کی طرف دیکھ کر کہا ——— "مُنھوجی! دوا کر کے تکلیف دور کرنے کی کوشش کرنے سے تکلیف پیدا ہی نہ ہونے دینا عقلمندی کا کام ہے"

(۱۶)

بہاری نے سوچا ——— اچھا دور رہنے سے کام نہ چلے گا جیسے بھی ہو مجھے بھی ان کے درمیان اپنے لئے جگہ پیدا کرنی ہوگی۔ ان میں سے کوئی مجھے چاہے یا نہ چاہے۔ لیکن مجھے اُن کے ساتھ رہنا چاہیئے۔

بُلانے یا عزت و احترام کے خیال کو بالائے طاق رکھ کر بہاری مہندر کے دائرے میں داخل ہونے لگا۔ اس نے بابا سے کہا "دیکھو بڑی بہو! اس لڑکے کو اس کی ماں نے بگاڑا ہے۔ مٹی کر دیا ہے اور عورت بھی بگاڑ رہی ہے اب تم بھی انہیں کے ساتھ مل کر اسے مٹی نہ کرو۔ میں التجا کرتا ہوں کہ اسے اچھا راستہ دکھاؤ ———"

مہندر نے کہا "کیا مطلب؟"

بہاری نے کہا "مطلب یہ کہ مجھ جیسے آدمی کو جسے کوئی نہیں پوچھتا" "وہ چاہے مٹی ہی کر دو"۔ مہندر نے جملہ مکمل کیا "بہاری! مٹی ہونے کی ذہنیت آسان نہیں۔ درخواست پیش کرنے ہی سے کام نہیں ہوتا"۔

بابا نے ہنس کر کہا ——— "مٹی ہونے کی لیاقت ہونی چاہیے، بہاری بابو!"

بہاری نے کہا "ذاتی قابلیت نہ ہونے پر بھی کاریگر کے ہاتھ کی خوبی سے سب کچھ ہو سکتا ہے۔ ایک بار امتحان کر کے دیکھ لو"

بابا نے کہا "پہلے سے تیار ہو کر آنے سے کچھ نہیں ہوتا اس کے لئے

ہوش سے دور رہنا پڑتا ہے۔ واقفیت اس کے لئے لازمی ہے۔ تم کیا کہتی ہو آشا! اپنے اس دیور کا بار تمہیں اپنے سر لو گی!"

آشا نے اسے اپنے پاس سے آہستہ سے دھکیل دیا۔ بہاری نے بھی اس دل لگی کا کوئی جواب نہیں دیا۔ مہندر سے یہ بات پوشیدہ نہ تھی۔ کہ آشا کے متعلق بہاری سے دل لگی کرنا بہاری کے لئے ناقابل برداشت ہوتا ہے۔ وہ آشا کو دیوی کی طرح قابل احترام و پرستش سمجھتا ہے۔ اور مجھے حقیر کیا جانتا ہے ——— یہ بات مہندر کو کانٹے کی طرح کھٹکی۔ اس نے پھر آشا سے کہا ——— "تمہارا یہ بھکاری دیور میری آڑ لے کر تمہیں سے محبت کی ——— بہار کی ——— بھیک مانگنے آیا ہے ——— کچھ دے دو نا!"

آشا اس دل لگی سے جل اٹھی۔ لمحہ بھر کے لئے بہاری کا چہرہ سرخ ہو گیا لیکن اس نے اس جذبے کو دباتے ہوئے ہنس کر کہا۔ "دیدی میری دفعہ دوسرا برتاؤ گی! کیا مہندر بھیا کے ساتھ ہی نقد کاروبار کرنا جانتی ہو؟"

آشا اچھی طرح سے سمجھ گئی کہ بہاری سب کچھ چوٹ کرنے ہی کے لئے آیا ہے۔ اس نے عزم کر لیا کہ بہاری کے سامنے ہر قسم کے ہتھیاروں سے لیس رہنا ہوگا۔

مہندر بھی جھنجھلا اٹھا۔ خالص بات کہنے میں شاعری کی مٹھاس ضائع ہو جاتی ہے لیکن بہاری نے خالص ہی کہہ دیا۔ مہندر نے قدرے تیز لہجے میں طنز کے ساتھ کہا "بہاری! تمہارے بھیا کو اور کہیں کاروبار کرنے نہیں جانا پڑتا جو اس کے اپنے ہاتھ میں ہے وہ اس پر مطمئن ہے"۔

بہاری نے کہا۔ "ہو سکتا ہے مگر قسمت میں لکھا ہو تو کاروبار کی لہر باہر

سے بھی آ کر مضطرب کر دیتی ہے ——!"

مایا نے اس کے جواب میں کہا: "ابھی تو آپ کے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں پھر پھر کیوں صبر سے آتی ہے؟"

بہاری پر ایک ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ ایک تیز نگاہ ڈال کر مایا نے انگوٹھے سے آشا کا پیر دبایا آشا نا راض ہو کر اٹھ بیٹھی بہاری بار مان کر غصے سے خاموش ہو گیا۔ جیسے ہی وہ جانے کے لئے اٹھنے لگا۔ مایا نے کہا "بہاری بابو مایوس ہو کر نہ جایئے میں اپنی سکھی کو بھیج دیتی ہوں!"

مایا کے جاتے ہی جمی ہوئی محفل برخواست ہو گئی۔ اس سے مہندر دل ہی دل میں مضطرب ہوا۔ اس کے چہرے کے جذبات بہاری سے پوشیدہ نہ رہے ابھی تک بہاری کھل کر کچھ نہ کہہ سکتا تھا۔ جوش کو دبائے ہوئے تھا۔ اب اسے تنہائی ملی تو کھل پڑا —— بولا "بھیا، اگر تم اپنے آپ کو برباد کرنے پر تلے ہو تو کرو —— ہمیشہ سے تمہاری عادت ہی یہی ہے مگر جو بھولی بھالی لڑکی آشا تم پر پورا اعتبار کرتی ہے پورا اعتماد رکھتی ہے اور جس کا واحد سہارا تم ہو اسے برباد نہ کرنا —— میں التجا کرتا ہوں کہ وشواس گھات نہ کرنا، اس کے اعتماد کو دھکا نہ پہنچانا ——!" کہتے کہتے بہاری کا گلا بھر آیا۔

مہندر نے غصے کو چھپا کر کہا "بہاری! تمہاری بات تو میں ذرا بھی نہیں سمجھا یہ پہیلیاں چھوڑ کر صاف صاف کہو"

بہاری نے کہا "صاف ہی کہونگا۔ مایا جان بوجھ کر تمہیں ٹیڑھے راستے کی طرف کھینچ رہی ہے۔ اور تم سوچے سمجھے بغیر نادانوں کی طرح ادھر ہاتھ بڑھا رہے ہو!"

مہندر نے گرج کر کہا: "غلط بات ہے تم اگر کسی شریف آدمی کی بہو بیٹی کو اس طرح شک کی بری نظر سے دیکھتے ہو۔ تو تمہارا زمانے میں آنا مناسب نہیں۔"

عین اسی وقت چاندی کی ایک چھوٹی سی طشتری میں مٹھائی لے کر ہنستی ہوئی مایا آئی اور طشتری بہاری کے آگے رکھ دی بہاری نے کہا: "یہ کیا معاملہ ہے؟ مجھے تو بالکل بھوک نہیں۔"

مایا نے کہا: "یہ بھی کبھی ہو سکتا ہے آپ کو منہ میٹھا کر کے جانا ہو گا۔"

بہاری نے ہنس کر کہا۔ "معلوم ہوتا ہے میری درخواست منظور ہوئی تعظیم و تکریم شروع ہو گئی۔"

مایا نے مسکرا کر آہستہ سے کہا: "آپ دیور ٹھہرے آپ کو زور تا تکا زور ہے نا؟ جہاں دعوے اصل سکتا ہے وہاں بھیک مانگنے کی کیا ضرورت ہے! آپ زبردستی تعظیم کرا سکتے ہیں۔ کیوں مہندر بابو؟"

مہندر کے منہ سے اس وقت غصے کے مارے بات نہیں نکلتی تھی۔ مایا نے کہا: "بہاری بابو، شرم کے مارے نہیں کھاتے یا ناراض ہو؟ کیا اور کسی کو بلانا ہو گا"

بہاری نے کہا۔ "نہیں، کوئی ضرورت نہیں، جو مل گیا وہی بہت ہے۔"

مایا نے کہا: "دل لگی میں تو آپ سے جیتنا مشکل ہے مگر مٹھائی سے بھی آپ کا منہ بند نہیں ہوتا۔"

رات کو آشا نے مہندر کے سامنے بہاری کے خلاف غم و غصہ کا اظہار کیا اس وقت مہندر نے اسے عادت کے مطابق ہنسی میں نہیں اڑا دیا ——— پوری طرح اس کا ساتھ دیا۔

صبح اٹھتے ہی مہندر بہاری کے مکان پر پہنچا۔ اور بولا: "بہاری! ہزار ہو لیکن مایا ہمارے گھر کی عورت نہیں۔ تمہارے سامنے آنے سے تو یہ برا معلوم ہوتا ہے۔"

بہاری نے کہا: "یہ بات ہے! تو اب سے میں بھی اس کے سامنے نہ جاؤں گا۔"

مہندر کی فکر دور ہو گئی۔ اسے مطلق امید نہ تھی کہ یہ ناخوشگوار کام اتنی آسانی سے ٹھیک ہو جائے گا۔

اُسی دن بہاری نے مہندر کے گھر جا کر کہا: "بڑی بھابی میں معافی چاہتا ہوں۔"

مایا نے کہا: "کیوں۔ بہاری بابو؟"

بہاری نے کہا: "آج مہندر بھیا سے معلوم ہوا کہ آپ مجھ سے پردہ کرنا چاہتی ہیں۔ میں اس دن بے دھڑک آپ کے سامنے چلا آیا۔ اس سے آپ مجھ پر ناراض ہیں۔ اسی لئے آپ سے معافی مانگنے آیا ہوں۔"

مایا نے کہا: "یہ کیا بات ہے بہاری بابو؟ میں آج ہوں، کل چلی جاؤں گی۔ آپ میری وجہ سے یہاں آنا کیوں بند کریں گے؟ میں اگر یہ جانتی کہ اتنا بکھیڑا کھڑا ہوگا تو یہاں آتی ہی نہیں۔"

یہ کہتے کہتے مایا کا چہرہ اتر گیا۔ آنکھیں ڈبڈبا آئیں اور وہ اٹھ کر جلدی سے دوسرے کمرے میں چلی گئی۔

بہاری نے اپنے دل میں سوچا کہ میں نے مہندر کے کہنے سے ٹھیک کر کے مایا کو خواہ مخواہ صدمہ پہنچایا۔ یہ میری سخت غلطی تھی۔

اُسی دن شام کو لکشمی نے مہندر سے کہا: "مہندر! مایا اپنے گھر جانے کے

سے اصرار کر رہی ہے۔"

مہندر نے مضطرب ہو کر کہا "کیوں ماں؟ کیا یہاں اُسے کسی قسم کی تکلیف ہے؟"

لکشمی نے کہا "تکلیف کیسی؟ کوئی تکلیف نہیں لیکن وہ کہتی ہے کہ اس کے ایسی جوان بیوہ عورت بہت دنوں تک پرائے گھر رہے گی۔ تو لوگ برا بھلا کہیں گے۔"

مہندر نے بڑے دکھ سے کہا "یہ پرایا گھر ہے؟"

بہاری بیٹھا تھا مہندر نے اس کی طرف نفرت و حقارت کی نظر سے دیکھا اس خبر سے بہاری کو بھی افسوس ہوا۔ اس نے سوچا میری کل کی گفتگو ہی میں کچھ بُرائی کی جھلک پائی جاتی تھی۔ شاید اسی سے بابا کو صدمہ پہنچا ہے۔

مہندر اور آشا دونوں بابا سے ناراض ہو گئے۔ آشا نے کہا "ہم لوگوں کو غیر سمجھتی ہو بہن؟"

مہندر نے کہا "اتنے دنوں کے بعد ہم غیر ہو گئے؟"

بابا نے کہا "آپ لوگ کیا مجھے ہمیشہ یہیں رکھیں گے؟"

مہندر نے کہا "ہماری اتنی مجال کہاں؟"

آشا نے کہا "تو پھر تم نے ہمارا دل کیوں اس طرح اپنے ہاتھ میں کر لیا؟ اتنا میل ملاپ کیوں بڑھایا؟"

اس دن کچھ بھی فیصلہ نہ ہو سکا۔ بابا نے کہا "نہیں بہن اب نہ رہوں گی دو دن کے لئے محبت نہ بڑھانا ہی اچھا ہے۔"

یہ کہکر اس نے اضطراب آمیز نگاہ سے مہندر کی طرف دیکھا۔

دوسرے دن بہاری نے آکر کہا "بڑی بھوجی آپ جانے کے لئے کیوں کہتی

ہیں؟ کیا مجھ سے کوئی قصور ہوا ہے؟ یہ اسی کی سزا تو نہیں؟"

مایا نے منہ پھیر کر کہا: "آپ کا کیا قصور۔ قصور تو سب میری قسمت کا ہے"

بہاری نے کہا: "اگر آپ چلی جائیں گی تو میں یہ سمجھونگا کہ آپ مجھ پر ناراض ہو کر چلی گئیں۔"

مایا نے ہاس آمیز نگاہ سے دیکھتے ہوئے کہا: "آپ ہی بتایئے کیا میرا یہاں رہنا مناسب ہے؟"

بہاری شش و پنج میں پڑ گیا۔ رہنا مناسب ہے، یہ وہ کیونکر کہے؟ اس نے کہا: "آپ کو جانا ضرور پڑے گا نہ ہو تو کچھ دن اور رہ کر جایئے اس میں کیا ہرج ہے؟"

مایا نے آنکھیں جھکا کر کہا: "آپ سب لوگ مجھ سے رہنے کے لئے اصرار کر رہے ہیں۔ آپ سب کی بات ٹال دینا میرے لئے مشکل ہے لیکن آپ لوگ یہ اچھا نہیں کرتے۔"

یہ کہتے کہتے مایا کی بڑی بڑی بادامی آنکھوں سے بڑے بڑے موتیوں ایسے آنسوؤں کی بوندیں ٹپ ٹپ گر پڑیں۔ بہاری ان بے زبان آنسوؤں کی بارش سے مضطرب ہو کر بول اٹھا: "اتنے ہی دنوں میں تم نے اپنی خوبیوں سے سب کو اپنا لیا ہے۔ اس لئے کوئی بھی تم کو چھوڑنا نہیں چاہتا کچھ خیال نہ کرنا بڑی بہو تم ایسی لکشمی کو کون اپنی مرضی سے چھوڑ سکتا ہے؟"

آشا ایک کونے میں گھونگھٹ نکالے بیٹھی تھی۔ وہ دھوتی کے آنچل سے بار بار اپنے آنسو پونچھنے لگی۔

اس کے بعد پھر کبھی مایا نے جانے کا ذکر نہیں کیا۔

(١٧)

آپس میں اس شکر رنجی کو ایک دم مٹا دینے کے خیال سے مہندر نے تجویز
پیش کی کہ آئندہ اتوار کو دھرم کے باغ میں چل کر وہیں کھانے وغیرہ کا انتظام
کیا جائے ۔ آشا اس تجویز سے بہت خوش ہوئی مگر مایا کسی طرح رضا مند نہ ہوئی
مہندر اور آشا مایا کے اس انکار سے ناراض ہوگئے انہوں نے سمجھا آجکل مایا
ہم لوگوں سے گویا الگ دور رہنے کی تیاری میں رہتی ہے ۔

تیسرے پہر بہاری کے آتے ہی مایا نے کہا " بہاری بابو! مہندر بابو
اتوار کے دن دھرم کے باغ میں سیر و تفریح کے لئے جانا چاہتے ہیں ساتھ جانا
نہیں چاہتی ۔ اس لئے وہ دونوں آج صبح ہی سے منہ پھیلائے بیٹھے ہیں"

بہاری نے کہا " منہ پھیلانا بیجا نہیں ۔ تم نہ جاؤ گی تو ان کی سیر و تفریح
میں جو کچھ ہوگا وہ پرماتما کرے کسی دشمن کے بھی نہ ہو"

مایا نے کہا " چلو نا بہاری بابو! اگر آپ چلیں تو میں بھی چلنے کو تیار ہوں ،
بہاری نے کہا " اچھی بات ہے ، مگر مالک کی مرضی سے کام ہوا کرتا ہے
وہ کیا کہتے ہیں؟"

مالک اور مالکن (مہندر اور آشا) دونوں کو مایا کی طرف سے بہاری کی
یہ طرفداری بڑی معلوم ہوئی بہاری کو ساتھ لے جانے کی تجویز سے مہندر کا آدھا
اشتیاق کافور کی طرح غائب ہوگیا وہ چاہتا تھا بہاری کے دل پر یہ بات نقش
کر دی جائے کہ مایا کو بہاری کا آنا پسند نہیں اور اسی کے لئے وہ بیقرار تھا لیکن
اس وقت اس نے سوچا کہ اب بہاری کو آنے سے روکنا نہایت نا
مناسب ہوگا اس نے کہا " اچھا تو ہے مگر بہاری تم جہاں جاتے ہو
وہاں کچھ نہ کچھ جھگڑا کئے نہیں مانتے نہیں کہا جا سکتا کہ وہاں تم محلے بھر کے

لڑکوں کو لے جا کر دھوم مچا دو گے یا کسی گوشے سے مار پیٹ کر بیٹھو گے؟"

بہاری کو معلوم ہو گیا اس کا ساتھ جانا پسند نہیں۔ اس نے دل ہی دل میں ہنس کر کہا "یہی تو دنیا کا لطف ہے! کل کیا ہو گا اور کہاں کیا فساد ہو گا، پہلے سے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ بڑی بہو جی مجھے جانے دو میں ٹھیک روانگی کے وقت حاضر ہو جاؤں گا۔"

اتوار کی صبح کو سامان اور نوکروں کے لئے ایک تیسرے درجہ کی اور مالکوں کے لئے ایک متوسط درجہ کی کرائے کی گاڑی لائی گئی۔ بہاری بھی ایک بڑا بھاری بکس ساتھ لئے آ پہنچا۔ مہندر نے کہا "یہ کیا لائے ہو؟ نوکروں کی گاڑی میں تو اتنی جگہ نہیں، پھر یہ بھاری بکس کہاں رکھو گے؟"

بہاری نے کہا۔ "گھبراؤ نہیں بھیا۔ میں سب ٹھیک کئے دیتا ہوں۔"

ماما اور آشا گاڑی کے اندر جا بیٹھیں۔ بہاری کہاں بیٹھے گا۔ اس فکر سے مہندر کچھ ادھر ادھر کرنے لگا۔ بہاری نے اپنا بکس گاڑی کی چھت پر رسی سے باندھ کر رکھ دیا اور خود جلدی سے کوچ پر جا بیٹھا۔ مہندر نے اطمینان کی سانس لی۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ بہاری گاڑی کے اندر بیٹھے مگر منع بھی نہ کر سکتا تھا۔ ماما نے گھبرا کر کہا "بہاری بابو گر تو نہ پڑیں گے؟"

بہاری نے کہا "ڈر نہیں، گرنا اور بیہوش ہونا میرے حصے میں نہیں آیا۔"

گاڑی کے چلتے ہی مہندر نے طنز کے طور پر کہا "جگہ نہ ہو تو میں ہی کوچ بکس پر جا بیٹھوں۔ بہاری کو یہاں بھیج دیتا ہوں۔"

آشا نے مضطرب ہو کر مہندر کی چادر پکڑ کر کہا۔ "نہیں تم وہاں نہیں بیٹھو گے۔"

ماما نے کہا "آپ کو عادت نہیں، ضرورت ہی کیا ہے؟ کہیں گر پڑیں گے تو مشکل ہو گی۔"

مہندر نے جوش میں آکر کہا۔ "گر پڑونگا؟ کبھی نہیں!" اور یہ کہہ کر وہ اٹھنے لگا۔ مایا نے کہا "آپ ہماری کو الزام دیتے ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ ہم دونوں میں آپ ہی بڑھے چڑھے ہیں۔"

مہندر نے منہ لٹکا کر کہا "اچھا ایک کام کیا جائے۔ میں ایک اور گاڑی منگا کر اس پر چلتا ہوں۔ ہماری اندر آ بیٹھیے"

آشا نے کہا "تو میں بھی تمہارے ساتھ اسی گاڑی میں بیٹھ رہوں گی"

مایا نے کہا "اور میں شاید گاڑی پر کود پڑوں گی!"

بات ہنسی میں ٹل گئی۔ مگر مہندر راستے بھر منہ لٹکائے بیٹھا رہا۔ آخر گاڑی دھرم کے باغ میں پہنچی۔ نوکروں کی گاڑی پہلے روانہ ہوئی تھی۔ مگر ابھی تک اس کا پتہ نہ تھا۔

موسم سرما کی صبح نہایت رنگین تھی۔ و صرب سے اس کی نمی جاتی رہی تھی درختوں کے پتے سورج کی روشنی میں چمکنے لگے تھے پھولوں کی بھینی بھینی خوشبو سے باغ مہک رہا تھا۔ آشا کلکتے کے مکان سے کھلے باغ میں آکر زنجیر کھول کر جنگل میں چھوڑی ہوئی ہرنی کی طرح خوش ہوئی اُس نے مایا کے ساتھ مل کر بہت سے پھول اکٹھے کئے اور شریفے کے پیڑ سے بہت سے پھل توڑ کر کھائے پھر دونوں سہیلیاں بہت دیر تک تالاب میں نہاتی رہیں نہانے کے بعد دونوں نے آکر دیکھا کہ نوکروں کی گاڑی ابھی تک نہیں آئی مہندر بارہ دری کے برآمدے میں کرسی پر بیٹھا ایک انگریزی دکان کا نوٹس پڑھ رہا ہے۔ اس کا چہرہ اُترا ہوا اور منہ خشک ہو گیا ہے۔ مایا نے پوچھا "ہمارے بابو کہاں ہیں؟"

مہندر نے مختصر سا جواب دیا "معلوم نہیں!"

مایا نے کہا "تو چلو، انہیں ڈھونڈ لائیں!"

مہندر نے کہا یہ انہیں کوئی چرا نہ لے جائیگا۔ اور ان کے کھو جانے کا کھٹکا نہیں۔ نہ ڈھونڈنے پر بھی وہ مل جائیں گے۔

بابا نے کہا "لیکن وہ شاید آپ کے لئے نگر مندہوں کہ ایسا قیمتی ہیرا کہیں کھو نہ جائے چلو انہیں تسلی دیتے ہیں"!

باغ میں ایک پختہ کنواں تھا۔ اس کے قریب ہی برگد کا ایک بہت بڑا درخت تھا اور درخت سے ملا ہوا ایک پختہ چبوترہ۔ وہیں بہاری اپنا کمبل بچھائے سٹوو (مٹی کے تیل سے جلنے والا چولہا) نکال کر پانی گرم کر رہا تھا سب کے آتے ہی اس نے ایک ایک پیالہ گرم چائے دی۔ اور ایک تھالی میں کچھ مٹھائی نکال کر آگے رکھدی۔

بابا نے کئی بار کہا۔ "بہاری بابو سامان لیتے آئے تھے ورنہ چائے کے بغیر مہندر بابو کو بڑی بے چینی ہوتی"۔

چائے پینے سے مہندر کی طبیعت ٹھکانے آئی پھر بھی اس نے کہا "بہاری بابو سب جھٹ پٹ کر رہا سیر کرنے آئے ہیں ——— یہاں بھی سب گھر ایسا سامان کرکے آئے اس میں باہر جانے کا اور کھانے پینے کا سب مزہ جاتا رہتا ہے"۔

بہاری بولا "تو بھائی میری چائے مجھے دیدو۔ تم کھانا پینا چھوڑ کر جاؤ سیر کرنے"۔

دوپہر کا وقت ہو گیا جب بھی نوکروں کی گاڑی نہیں آئی بہاری کے بکس سے کھانے پینے کا سامان نکلنے لگا دال، چاول، ترکاری اور چھوٹی چھوٹی شیشیوں میں سے طرح طرح کا مسالہ نکلا بابا نے متحیر ہو کر کہا "بہاری بابو، آپ نے تو ہم لوگوں کے بھی کان کاٹ لئے گھر میں تو ابھی کوئی مالکن

نہیں آتی۔ پھر یہ سب سیکھا کہاں ہے؟"

بہاری نے کہا: "بابی پیٹ کے لئے سب سیکھنا پڑتا ہے اپنا کام آپ ہی کرنا پڑتا ہے۔"

بابا اور بہاری دونوں مل کر کھانا بنانے لگے آشا شرم کے مارے ہاتھ بٹانے کے لئے آئی مگر بہاری نے کہا "تم بیٹھو، اُسے رہنے دو"

رسوئی تیار ہونے پر بابا نے کہا: "مہندر بابو، برگد کے پتے گن چکے اب نہانے کے لئے جایئے"

اتنے میں نوکر چاکر سب سامان لے آ پہنچے۔ اُن کی گاڑی راہ میں ٹوٹ گئی تھی۔ دوپہر کے بعد کھانا پینا ہوا پھر برگد کے نیچے تاش کھیلنے کی تجویز ہوئی مہندر کسی طرح رضامند نہ ہوا اور دیکھتے دیکھتے لیٹ کر سو گیا۔ آشا بھی بارہ دری کے اندر سونے کے لئے چلی گئی بابا نے آنچل کو سر پر کھینچ کرتے ہوئے کہا: "اچھا میں بھی سونے جاتی ہوں"

بہاری نے کہا: "کہاں جایئے گا؟ ذرا بات چیت کیجئے کچھ اپنے گاؤں کی باتیں سنایئے"

بابا اپنے بچپن کی باتیں سنانے لگی۔ ماں باپ اور بچپن کے ساتھیوں کی باتیں کرتے کرتے اُس کی پیشانی سے پردا سرک گیا۔ بابا کے چہرے پر مست و مخمور شباب کا جلال ہر وقت جھلکتا رہتا تھا۔ بچپن کی یاد کے سلسلے نے اس وقت اس جلال کو اور بھی نمایاں کر دیا۔ بابا کی آنکھوں میں پہلے جو تیز طنزوں کو دیکھ کر بہاری کے دل میں کئی شکوک پیدا ہوئے تھے انہیں شفاف بے لوث طرزوں کا نور جب ایک پر سکون لکیر کی صورت میں نمایاں ہوا تو بہاری کو وہ ایک نئی ہستی معلوم ہوتی۔ بہاری نے سوچا ——— بابا باہر سے ایک شوقین

وہ رنگین مزاج عورت معلوم ہوتی ہے لیکن اس کے اندر ایک پجارن ریاضت میں مصروف ہے۔ اس نے ایک لمبی سانس لیکر دل ہی دل میں کہا: "سچ تو یہ ہے کہ آدمی دوسرے کو کیا پہچانے گا؟ وہ اپنے آپ ہی کو اچھی طرح نہیں پہچان سکتا اگر کچھ جانتا ہے تو وہی جاننے والا —— عالم الغیب!"

بہاری نے باتوں کا سلسلہ رُکنے نہیں دیا۔ طرح طرح کے سوالات کرکے اُسے جاری رکھا۔ بابا کو اب تک یہ سب باتیں اس طرح سنانے کے قابل کوئی آدمی نہ ملا تھا —— خصوصاً کسی مرد کے سامنے اُس نے اس طرح کھل کر، جی کھول کر، نظری انداز سے باتیں نہیں کی تھیں۔ آج لگاتار کئی گھنٹے تک ہمدردی سے دل لگا کر سننے والے ایک نوجوان کے سامنے دل کی باتیں کہنے سے بابا کی ساری کائنات گویا صاف پانی سے دھل کر شیریں اور دلکش ہو گئی —— اطمینان سے لبریز ہو گئی۔

مہندر کو آج بہت سویرے اُٹھنا پڑا تھا —— اس کی نیند پوری نہ ہوئی تھی اس لئے تین چار گھنٹے اچھی طرح سونے کے بعد پانچ بجے اُس کی آنکھ کھلی اُس نے اٹھتے ہی جھنجلاہٹ سے کہا: "اب گھر چلنا چاہیے!"

بابا نے کہا: "اگر تھوڑی دیر اور ٹھہر کر چلیں تو کیا کوئی حرج ہے؟"

مہندر نے کہا: "ادھر گورے لوگ شام کو شراب پی کر سیر کے لئے نکلتے ہیں۔ اگر اُن سے سامنا ہو گیا تو مشکل ہو گی!"

سب سامان اکٹھا کرکے باندھنے رکھنے میں اندھیرا ہونے کو آیا۔ اسی دوران میں نوکر نے آکر کہا: "گاڑی نہ جانے کدھر چلی گئی کچھ پتہ نہیں، مجھے باہر پھاٹک پر سے دو گورے زبردستی چھین کر اسٹیشن کی طرف لے گئے ہیں۔"

نوکروں کو دوسری گاڑی لانے کا حکم دیا گیا۔ جھنجلایا ہوا مہندر اپنے دل

ہیں کہنے لگا "آج سارا دن بہار ہو گیا"

آج چاند کی سرد روپہلی چاندنی میں مایا نے ایک نئے جذبے کا احساس کیا آج جب وہ باغ کی اندھیری راہ میں آشا سے لپٹ گئی تو اس کی محبت میں بناوٹ کا نام و نشان نہ تھا۔ آشا نے دیکھا، مایا کی دونوں آنکھوں سے آنسو گر رہے ہیں اس نے بے چین ہو کر پوچھا "کیوں بہن! تم رو رہی کیوں ہو؟"

مایا نے کہا "کچھ نہیں بہن! کوئی بات نہیں ——— آج کا دن مجھے بڑا اچھا معلوم ہوا"

آشا نے پوچھا "کیوں بہن، آج کا دن تمہیں کیوں اتنا اچھا معلوم ہوا"

مایا نے کہا "مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے میں مر گئی ہوں۔ پرلوک میں آ گئی ہوں اور یہاں جیسے مجھے سب کچھ مل سکتا ہے"

حیرت زدہ آشا ان باتوں کا مطلب کچھ بھی نہ سمجھ سکی۔ مرنے کی بات سنکر اس نے دکھ سے کہا "چھی بہن، یہ کیا کہتی ہو؟ ایسی باتیں نہ کرنی چاہئیں"

دوسری گاڑی چل گئی بہاری پھر کوچ بکس پر جا بیٹھا۔ مایا چپ چاپ کھڑکی سے باہر دیکھ رہی تھی چاندنی سے نہائے ہوئے درختوں کی قطار پرچھائیں کے بہتے ہوئے طوفان کی طرح گزرتی جاتی تھیں۔ آشا گاڑی کے ایک کونے میں نیند سے اونگھ رہی تھی۔ مہندر راہ بھر من مارے اداس رات آنکھیں بند کرکے بیٹھا رہا۔

(۱۸)

سیر والے دن کے بعد مایا کو پھر اپنے ہاتھ میں کرنے کے لئے مہندر بیتاب ہو گیا لیکن اس کے دوسرے ہی دن بکشمی کو بخار آ گیا۔ مرض شدید نہ ہونے پر بھی تکلیف اور کمزوری بہت تھی۔ مایا دن رات اس کی خدمت اور دیکھ بھال میں

رہنے لگی

ایک دن مہندر نے بابا سے کہا "اس طرح دن رات کام کرنے سے آخر تم بھی بیمار پڑ جاؤ گی۔ ماں کی خدمت کے لئے میں ایک آدمی رکھے دیتا ہوں"۔

بہاری بھی بیٹھا تھا اس نے کہا "بھیا تم اتنی فکر نہ کرو۔ وہ خدمت کرتی ہیں تو کرنے دو کیا کوئی دوسرا اس طرح کر سکتا ہے؟"

مہندر نے بار بار مریضہ کے پاس جانا شروع کر دیا۔ ایک آدمی کوئی کام نہیں کرتا۔ مگر کام کرتے وقت ہر گھڑی ساتھ لگا رہتا ہے ——

یہ بات بابا کے لئے ناقابل برداشت تھی اس نے جھنجھلا کر دو تین بار کہا۔ "مہندر بابو، آپ یہاں بیٹھکر کام کرا لیتے ہیں۔ جائیے اپنی پڑھائی کا ہرج نہ کیجئے"۔

مہندر اس کے پیچھے پیچھے رہتا ہے یہ دیکھ کر بابا دل ہی دل میں ایک قسم کا فخر، غرور، اور مسرت کا احساس کرتی تھی تاہم اتنا ہلکا پن ——
بیمار ماں کے پاس بھی جیسے کوئی بلی گوشت کے چھیچھڑے پر ناک لگائے بیٹھی ہو دبکے ہی بیٹھے رہنا —— اس سے دیکھا نہ جاتا تھا۔ اسے نفرت ہوتی تھی

بہاری کبھی کبھی تھوڑی دیر کے لئے لکشمی کا حال دیکھنے کے لئے آتا وہ آتے ہی کچھ کہے سنے بغیر جان لیتا کہ کیا چاہئے —— کس چیز کی ضرورت ہے اور دم بھر میں سب کچھ لا کر جمع کر دیتا۔ بابا سمجھتی تھی کہ بہاری میرے اس کام کو عقیدت کی نظر سے دیکھتا ہے۔ اسی لئے اسے بہاری کا آنا اپنی فرض شناسی کا انعام معلوم ہوتا تھا۔

مہندر نے اپنے آپ کو بہت کچھ برا بھلا کہا اور باقاعدہ کالج جانے لگا ادھر اس کا مزاج بہت ہی خشک اور چڑچڑا ہو گیا تھا۔ مگر ادھر یہ کیا تغیر

ہو گیا؟ کھانا ٹھیک وقت پر تیار نہیں ہوتا۔ سائیس کا پتہ نہیں لگتا دوسرے ہی دن سونے کا جوڑا غائب ہو جاتا ہے۔ یہ سب پریشانیاں دیکھ کر اب مہندر کو پہلے کا سا مزاج نہ آتا۔ اب مہندر کو آشا کی فرو گزاشتوں پر ہنسی نہ آتی وہ کہتا "چینی! میں نہ جانے کتنی بار تمہیں تاکید کر چکا ہوں کہ میرے نہانے سے پہلے میرے کوٹ میں بٹن لگا کر رکھ دیا کرو۔ میری پتلون گلو بند، موزہ وغیرہ بھی ایک جگہ رکھ دیا کرو مگر ایک دن بھی تم سے یہ نہیں ہو سکا۔ وقت پر کپڑے اور بٹن تلاش کرنے میں بڑی پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے" اُس وقت شرم و ندامت سے آشا کا بُرا حال ہو جاتا ——— وہ آہستہ سے کہتی ——— "میں نے بیرے سے کہہ دیا تھا"

مہندر کہتا "بیرے سے کہہ دیا تھا؟ اپنے ہاتھ سے کرنے میں کیا کچھ ہرج تھا؟ تمہیں کوئی کام کرنے کی تمیز نہ آتی ———!"

آشا کے لئے یہ بجلی کے صدمے سے بڑھ کر تھا۔ مہندر پہلے کبھی اس طرح نہ کہتا تھا۔ آشا کو یہ جواب سوجھتا تھا کہ تمہیں نے مجھے کام کاج نہیں سیکھنے دیا۔

آشا بار بار اپنی بیمار ساس کے کمرے کے پاس گھومتی تھی ——— بار بار شرم سے لجاتی ہوئی سی دروازے کے پاس جا کھڑی ہوتی وہ خود کو دنیا کے مطلب کی چیز بنانا چاہتی تھی وہ کام دکھانا چاہتی تھی۔ لیکن کوئی اس کے کام کو پسند نہ کرتا تھا۔ اُسے یہ بھی معلوم نہ تھا کہ کام میں کس طرح گھسا جاتا ہے ——— کیسے دُنیا میں جگہ پیدا کی جاتی ہے؟ وہ اپنی ناقابلیت کے حجاب سے باہر ہی باہر پھرتی رہتی پہلے آشا اور مہندر دونوں کبھی بات چیت کر کے اور کبھی چپ چاپ بیٹھ کر بڑے آرام سے وقت

گذارتے تھے لیکن اب مایا کے نہ ہونے کے باعث آشا کے پاس اکیلے بیٹھے پر مہندر کے منہ سے عموماً کوئی بات ہی نہ نکلتی ——— اور خاموش بیٹھے رہنا بھی اُسے غیر مناسب معلوم ہوتا تھا۔

تیسرے پہر مہندر باغ میں ٹہل رہا تھا کہ بِہاری باہر آیا۔ مہندر نے اس کے ہاتھ میں چِٹھی دیکھ کر پوچھا "یہ چِٹھی کس کی ہے؟"

کہار نے کہا "بہاری بابو کی"

"کس نے دی ہے؟"

"بڑی بہو (مایا) نے"

"دیکھیں!" کہکر مہندر نے چِٹھی لے لی۔ جی چاہا کہ کھول کر پڑھے لیکن دو چار بار اُلٹ پلٹ کر ہلا جلا کر مہندر نے وہ چِٹھی کہار کے آگے پھینک دی کھول کر نہیں پڑھی اگر وہ چِٹھی کو کھولتا تو دیکھتا کہ اس میں کیا لکھا ہے ———

"بوا جی کس طرح ساگو دانہ کھانے کے لئے رضامند نہیں ہوتیں کیا آج انہیں دال کا شوربا دیا جائے؟"

دوا اور غذا کے بارے میں مایا مہندر سے کبھی کچھ نہ پوچھتی تھی اس بارے میں وہ بہاری ہی کے مشورے پر چلتی تھی۔

مہندر کچھ دیر تک برآمدے میں ٹہلتا رہا پھر اپنے کمرے میں گیا اندر داخل ہوتے ہی اس نے دیکھا کہ دیوار سے لٹکی ہوئی ایک تصویر کی ڈوری ٹوٹ جانے میں کچھ ہی کسر رہ گئی ہے اور تصویر ٹیڑھی ہو گئی ہے مہندر نے آشا کو زور سے ڈانٹ کر کہا "تمہیں کچھ بھی نہیں سوجھتا۔ اس طرح تو چیزیں ضائع ہو جاتی ہیں"

مایا دمدم کے باغ سے پھول چن کر ایک گلدستہ بنا لائی تھی اور اسے لاکر

پتیل کے گلدان میں رکھ دیا تھا۔ مہندر نے دیکھا وہ خشک ہو گیا ہے تاہم وہ
پھینکا نہیں گیا پہلے مہندر نے اس پر دھیان نہیں دیا۔ آج اس پر بھی اس کی
نظر پڑی۔ اس نے کہا "مایا آگر گلدستے کو نہ پھینکے گی تو یہ بھی یونہی رکھا رہیگا"
یہ کہکر اس نے گلدان سمیت اٹھاکر زور سے باہر پھینک دیا وہ سیڑھیوں
پر کھٹکھٹاتا ہوا نیچے چلا گیا۔

آشا میرے دل کی خواہشوں کے مطابق کیوں نہیں ہوئی وہ میرے دل کے
مطابق کام کیوں نہیں کرتی اور اس میں اتنا الھڑپن کیوں ہے کہ وہ مجھے ہمیشہ
خوش نہیں رکھ سکتی؟ دل میں انہی باتوں پر غور کرتے ہوئے مہندر نے آشا کی
طرف دیکھا کہ اس کا چہرہ زرد پڑ گیا ہے وہ پلنگ کا پایہ پکڑے کھڑی ہے اُسکے
ہونٹ کانپ رہے ہیں صدمہ کے مارے کانپتے کانپتے آشا وہاں سے چلی گئی مہندر آہستہ
سے جاکر گلدان اٹھا لایا کمرے کے کونے میں اسکے پڑھنے کی میز تھی کرسی پر بیٹھ کر
مہندر اس میز پر دونوں ہاتھوں سے سر کو پکڑے دیر تک سوچتا رہا۔

شام ہو گئی نوکر لیمپ جلاکر رکھ گیا۔ مگر آشا نہیں آئی۔ مہندر اضطراب کے
مارے چھت پر اِدھر اُدھر ٹہلنے لگا آدھی رات کا ناٹا چھا گیا تو بھی آشا نہیں آئی
مجبور ہوکر مہندر نے اُسے بلا بھیجا۔ آشا شرماتی ہوئی آہستہ آہستہ دروازے کے
پاس کھڑی ہو گئی مہندر نے پاس آکر اُسے چھاتی سے لگا لیا۔ آشا غم سے بھری
ہوئی تھی مہندر کی اس ہمدردی سے دبا ہوا غم اُمڈ پڑا وہ سسک سسک
کر بچوں کی طرح رونے لگی مہندر نے اُسے زور سے لگا کر سینے سے لپٹا لیا
منہ چوما اور پھر چپ چاپ آسمان پر چمکتے تاروں کو دیکھنے لگا۔ رات کو بستر پر لیٹ
کر مہندر نے کہا ———— "رچنی! ادھر کالج میں مجھے نائٹ ڈیوٹی زیادہ
پڑ گئی۔ رات کو یہاں سے کالج جانے میں دقت ہوگی۔ اسلئے اب مجھے کچھ دن

تک کالج کے پاس ہی میں رہنا پڑے گا۔"

آشا نے سوچا —— کیا ابھی تک اُن کا غصہ فرو نہیں ہوا۔ کیا مجھ سے ناراض ہو کر ہی یہ دور رہنے کی تجویز ہوئی ہے؟

لیکن مہندر کی بات چیت اور برتاؤ میں غصے کا کوئی نشان نظر نہ آیا وہ بہت دیر تک آشا کو دل سے لگائے رہا اور بار بار انگلیوں سے بال بکھیر بکھیر کر اُن سے کھیلتا رہا۔ آشا سر درد مضطرب سی بنی کی آغوش میں پڑی رہی یکایک آشا کی پیشانی پر گرم آنسو کا ایک قطرا گرا اور ساتھ ہی مہندر نے اس کے منہ کے پاس منہ لے جا کر محبت سے روندھے ہوئے لہجے میں کہا "چُنّی!"

آشا نے اس کا کوئی جواب نہ دیا اپنے دونوں نرم و نازک ہاتھوں سے مہندر کو لپٹا لیا۔ مہندر نے کہا —— مجھ سے قصور ہوا معاف کردو۔"

آشا نے اپنے نازک ہاتھوں سے مہندر کا منہ بند کر کے کہا ——

"نہ، نہ، ایسی بات نہ کہو، تم نے کوئی قصور نہیں کیا۔ قصور میرا ہی تھا۔ مجھے اپنی داسی سمجھ کر جو چاہو سزا دو مجھے اپنے چرنوں میں آسرا پانے کے قابل بنا دو۔"

جس دن مہندر نے میس میں جا کر رہنے کا فیصلہ کیا تھا۔ اسی دن صبح پلنگ سے اٹھتے وقت اس نے کہا —— "چُنّی، تم میری زندگی اور میرے دل کی دولت ہو میں تمھیں ہمیشہ اپنے دل میں رکھوں گا۔ وہاں سے تمھیں کوئی نہیں ہٹا سکتا۔"

محبت سے مجبور ہو کر آشا نے چھوٹی سی درخواست کی کہ تم مجھ کو روز ایک چٹھی لکھو گے نا!

مہندر نے کہا —— "تم بھی اس کا جواب دیا کرو گی؟"

آشا نے کہا ـــــــ "میں تو لکھنا نہیں جانتی"

مہندر نے پیار سے اُس کے بالوں کو سنوارتے ہوئے کہا ـــــــ

"تم بابو ہریشچندر کے اس مضمون "درخت زدہ" سے زیادہ اچھا لکھ سکتی ہو"

آشا نے کہا ـــــــ "جاؤ! تم تو مجھ سے مذاق کرتے ہو!"

اُسی شام وہ وہیں جانے کے لئے آشا سے رخصت ہوا

آج دو دن سے لکشمی اٹھ کر بیٹھی تھی۔ شام کو ایک موٹی رضائی اوڑھے بیٹھی مایا کے ساتھ تاش کھیل رہی تھی۔ آج اس کی طبیعت ٹھیک تھی کسی قسم کی تکلیف نہ تھی مہندر نے وہاں جا کر مایا کی طرف دیکھے بغیر لکشمی سے کہا۔

"وہاں کالج میں مجھے رات کو کام سیکھنا پڑے گا۔ یہاں سے روز رات کو جانے آنے میں بے حد تکلیف ہو گی میں نے کالج کے پاس بورڈنگ میں رہنے کا بندوبست کر لیا ہے۔ آج سے وہیں رہونگا"

لکشمی نے دل ہی دل میں ناراض ہو کر کہا ـــــــ "تو جاؤ! پڑھائی میں ہرج ہوتا ہے تو یہاں رہ کر کیا کرو گے؟"

اگرچہ لکشمی کا بخار جاتا رہا تھا لیکن مہندر کے جانے کی بات سنتے ہی اُسے محسوس ہوا جیسے وہ برسوں کی مریض اور کمزور ہے۔ اُس نے مایا سے کہا۔

ـــــــ "بیٹی، وہ تکیہ تو اٹھا دے"

تکیئے پر سر رکھ کر لکشمی لیٹ گئی۔ مایا آہستہ آہستہ اُسکے جسم پر ہاتھ پھیرنے لگی۔ مہندر نے ماں کی پیشانی پر ہاتھ رکھا اور پھر نبض دیکھی لکشمی نے ہاتھ کھینچ کر کہا ـــــــ "نبض دیکھ کر کیا کرے گا؟ تو جا میں اچھی ہوں"

(۱۹)

مایا اپنے دل میں کہنے لگی ـــــــ معاملہ کیا ہے، غصہ ہے یا خوف

مجھے دکھانا چاہتے ہیں اور میری پروا نہیں رکھتے ؟ دور جا کر رہیں گے ؟ دیکھتی ہوں کتنے دن وہاں جا کر رہتے ہیں ؟"

لیکن مہندر کے چلے جانے پر مایا کا جی بھی وہاں سے اچاٹ ہونے لگا بے چینی بڑھنے لگی۔ وہ مہندر کو زور اپنی خوبیوں کے جال میں جکڑتی تھی اور نگاہ کے تیروں سے زخمی کرتی تھی۔ اس میں اسے نہ جانے کیا راحت ملتی تھی۔ مہندر کے ساتھ ہی مایا کی یہ راحت چلی گئی۔ اب اسے سارا گھر سونا معلوم ہونے لگا نشہ اترنے پر نشہ باز کی جو حالت ہوتی ہے۔ وہی مایا کی ہوئی مہندر نے مایا کے دل میں ایک آگ سی لگا دی تھی وہ آگ محبت کی یا رشک و حسد کی یا دونوں کی پیدا کردہ یہ وہ خود بھی نہ جان سکتی تھی وہ دل ہی دل میں جھنجھلا کر ہنسی ہنس کر کہتی — " پرمیشور نہ کرے کسی عورت کی میرے ایسی حالت ہو میں مرنا چاہتی ہوں یا مارنا۔ یہ میں خود ہی نہیں جانتی !"

چاہے جس لئے ہو — جلنے کے لئے یا جلانے کے لئے۔

— مایا کو مہندر کی بڑی ضرورت تھی اور وہ اپنے زہریلے آتشیں تیر اور کمان چلا سکے گی ؟ زور زور سے سانس لیتے ہوئے مایا نے کہا —

" جائیں گے کہاں ؟ آخر آئیں گے ہی ! وہ میرے ہیں — میرے !! "

وہ تین دن کے بعد مہندر کا ایک خط مالا نامی پر مہندر کے شکستہ سا حروف میں اس کا پتہ لکھا تھا اس نے خط کو حفاظت سے جیب میں رکھ لیا۔ شام کو مہندر اپنے کمرے میں اندر سے زنجیر چڑھا کر لیمپ کے سامنے آرام کرسی پر لیٹ گیا۔ پھر اس نے بدن کی گرمی سے تپی ہوئی جھلستی جیب سے نکالی چٹھی ہاتھ میں لیتے ہی کسی کے ہجر کی آگ میں تپتے ہوئے نرم و نازک دل کی یاد آگئی بہت دیر تک وہ لفافہ ہاتھ میں لئے اس پر لکھا ہوا اپنا نام پھر دیکھتا رہا اسے

معلوم تھا کہ چیٹھی میں ٹیڑھی میڑھی سطور ہیں، دس بارہ لفظوں کے سوا اور کچھ نہ ہوگا آشا اپنے جذبات کو اچھی طرح ظاہر کر سکے گی۔ اُسے اس کی امید نہ تھی۔

مہندر نے آہستہ آہستہ بڑی احتیاط سے لفافہ کو کھول کر چیٹھی کو نکال کر اور پھر آنکھوں سے لگا کر اسے چوما۔ اس کے دل میں سنسنی سی دوڑ گئی ایک دن مہندر نے آشا کو جو عطر تحفہ کے طور پر دیا تھا، اس کی خوشبو ہلکی سانس کی طرح، اس خط سے نکل کر مہندر کے دل میں بس گئی۔ وہ خط کھولکر پڑھنے لگا لیکن یہ کیا! ویسی ٹیڑھی میڑھی سطریں اور بھدے حروف ہیں۔ ویسی ہی سیدھی سادی زبان تو نہیں ــــــــ! تحریر تو ضرور آشا کی ہے۔ لیکن باتیں اس کی نہیں معلوم ہوتی! لکھا ہے ـــــ!"

"پریتم!"

جسے بھولنے کے لئے چلے ہو۔ [illegible] ٹھی میں کیسے اس کی یاد دلاؤں جس بیل کو اکھاڑ کر تم نے زمین پر پھینک ۔ یا۔ وہ کون منہ لیکر تمہارے سہارے اوپر اٹھنے کی کوشش کر سکتی ہے؟ وہ مٹی ہی میں کیوں نہ مل گئی؟

مگر پیارے! اننے میں، ہا! کیا نقصان ہوگا۔ لمحہ بھر کے لئے یاد ہی آگئی تو اس سے دل میں کتنی چوٹ پہنچے گی؟ مگر تمہارا یہ "بھول جانا" میرے دل میں کانٹے کی طرح کھٹک رہا ہے۔ وہ دن بھر رات بھر ہر کام میں ہر فکر میں جدھر پھرتی ہوں، جہاں جاتی ہوں کھٹکتا رہتا ہے۔ سوامی تم جس طرح بھول گئے ہو۔ اس طرح بھول جانے کا کوئی طریقہ مجھے بھی تو بتا دو۔

پریتم! تم مجھے پیار کرنے لگے، یہ کیا میرا ہی قصور ہے؟ میں نے کیا کبھی خواب میں بھی اتنی خوش قسمتی کی امید کی تھی؟ میں کہاں سے آئی؟ مجھے کون جانتا تھا اگر تم میری طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھتے؟ اگر مجھے تمہارے گھر میں بے دام

کی داسی ہو کر رہنا پڑتا تو کیا تمہیں الزام دے سکتی تھی؟ پریتم! تم خود ہی میری کس خوبی پر فریفتہ ہو گئے ——— کیا دیکھ کر تم نے میری توقیر اس قدر بڑھائی؟ اور اگر آج بادل کے بغیر بجلی گری بھی تو اس نے صرف جلا کر ہی کیوں چھوڑ دیا۔ ایک دم چور چور کر کے نام و نشان ہی کیوں نہیں مٹا دیا؟

جب سے تم چھوڑ گئے ہو، میں نے بہت برداشت کیا۔ بہت سوچا۔ مگر ایک بات سمجھ میں نہ آئی ——— گھر میں رہ کر بھی کیا تم مجھے چھوڑ نہ سکتے تھے؟ میرے لئے بھی گھر چھوڑ کر جانے کی کوئی ضرورت تھی؟ میں کیا تم کو گھر بھر میں گھیرے گھیرے پھرتی؟ مجھے گھر کے ایک کونے میں جگہ دے دیتے، یا گھر کے باہر دروازے ہی میں رہنے دیتے، پھر بھی کیا میں تمہاری آنکھوں میں کھٹکتی؟ اور اگر مجھ سے اتنی ہی نفرت تھی تو تم خود کیوں چلے گئے؟ کیا مجھے کہیں جانے کی جگہ نہ تھی؟ جیسے آئی تھی، ویسے ہی چلی جاتی۔"

یہ کیسی چٹھی ہے! یہ کس کی زبان ہے! یہ بات مہندر سے پوشیدہ نہ رہی۔ اچانک چوٹ سے بیہوش آدمی کی مانند اس چٹھی کو ہاتھ میں لئے مہندر خاموش اور بے حس و حرکت رہ گیا۔ اس کا دل جس راہ میں ریل گاڑی کی طرح پوری رفتار سے دوڑا تھا۔ اسی راہ میں دوسری طرف سے ایک دھکا لگنے سے بے جان ہو کر رہ گیا۔

بہت دیر سوچنے کے بعد مہندر نے پھر اس چٹھی کو دو تین بار پڑھا۔ کچھ وقت پہلے تک جو بات "مستقبل" کی طرح موہوم تھی۔ وہ اب "حال" کی طرح صاف ہو گئی۔ یہ چٹھی مایا ہی کی لکھائی ہوئی تھی۔ اور سادہ دل آشا سے اسے اپنی ہی سمجھ کر لکھا ہے۔

مہندر نے کرسی سے اٹھ کر بھوئیں سکیڑ کر مایا پر غصہ کرنے کی بڑی کوشش

کی۔ مگر غصہ آگیا آشا پر!

"آشا کی یہ کیسی نا سمجھی ہے! سوامی پر اس کا یہ کیسا ظلم ہے!!" کہکر مہندر نے پھر کرسی پر بیٹھ کر خط پڑھنا شروع کیا۔ اس نے اس خط کو آشا ہی کا خط مان کر پڑھنے کی بڑی کوشش کی۔ مگر اس خط کی زبان کسی طرح بھی سادہ لوح آشا کی یاد نہیں دلاتی۔ دو چار سطریں پڑھتے ہی ایک سرور و نشہ پیدا کر دینے والا شک۔ اس شراب کی طرح جس میں پھین ہو دل کو چاروں طرف سے چھپا لیتا

مہندر دونوں مٹھیوں سے زور سے میز کو دبا کر کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اور "دور کرو، اس چٹھی کو جلا دو" کہتا ہوا خط کو لیمپ کے پاس تک لے گیا۔ مگر جلایا نہیں —— ایک بار پھر پڑھ لیا۔ دوسرے دن صبح جب نوکر کمرہ صاف کرنے گیا تو میز پر اسے کاغذ کی بہت سی راکھ ملی۔ مگر وہ راکھ آشا کے عجیب و غریب خط کی نہ تھی۔ مہندر نے رات اس خط کا جواب لکھنے میں بیٹھ کے کئی کاغذ ضائع کئے تھے۔ وہ انہیں کی راکھ تھی۔

(۲۰)

اتنے میں ایک اور چٹھی آپہنچی ——

"تم نے میری چٹھی کا جواب نہیں دیا! اچھا ہی کیا۔ ٹھیک بات تو لکھی نہیں جاتی مگر تمہارا جواب میں نے اپنے دل سے سمجھ لیا۔ بھگت جب اپنے ایشور کو پکارتا ہے۔ تو کیا وہ ایشور اسے کچھ کہہ کر اس کا جواب دیتا ہے؟ معلوم ہوتا ہے، مجھ دکھیاری کے خط کے پھول کو تمہارے چرنوں میں جگہ مل گئی لیکن بھگت کی پوجا قبول کرنے میں اگر شِو کی ریاضت ضائع ہو۔ تو دل کے دیوتا اس سے روٹھ نہ جانا۔ تم وردان دو یا نہ دو، آنکھ اٹھا کر دیکھو یا نہ دیکھو، جان سکو یا نہ جان سکو پوجا کا تحفہ چڑھائے بغیر بھگت کے لئے کوئی

چارہ نہیں۔ اسی لئے آج پھر دوبارہ لکھ کر چٹھی بھیج رہی ہوں۔ اے میرے پتھر کے دیوتا کہ ناراض ہونا۔ تم بے جان بیچ نہ ہونا۔ ضبط کو ہاتھ سے نہ دینا۔"

مہندر پھر خط کا جواب لکھنے بیٹھا۔ مگر آشا کو لکھتے لکھتے بابا کی باتوں کا جواب خود بخود نوک قلم پر آ جاتا —— چرا چھپا کر کسی طرح لکھا نہیں جاتا، بہت سے کاغذ پھاڑ کر آدھی رات ضائع کر کے ایک خط لکھا بھی تو لفافہ میں بند کر کے اوپر آشا کا نام لکھتے وقت اس کے پیچھے سے گویا کسی نے چابک مارا۔ کسی نے اس سے کہا —— "دغا باز! اعتماد کرنے والی معصوم دل لڑکی سے اس طرح فریب! !"

مہندر نے خط پرزے پرزے کر ڈالا۔ اور رات بھر میز پر دونوں کہنیاں ٹیک کر ہاتھوں سے منہ چھپا کر وہ خود کو اپنے آپ سے چھپانے کی کوشش کرتا رہا۔

پھر تیسرا خط آیا، اس میں لکھا تھا ——

"جو ناز کرنا نہیں جانتا، وہ محبت کرنا بھی نہیں جانتا اپنی محبت کو اگر تحقیر اور بے عزتی سے بچا کر نہ رکھ سکوں گی۔ تو اس کو تمہاری خدمت میں کیونکر پیش کر سکوں گی؟

میں شاید تمہارے دل کو اچھی طرح سمجھ نہیں سکی۔ اسی لئے اتنی جرأت کر سکی۔ اسی لئے تمہارے چھوڑ کر چلے جانے کو بھی خود ہی آگے بڑھ کر چٹھی لکھی —— تم خاموش تھے، پھر بھی اپنے دل کی بات کھول کر کہدی۔ لیکن تمہیں پہچاننے میں اگر میں نے غلطی کی تو کیا اس میں میرا ہی قصور ہے؟ ایک بار شروع سے آخر تک سب باتوں پر غور کر کے دیکھو۔ پھر بتاؤ کہ جو کچھ میں نے سمجھا۔ وہی تم نے بھی سمجھایا نہیں؟

جو کچھ لکھ چکی ہوں، وہ غلطی ہو یا سچائی، اب وہ مٹ نہیں سکتا ـــــ
جو کچھ دے چکی وہ لوٹا نہیں سکتا ـــــ یہ ایک پشیمانی ہے! لیکن اس سے
یہ نہ سمجھنا کہ میں تمہیں بھول جاؤں گی۔ جو محبت کرتا ہے، پیار کرتا ہے، چاہتا
ہے، وہ اپنی محبت کی تحقیر بھی برداشت کر سکتا ہے۔ اگر تم میری چٹھی
نہیں چاہتے تو ـــــ جانے دو ـــــ اگر جواب نہ دو گے
ـــــ تو بس یہیں تک۔"

یہ خط پا کر مہندر سے رہا نہیں گیا۔ اس نے سوچا کہ میں آشا کی ان
چٹھیوں پر چڑ کر ہی واپس جا رہا ہوں۔ مایا سمجھتی ہے کہ میں اُسے بھولنے ہی
کیلئے گھر چھوڑ کر یہاں بھاگ آیا ہوں۔ مایا کے اس الزام کو جھوٹا ثابت
کرنے کے لئے مہندر نے گھر واپس جانے کا فیصلہ کیا۔

اُسی وقت بہاری آ پہنچا۔ بہاری کو دیکھتے ہی مہندر کی مسرت گویا
دوچند ہو گئی۔ ابھی تک طرح طرح کے شکوک و شبہات پیدا ہونے کے باعث
اس کا دل بہاری کی طرف سے میلا ہوتا جاتا تھا ـــــ دوستی میں فرق
پڑتا جاتا تھا۔ آج چٹھیاں پڑھنے کے بعد سب رشک و حسد اور شک دور ہو گیا
مہندر نے بڑھے ہوئے جوش کے ساتھ بہاری کو بلایا۔ کرسی سے اُٹھ کر
بہاری کی پیٹھ تھپکتے ہوئے اس کا ہاتھ پکڑ کر دوسری کرسی پر بٹھایا۔ مگر
بہاری کا چہرہ آج اداس تھا۔ مہندر نے سوچا ـــــ بیچارا اس دوران میں
مایا سے ملاقات کرنے گیا اور وہاں سے استقبال کی بجائے نفرت پا کر یہاں
آیا۔ اس نے پوچھا ـــــ "بہاری! ادھر ہمارے گھر گئے تھے؟"
بہاری نے متین لہجے میں جواب دیا ـــــ "ابھی وہیں سے آ رہا ہوں"
مہندر نے دل میں کہا ـــــ "بدقسمت بہاری! عورت

کی محبت سے بیچارہ بالکل محروم ہے!" پھر بہاری سے پوچھا —
"سب خیریت سے تو ہیں نا؟"

بہاری نے کہا — "اچھے تو ہیں، مگر تم گھر چھوڑ کر یہاں کیسے؟"
آجکل تقریباً رات کو کام دیکھنا پڑتا ہے۔ گھر میں رہنے سے دِقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔"

"پہلے بھی تو رات کی ڈیوٹی ہوا کرتی تھی۔ اس وقت تو تمہیں گھر چھوڑ کر یہاں رہتے کبھی نہیں دیکھا۔"

مہندر نے ہنس کر کہا — "دل میں کوئی شک پیدا ہوا ہے کیا؟"
"نہ اب اس دل لگی کو رہنے دو، گھر چلو۔"

مہندر گھر جانے کے لئے تیار تو تھا۔ لیکن بہاری کا اصرار سنتے ہی اس نے اپنے ارادے کو بدلنا چاہا۔ اس طرح ظاہر کیا جیسے وہ گھر جانے کی بالکل خواہش نہیں رکھتا تھا — "بہاری یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ گھر جانے سے میری سال بھر کی محنت چوپٹ ہو جائے گی۔"

"دیکھو بھیا! بہاری نے کہا — "میں تمہیں بچپن سے جانتا ہوں مجھے بہلانے کی کوشش نہ کرو۔ تم ناانصافی کر رہے ہو۔"

"کس سے ناانصافی کرتا ہوں جج صاحب!"

"تم ہمیشہ اپنے نرم دل ہونے کی جڑھائی کیا کرتے ہو۔" بہاری نے بگڑ کر کہا — "لیکن آج تمہاری وہ نرم دلی کہاں چلی گئی؟"

"آجکل وہ کالج کے ہسپتال میں ہے۔"

"بس رہنے دو۔ تم یہاں میرے ساتھ ہنس ہنس کر باتیں کر رہے ہو، اور وہاں تمہاری چینی کمرے کے باہر روتی پھرتی ہے۔"

آشا کے رونے کی بات سنتے ہی مہندر کے دل میں ایک چوٹ سی لگی
نیا میں کسی اور کا بھی دکھ سکھ مجھ پر انحصار رکھتا ہے۔ یہ بات ہی کہ جیسے مہندر
سنتے سنتے میں بھول گئی تھی۔ وہ یکایک جیسے چونک پڑا اور پوچھا ——
چینی کیوں روتی ہے؟"
بہاری نے جھنجھلا کر کہا —— "یہ تمہیں نہیں معلوم؟"
"تمہارا مہندر غیب دان نہیں۔ اس کے لئے اگر غصہ کرنا ہو تو مہندر
کے بنانے والے پر کرو"
بہاری کے جوش کو دیکھ کر مہندر کو حیرت ہوئی۔ وہ جانتا تھا۔ کہ
بہاری بالکل خشک آدمی ہے۔ پوچھنے لگا —— "یہ ہمدردی اس میں کب سے
پیدا ہوئی؟ جس دن کہ بہاری آشا کو دیکھنے گیا تھا۔ اُسی دن سے تو نہیں؟
بیچارا بہاری بڑا ہی بدقسمت ہے!"
دل میں "بیچارا" تو کہا، مگر اس سے مہندر کو دکھ نہیں ہوا۔ بلکہ ایک
طرح کی مسرت ہی ہوئی۔ آشا کے دل میں پورے طور سے کون بستا ہے، یہ
مہندر خوب جانتا تھا۔ ایک آدمی جس چیز کو چاہتا ہے، لیکن وہ اُسے
پا نہیں سکتی۔ وہ میرے پاس ہے۔ ہمیشہ کے لئے وہ میری ہے ——
اس بات کے احساس سے وہ فخر و مسرت سے پھول اٹھا۔ اس نے کہا۔
"اچھا تو چلو گاڑی بلائی جائے!"

(۲۱)

مہندر گھر میں آیا۔ اس کا چہرہ دیکھتے ہی آشا کا سب کھٹکا دم بھر
میں کہرے کی طرح مٹ گیا۔ اپنے خطوط کی یاد آجانے سے اسے ایسی شرم
آئی اور ایسا افسوس ہوا کہ وہ مہندر سے آنکھ نہ ملا سکی۔ مہندر نے بیٹھی ہی سی کی

کے ساتھ کہا ——— "چھوڑ جانے اور بھول جانے کی تہمت لگا کر تم نے
چھٹیاں کس کے کہنے سے لکھیں؟"
یہ کہہ کر وہ کئی بار پڑھے ہوئے تینوں خط مہندر نے جیب سے نکا
آشا نے گھبرا کر کہا ——— "تمہارے پاؤں پڑتی ہوں۔ انکو پھاڑ کر
اور وہ مہندر کے ہاتھ سے خطوں کو چھیننے کی کوشش کرنے لگی
نے اس سے بچا کر خط پھر جیب میں رکھ لئے۔ اور کہا ——— "میں کا
مجبور ہو گیا تھا۔ مگر تم نے کچھ اور ہی سمجھ لیا۔ اور خواہ مخواہ بہتان لگ
شروع کر دئے"
آشا کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اس نے کہا ——— "اب کی م
کرو۔ پھر کبھی ایسا نہ ہوگا"
مہندر نے پوچھا ——— "کبھی نہیں؟"
"کبھی نہیں!"
مہندر نے محبت سے آشا کو قریب کھینچکر اس کا منہ چوم لیا۔ آشا
کہا ——— "چھٹیاں دے دو۔ انھیں پھاڑ کر پھینک دوں"
ان خطوں کے معاملے میں آشا کی دل مایا کی طرف سے پھر گیا۔ وہ بچ
آنے کی خوشخبری لے کر اپنی سکھی کو سنانے نہیں گئی۔ مایا کے ملنے پر بھی م
کر دوسری طرف چلی گئی۔ مایا سب کچھ سمجھ گئی۔ اور کام کاج میں مصروف ہو
ہی رہنے لگی۔
مہندر نے سوچا ——— یہ عجیب معاملہ ہے! میں نے سوچا تھا کہ
مایا کھل کر ملے گی۔ مگر یہاں تو رنگ ہی الٹا ہے۔ پھر ان خطوں کا مطل
کیا ہے؟

اس سے گھر سے جانے سے پہلے عورت کے دل کو سمجھنے کی کوشش نہ کرنے
کا عزم کیا تھا۔ سوچا تھا، اگر بابا قریب آنے کی کوشش کرے گی۔ تو بھی میں دور
رہوں گا۔ لیکن آج اس نے اپنے دل میں کہا ——— "نہ ! یہ تو ٹھیک نہیں۔
ہمارے دلوں میں جیسے واقعی کچھ تبدیلی آگئی ہے۔ کچھ گرہ پڑ گئی ہے۔ بابا کے
ساتھ حسب معمول بات چیت اور ہنسی دل لگی کر کے اس گرہ کو کھول دینا ہی ٹھیک ہے"
اس نے آشا سے کہا ——— "آج کل تو میں تمہاری سہیلی کی آنکھ میں کانٹا
بن رہا ہوں۔ اب تو وہ نظر نہیں آتی !"
آشا نے بے پروائی سے جواب دیا ——— "کون جانے ، نہ معلوم
اسے کیا ہو گیا ہے !"
اتنے میں لکشمی نے آکر گھبرائی ہوئی آواز سے کہا "بابا کسی طرح نہیں مانتی
گھر جانے کے لئے کہہ رہی ہے !"
مہندر جیسے چونک پڑا۔ مگر فوراً سنبھل کر بولا ——— "کیوں ماں ؟"
لکشمی نے کہا ——— "کیا جانیں بیٹا ! اب کی تو وہ کسی طرح مانتی ہی نہیں
تو کسی کی خاطر کرنا جانتے ہی نہیں۔ بھلے آدمی کی لڑکی ، پرائے گھر میں محبت کے
سہارے پڑی ہے۔ اگر اپنے گھر کے آدمیوں کی طرح اسے اپناؤ گے نہیں ———
——— اس کو عزت سے رکھو گے نہیں تو وہ کیسے رہے گی ؟"
بابا خوابگاہ میں بیٹھی بستر کی چادر سی رہی تھی۔ مہندر نے پہنچتے ہی پکارا
——— "اجی ، چوکھیر والی !"
بابا سنبھل کر قاعدے سے بیٹھ گئی اور بولی ——— "کون ، مہندر بابو !"
مہندر نے کہا ——— "واہ ، مہندر بابو کب سے ہو گئے ؟"
بابا پھر چادر سینے میں مصروف ہو کر آنکھیں چادر پر لگائے ہوئے بولی

———— "تو پھر کیا کہوں؟"

مہندر نے کہا" جو اپنی سہیلی کو کہا کرتی ہو ————!"

مایا نے پہلے کی طرح ہنس کر اس کا جواب نہیں دیا۔ وہ چپ چاپ ر
کرنے لگی۔

مہندر نے کہا ———— "معلوم ہوتا ہے، سچ مچ میرا تمہارا ا
رشتہ ہو گیا!"

مایا نے قدرے رک کر سلائی سے بچے ہوئے ڈورے کا سرا
سے کاٹ کر کہا" کیا جانوں؟ یہ تو آپ ہی جانیں!"

یہ کہکر اور اپنے دل میں آئے ہوئے جواب کو دبا کر چہرے پر متان
اس نے پھر کہا" کالج کے ہسپتال سے چلے آئے؟"

مہندر نے کہا ———— "ہاں، وہاں صرف مردوں کو کاٹ کر کہ
رہ سکتا تھا؟"

مایا نے پھر دانتوں سے ڈورا کاٹ کر کہا ———— معلوم ہوتا
زندوں کی ضرورت ہے!"

مہندر نے دیکھا۔ مایا آج پہلے کی طرح ہنس کر گفتگو نہیں کرتی بلکہ
بجائے اس میں طنز زیادہ ہے۔ مایا کو یوں دور بھاگتے دیکھ کر مہندر
پورے جوش سے اس کی طرف بڑھنے لگا ———— دلوں میں جو ایک
کدورت سی پیدا ہو گئی تھی۔ کسی طرح اسے مٹا دینے کے لئے وہ مض
ہو گیا۔

مایا کی آخری بات کا کوئی موزوں جواب دینے کی بجائے مہندر ا
پاس آ کر بیٹھ گیا اور بولا۔ تم ہم لوگوں کو چھوڑ کر جانا کیوں چاہتی ہو

کوئی قصور ہو گیا ہے؟"
مایا نے کچھ دور ہٹ کر سر اٹھا کر اپنی دونوں بڑی بڑی شفاف آنکھوں
مہندر کی آنکھوں میں ڈال کر کہا ———— "ضروری کام تو سب کو ہوتا
آپ کس کے قصور سے چڑ کر گھر بار چھوڑ کر بورڈنگ میں چلے گئے
مجھے بھی جانا ہے، کیا مجھے کوئی ضروری کام نہیں ہو سکتا؟"
بہت کچھ سوچنے پر بھی مہندر کو اس کا کوئی ٹھیک جواب نہ سوجھ سکا
چپ چاپ بیٹھا رہا۔ مایا نے بھی کوئی بات نہیں کی۔ کمرے میں سناٹا
گیا۔ یکایک مہندر نے پوچھا ———— "کسی طرح منت خوشامد
سے بھی نہیں رہو گی؟"
اس اچانک آواز سے مایا چونک اٹھی ———— "سوئی اس کی انگلی
چبھ گئی۔ مایا نے انگلی دبا کر خون نکالتے ہوئے کہا ———— "اتنی عاجزی
منت خوشامد کی ضرورت کیا ہے؟ میں رہوں گی تو کیا اور نہ رہوں گی تو کیا؟
اس میں کیا بنتا بگڑتا ہے؟"
مہندر نے اس کا ہاتھ پکڑ کر رقت آمیز لہجے میں کہا ———— "اگر میرا
بگڑتا ہو تو تم رہو گی؟"
مایا جلدی سے اپنا ہاتھ چھڑا کر الگ ہو گئی۔ مہندر کا نشہ جیسے اتر گیا۔
کے منہ سے کوئی بات نہ نکل سکی۔
اتنے میں آشا کمرے میں داخل ہوئی۔ مایا نے فوراً پہلی گفتگو کے سلسلے
میں کر مہندر سے کہا ———— "آپ سب جب اتنا کہہ رہے ہیں تو میں
آپ لوگوں کو ناراض کر کے نہیں جا سکتی جب تک آپ لوگ نہ کہیں گے
وقت تک نہ جاؤں گی

آشا اپنے شوہر کی کامیابی پر مسرور ہو کر مایا سے لپٹ گئی۔ بولی" تو پھر یہی بات رہی۔ اچھا تین بار کہہ کر عہد کرو۔ کہ جب تک تم لوگ نہ کہو گے۔ اسوقت تک نہ جاؤنگی، نہ جاؤنگی، نہ جاؤنگی؟"

مایا نے یہی کیا۔ آشا نے کہا ——" اچھا بہن، تمہیں رہنا ہی تھا تو اتنی خوشامد کیوں کرائی؟ آخر تمہیں میرے "ان" سے تو ہار ماننا ہی پڑی!"

مایا نے ہنس کر کہا ——"بابو صاحب! سچ کہنا، تمہیں ہار ماننا پڑی یا مجھے؟"

مہندر کچھ کھویا ہوا سا کھڑا تھا۔ اُس نے خشک منہ سے ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں کہا" میں ہی ہار گیا!" اور وہ تیزی سے باہر چلا گیا۔

تھوڑی ہی دیر بعد مہندر نے اندر آ کر کہا ——" مجھے معاف کرو!"

مایا نے کہا ——" تم نے قصور ہی کونسا کیا ہے، جو میں معاف کروں"

"تمہیں زبردستی روکنے کا ہم لوگوں کو کوئی حق نہیں"

مایا نے ہنسکر کہا ——" مجھ سے تم نے کوئی زبردستی نہیں کی۔ سیدھی طرح سیدھی سادی باتیں کی ہیں۔ کیا اسے زبردستی کہتے ہیں؟" پھر آشا سے کہا ——" تم ہی بتاؤ بہن، زبردستی اور محبت کیا ایک ہی چیز ہے؟"

آشا نے اس سے کامل اتفاق کرتے ہوئے کہا ——" کبھی نہیں!"

مایا نے کہا ——" مہندر بابو! آپ چاہتے ہیں کہ میں یہاں رہوں، میرے جانے سے آپ کو تکلیف ہوگی۔ اسے تو میں اپنی خوش قسمتی سمجھتی ہوں (آشا سے) کیوں بہن، دنیا میں ایسے دوست اور خیر خواہ کتنے ملتے ہیں؟ آ سُکھ میں سکھی اور اپنے دکھ میں دکھی ہونے والا آدمی اگر قسمت سے مل جائے تو اُسے خوشی سے کون چھوڑنا چاہے گا؟"

آشا نے اپنے شوہر کو جھینپ کر خاموش رہتے دیکھ کر قدرے اداسی
کہا ——— "بہن! تم سے باتوں میں کون جیت سکتا ہے؟"
مہندر پھر جلدی سے باہر نکل گیا۔ اُسی وقت کچھ دیر لکشمی سے باتیں
مہندر کو تلاش کرتا ہوا بہاری ادھر آ رہا تھا۔ مہندر اُسے دروازے
سامنے دیکھتے ہی بولا "بھائی بہاری، مجھ سا فریبی اور نیچ دنیا میں کوئی نہ ہوگا!"
اُسی وقت مایا نے کمرے میں سے آواز دی ——— "بہاری بابو!"
بہاری نے کہا ——— "ذرا ٹھہرو بڑی بہو، ابھی آ رہا ہوں"
"ذرا سنتے ہی نہ جاؤ"
بہاری نے اندر قدم رکھتے ہی ایک بار آشا کی طرف دیکھا۔ گھونگٹ
سے جتنا چہرہ دکھائی دیا۔ اس پر رنج و مسرت کا کوئی نشان نہ تھا۔
اٹھ کر جانے لگی۔ مایا نے اُسے زبردستی پکڑ رکھا، کہا ——— "بہاری بابو!
سہیلی سے کیا تمہارا سوت کا رشتہ ہے؟ تمہیں دیکھتے ہی یہ بھاگی کیوں
؟"
آشا نے شرما کر دونوں ہاتھ مایا کی پیٹھ پر دے مارے۔
بہاری نے کہا ——— "قدرت نے مجھے اتنا حسین نہیں بنایا ہے!"
مایا نے کہا ——— "دیکھتی ہو چینی! بہاری بابو کیسے پہلو بچا کر بات
بنتے ہیں! ایسے لکشمن کے سے دیور کو پا کر بھی اگر تم نے اس کی عزت
جانا تو سچ مچ تمہاری تقدیر ہی پھوٹی ہے!"
بہاری نے کہا ——— "مگر بڑی بہو، اس سے تمہیں مجھ پر ترس
ے تو پھر مجھے کیا دکھ؟"
موقع پا کر آشا زبردستی مایا کے ہاتھ سے ہاتھ چھڑا کر چلی گئی۔ بہاری بھی

اٹھ کر جانے لگا۔ مایا نے کہا "بہاری بابو! تم بتا سکتے ہو۔ تمہارے دوست کو کیا ہوا ہے؟"

بہاری جاتے جاتے ٹھہر گیا۔ بولا ——— "میں تو نہیں جانتا۔ کچھ ہو گیا ہے کیا؟"

مایا نے کہا ——— "کیا جانیں بہاری بابو! مجھے تو آثار اچھے نظر نہیں آ

بہاری گھبرا کر بیٹھ گیا۔ پوری داستان سننے کے لئے مضطرب انداز سے مایا کی طرف دیکھنے لگا۔ مایا چپ چاپ سلائی کرتی رہی۔ کچھ دیر انتظار کر

بہاری نے کہا ——— مہندر بھیا کے بارے میں تم نے کوئی خاص بات سنی یا دیکھی ہے کیا؟"

مایا نے عام لہجے میں کہا ——— "کیا جانیں بہاری بابو، مجھے ت رنگ ڈھنگ اچھے نہیں دکھائی دیتے۔ مجھے تو صرف اپنی سکھی کی فکر کھائے جاتی

یہ کہہ کر مایا نے ایک لمبی سانس لی اور چادر رکھ کر جانے کے لئے اٹھ کھڑی ہوئی۔ بہاری نے بیچین ہو کر کہا ——— "بڑی بہو، ذرا بیٹھو

مایا نے کمرے کے سب کواڑ اچھی طرح کھول دیئے۔ لیمپ کی روشنی تیز کر دی۔ اور سونے کے لئے چادر لے کر ایک کنارے قدرے فاصلے پر بیٹھ گئی

بولی ——— "بہاری بابو، ہمیشہ تو میں یہاں رہنے لگی نہیں۔ میرے جانے پر تم میری سکھی کا خیال رکھنا۔ اسے کوئی تکلیف نہ ہو۔"

یہ کہتے کہتے مایا نے دوسری طرف منہ پھیر لیا۔ بہاری جوش کے سا کہہ اٹھا "بڑی بہو! تمہیں رہنا ہی پڑے گا۔ تمہارا حقیقی رشتہ دار تمہا کوئی نہیں۔ تم نہایت آسانی سے اپنی اس بھولی سکھی کی دیکھ بھال کا کام اپنے میں لے سکتی ہو۔ تم اسے چھوڑ کر چلی جاؤ گی۔ تو مجھے اور کوئی چارہ نظر نہیں آتا

مایا نے کہا ——— "بہاری بابو! تم سب کچھ جانتے ہو۔ میں ہمیشہ یہاں کس طرح رہ سکتی ہوں؟ لوگ کیا کہیں گے؟"

بہاری نے کہا ——— "لوگ خواہ کچھ بکتے رہیں، تم خیال نہ کرو۔ تم دیوی ہو۔ تم ہی اپنی سیدھی سادی سکھی کو دنیا کے طوفانی تھپیڑوں سے بچا سکتی ہو۔"

بہاری کے چلے جانے پر مایا نے آشا کو اپنے کمرے میں لا کر، اُسے سینے سے لگا کر آنکھوں میں آنسو بھر کر کہا "بہن جینی! میں بڑی بدقسمت ہوں بڑی راکھشسی ہوں۔"

آشا نے مضطرب ہو کر زور سے اُسے کھینچ لیا۔ اور لبریز محبت لہجے میں کہا "بہن؟ ایسی بات کیوں کہتی ہو؟"

مایا نے رونے کے لئے چھوٹے ہوتے بچے کی طرح آشا کی گود میں سر رکھ کر کہا ——— "میں جہاں رہونگی وہیں برائی کے سوا بھلائی نہ ہوگی۔ بہن مجھے جانے دو۔ میں اپنے جنگل میں جا کر رہوں۔"

آشا نے پیار سے اسکی ٹھوڑی پکڑ کر، سر اٹھا کر کہا "بہن، ایسی بات نہ کہو۔ تمہیں چھوڑ کر مجھ سے رہا نہ جائے گا۔"

ادھر بہاری نے مہندر کو تمام کمروں میں ڈھونڈا اور اس کے نہ ملنے پر سوچا ——— کسی بہانے پھر مایا کے پاس جا کر آشا اور مہندر کے متعلق کھٹکتی بات کو اچھی طرح سمجھ لینا مناسب ہے۔ بہانہ یہ سوچا کہ مایا سے کہدونگا ——— کل میرے یہاں مہندر کی دعوت ہے۔ اُن سے کہہ دینا کہ وہ ضرور آئیں۔ مایا کے دروازے پر پہنچ کر اس نے آواز دی ——— "بڑی بھوا" آواز دیتے ہی اس نے دیکھا ——— لیمپ کی شفاف روشنی

دونوں سہیلیاں ایک دوسری سے لپٹی ہوئی ہیں۔ دونوں کی آنکھوں میں آنسو جھلک رہے ہیں۔ یکایک آشا کو خیال آیا۔ کہ ضرور آج بہاری نے میری سکھی سے کوئی سخت یا بیجا بات کہی ہے اسی لئے اس نے آج پھر جانے کا ذکر چھیڑا ہے۔ یہ سوچکر وہ بہاری سے ناراض ہو کر چلی گئی بہاری بھی مایا سے چند باتیں کر کے جلد ہی چلا گیا۔

اُس رات کو مہندر نے آشا سے کہا "چُنی، میں کل صبح پسنجر ٹرین سے کاشی جاؤں گا"۔

آشا کا دل دھک دھک کرنے لگا۔ اس نے گھبرا کر کہا "کیوں؟"

"بہت دنوں سے چاچی کو نہیں دیکھا۔ انھیں دیکھ آؤں"۔

یہ سُن کر آشا شرم و ندامت میں ڈوب گئی۔ اُس نے آج تک موسی کا خیال ہی نہیں کیا۔

مہندر نے کہا۔ "وہ مجھے اپنی زندگی کا سب کچھ سونپ گئی ہیں — ایک بار انھیں دیکھنے کے لئے میرا دل بیقرار ہے"۔

دوسرے ہی دن صبح مہندر کاشی چلا گیا۔ جاتے وقت اس نے مایا سے کچھ بھی نہ کہا۔ مایا نے اپنے دل میں کہا "خود ہی تو بے انصافی کرے اور خود ہی روٹھ جائے۔ ایسا سادھو تو میں نے آجتک نہیں دیکھا —! لیکن ایسا سادھوپن بہت دن نہیں رہتا"۔

(۲۲)

دنیا سے الگ ہو کر ایشور کی یاد کرتے کرتے ان پورنا نے ایک دن دیکھا کہ گلی کے سِرے پر سامان رکھواتے مہندر آ رہا ہے۔ مہندر کو دیکھکر اس کا دل محبت اور محبت سے لبریز ہو گیا۔ مگر ساتھ ہی یہ اندیشہ بھی ہوا کہ مہندر کہیں

پھر آشا کے لئے ماں سے لڑنے تو نہیں پڑا۔ اور میرے پاس اس کی نالش کر کے تسکین حاصل کرنے کے لئے تو نہیں آیا!

مہندر کی بچپن سے یہ عادت تھی کہ جب بھی کوئی مشکل یا مصیبت پیش آتی تو اپنی چچی کے پاس دوڑا جاتا تھا۔ جب وہ کسی سے بگڑ کر آتا تھا تو اَن پورنا اُسے ٹھنڈا کرتی تھی۔

اَن پورنا نے اپنے دل میں کہا ——— "اتنے فاصلے پر تیرتھ میں رہنے کے لئے ایشور کی یاد میں لگ گئی تھی۔ دنیا کے جھگڑوں کو بھول گئی تھی۔ کیا آج مہندر پھر اس جھگڑے میں ڈال کر میرے بھرے ہوئے زخموں کو چوٹ پہنچانے، انھیں چھیڑنے آیا ہے؟"

لیکن اَن پورنا کے اندیشے باطل ثابت ہوئے۔ مہندر نے چچی سے اپنی بیوی کی طرفداری کرتے ہوئے ماں پر کوئی نالش نہیں کی۔ اب اَن پورنا کے دل میں اور کھٹکا پیدا ہوا ——— وہی مہندر جو آشا کو چھوڑ کر کالج نہیں جاتا تھا۔ آج اسے چھوڑ کر چچی کی خبر لینے اتنی دور کاشی کیسے آیا؟ تو کیا اب آشا اور مہندر میں ویسی نہیں بنتی؟ کیا رشتہ محبت کمزور ہو گیا ہے؟"

اَن پورنا نے اشک آمیز لہجے میں پوچھا ——— "چینی آج کل کس طرح رہتی ہے؟ تم لوگ اب تک ویسے ہی لڑکپن کرتے ہو یا کچھ گھر کا کام کاج بھی دیکھتے ہو؟"

مہندر نے کہا ——— "لڑکپن ایک دم بند ہے۔ سب جھگڑے جھنجھٹ کی وہ جڑ ——— ہندی شکھشا ولی کی کتاب کدھر غائب ہو گئی ہے۔ کچھ پتہ نہیں۔ تم رہتیں تو دیکھ کر خوش ہوتیں۔ کہ لکھنا پڑھنا سیکھنے میں عورتوں کو جتنی بے پروائی کرنی چاہئے۔ اس میں وہ ذرا بھی کمی نہیں رکھتی۔"

اَنّ پورنا نے پوچھا۔ "بہاری کیا کرتا ہے یہاں۔؟"

مہندر نے کہا۔ "اپنا کام چھوڑ کر اور سب کچھ کرتا ہے۔ نائب اور مالکن کے علاقے کو دیکھتے ہیں۔ لیکن کس نظر سے دیکھتے ہیں، یہ میں ٹھیک نہیں کہہ سکتا۔ بہاری کا ہمیشہ سے یہی حال ہے۔ اس کا اپنا کام اور لوگ کرتے ہیں۔ اور وہ دوسرے لوگوں کے کام کرتا پھرتا ہے۔"

اَنّ پورنا نے کہا ـــــ "اچھا مہندر! کیا وہ بیاہ نہیں کرے گا؟"

مہندر نے قدرے ہنس کر کہا ـــــ "کوئی آثار تو نظر نہیں آتے!"

اَنّ پورنا اُداسی اور خوشی کے ساتھ سوچنے لگی ـــــ کیا بہاری ابھی تک آشا کو نہیں بھول سکا؟"

مہندر نے کبھی ہنستے ہنستے اور کبھی متانت سے اپنی اور آشا کی بہت سی باتیں ان پورنا سے کہہ ڈالیں۔ لیکن مایا کا کوئی ذکر نہیں کیا۔

اِن دنوں کالج کھلا تھا۔ تعلیم کا حرج کر کے مہندر کاشی گیا تھا۔ اس لئے بہت دنوں تک وہاں نہ رہ سکتا تھا۔ لیکن شاید بیماری کے بعد خوشگوار آب و ہوا میں رہنے سے انسان پر جو اثر ہوتا ہے۔ وہی چند روز کاشی میں چچی کے پاس رہ کر مہندر پر ہو رہا تھا۔ اِسی لئے ایک ایک کر کے کئی دن گذر گئے۔ اس کے دل اور دماغ میں جو ایک قسم کا اختلاف پیدا ہو گیا تھا، وہ بھی دیکھتے ہی دیکھتے دور ہو گیا۔

مہندر نے اَنّ پورنا سے کہا ـــــ "چاچی، پڑھائی کا حرج ہوتا ہے اب جانے کی اجازت دیجئے۔ ہو سکا تو پھر کبھی آکر درشن کرونگا۔"

مہندر نے آکر جب آشا کو اس کی موسی کا دیا ہوا تحفہ محبت ـــــ سندور کا ایک ڈبہ اور چوڑیوں کا جوڑا دیا۔ تو اس کی آنکھوں سے جھر جھر

آنسو بہنے لگے۔ اپنی موسی کے ضبط اور موسی سے اپنے اور اپنی ساس کے باعث ہونے والے بکھیڑے کی یاد سے اس کا دل تڑپ اٹھا۔ اس نے مہندر سے کہا ——— " میرا جی چاہتا ہے کہ ایک بار موسی کو دیکھ آؤں۔ کیا یہ کسی طرح نہیں ہو سکتا ؟"

مہندر کو آشا کی دلی بیقراری معلوم ہو گئی۔ اور وہ اسے کچھ دنوں کے لئے اس کی موسی کے پاس بھیجنے کے لئے رضامند بھی ہو گیا۔ لیکن وہ کالج کی تعلیم میں ہرج کر کے آشا کو کاشی پہنچا دینے کی حامی نہ بھر سکا۔

آشا نے کہا " میرے چچا جی بھی تو کچھ دنوں کے لئے کاشی جانیوالے ہیں ان کے ساتھ جانے میں کچھ ہرج ہے ؟"

مہندر نے لکشمی سے جا کر کہا " ماں ، چنی اپنی موسی کو دیکھنے کے لئے کاشی جانے کو کہتی ہے "

لکشمی نے طعن کے طور پر کہا " بہو جانا چاہتی ہے تو ضرور جائے گی ، جاؤ ، لے جاؤ ! "

مہندر نے پھر بہاری کے پاس آنا جانا شروع کر دیا ہے ———

یہ لکشمی کو اچھا نہیں معلوم ہوا۔ بہو کے جانے کی بات سن کر وہ دل ہی دل میں اور چڑ گئی۔

مہندر نے کہا " مجھے کالج جانا ہے اس لئے میں تو پہنچانے جا نہ سکوں گا۔ وہ اپنے چچا کے ساتھ جائے گی "

لکشمی نے کہا " یہ تو اور بھی اچھی بات ہے۔ وہ لوگ بڑے آدمی ہیں کبھی ہم ایسے غریبوں کی راہ نہیں چلتے ، ان کے ساتھ بھیجنے سے تو ہماری عزت بڑھے گی ہی ! "

طنز کی اس مسلسل بارش سے مہندر کا دل ماں کی طرف سے اور بھی بھر گیا۔ اس نے کچھ جواب نہ دیا۔ وہ دل ہی دل میں آشا کے کاشی بھیجنے کا فیصلہ پختہ کر کے چلا گیا۔

اس کے بعد جب بہاری لکشمی سے ملنے آیا تو اس نے کہا۔ "ارے بہاری! تو نے سنا۔ بہو نے کاشی سدھارنے کی ٹھانی ہے۔"

بہاری نے کہا۔ "کیا کہتی ہو ماں، مہندر بھیا تعلیم کا ہرج کر کے پھر کاشی جائیں گے؟"

لکشمی نے کہا۔ "نہ، نہ، مہندر کیوں جائے گا؟ وہ جائے گا تو بی بی کی شان کیسے نمایاں ہوگی؟ وہ یہاں رہے گا۔ اور اس کی بہو چچا کے ساتھ کاشی جائیگی۔ آجکل کے سب چھوکرے اور چھوکریاں 'صاحب' اور 'میم' بن بیٹھے ہیں!"

بہاری دل ہی دل میں گھبرا اٹھا۔ وہ سوچنے لگا ——— "معاملہ کیا ہے؟ جب مہندر کاشی گیا تو آشا یہاں رہی اور جب مہندر یہاں آیا تو آشا کاشی جانے کے لئے تیار ہے! دونوں میں کوئی بات ہوئی ہے! مگر اس طرح کتنے دن چلے؟ دوست ہو کر بھی کیا میں اس کا کوئی علاج نہیں کر سکتا؟ کیا میں کھڑے کھڑے دور سے دیکھنے کے سوا اور کچھ نہ کر سکوں گا؟"

ماں کے پاس سے جھنجھلایا ہوا آ کر مہندر اپنے سونے کے کمرے میں خاموش بیٹھ گیا۔ اُدھر کچھ دنوں سے مایا مہندر سے نہ ملی تھی۔ اس لئے آشا ساتھ کے کمرے میں اُسے مہندر کے پاس لانے کی کوشش کر رہی تھی۔ کہ اتنے میں بہاری نے آ کر مہندر سے پوچھا۔ "کیا بہو کا کاشی جانا طے ہو گیا؟"

مہندر نے کہا۔ "ہاں، اس میں رکاوٹ ہی کیا تھی؟"

"رکاوٹ کی بات کون کہتا ہے؟ مگر یکایک یہ بات کیوں سوجھی؟"

"موسی کو دیکھنے کی خواہش، دور رہنے والے عزیزوں سے ملنے کے لئے بیچین ہونا، کیا کوئی عجیب بات ہے؟"

"تم ساتھ جا رہے ہو؟"

سوال سُن کر ہی مہندر سمجھ گیا —— بہاری اسی بات پر بحث کرنے آیا ہے کہ آشا کو چچا کے ساتھ کاشی بھیجنا مناسب نہیں۔ اس خیال سے کہ زیادہ گفتگو میں بات بڑھ نہ جائے اس نے اختصار سے کہا ——

"نہیں!"

بہاری مہندر کی ضد سے بخوبی واقف تھا۔ اُس نے آہستہ سے کہا۔

—— "اچھا، اگر بہو کے ساتھ بڑی بہو (مایا) چلی جائے تو کیسا رہے؟"

مہندر نے گرج کر کہا "بہاری، تم اپنے دل کی بات کھول کر صاف صاف کیوں نہیں کہتے؟ میرے ساتھ چھل فریب کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ میں جانتا ہوں۔ تمہیں یہ شک ہوا ہے کہ میں مایا سے محبت کرنے لگا ہوں مگر یہ جھوٹ ہے۔ میں اُسے نہیں چاہتا۔ میری حفاظت کے لئے تمہارے پہرہ دینے کی ضرورت نہیں۔ تم پہلے جا کر اپنی نگرانی کرو۔ اگر تمہارے دل میں سچی دوستی کا جذبہ ہوتا تو تم بہت دن پہلے ہی مجھ سے اپنے دل کی بات صاف کہہ دیتے۔ میں تمہارے منہ پر صاف صاف کہے دیتا ہوں، تم آشا کو چاہتے ہو۔ تمہارے دل میں آشا کی محبت کی آگ دبے دبے سلگ رہی ہے۔

جیسے کسی کے دکھتے ہوئے عضو پر کسی کا بھر پور پاؤں پڑ جانے سے چوٹ کھایا ہوا آدمی سوچے سمجھے بغیر فوراً دھکا دے کر اسے ہٹا دینے کی کوشش کرتا ہے۔ اُسی طرح بہاری کرسی سے اٹھ کر مہندر کی طرف جھ

مگر پھر سنبھل کر رک گیا۔ اس وقت اس کی حالت عجیب ہو رہی تھی۔ جوش غیظ و غضب کو روکنے کے باعث آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے تھے غم و غصہ سے چہرہ تمتمایا ہوا تھا۔ وہ بڑی کوشش سے صرف اتنا ہی کہہ کر کمرے سے باہر چلا گیا ——— "ایشور تمہیں معاف کرے! میں جاتا ہوں!"

مہندر کے کمرے سے ملحقہ کمرے میں مایا تھی۔ آشا بھی وہیں تھی۔ مایا نے جلدی سے باہر نکل کر کہا ——— "بہاری بابو!"

بہاری نے دیوار کا سہارا لے کر ہنسنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا ——— "کیوں بڑی بہو؟"

مایا نے کہا ——— "بہاری بابو، چوکھیر والی کے ساتھ میں بھی کاشی جاؤں گی!"

بہاری نے کہا ——— "نہ نہ یہ نہ ہوگا۔ کسی طرح نہ ہوگا۔ میں ہاتھ جوڑتا ہوں ——— میرے کہنے سے تم کوئی کام نہ کرنا۔ میں یہاں کا کوئی نہیں ہوں۔ میں یہاں کی کسی بات میں دخل نہیں دینا چاہتا۔ تم دیوی ہو۔ جو بہتر سمجھو وہی کرو۔ میں جاتا ہوں!"

اتنا کہہ کر بہاری آگے بڑھا۔ مایا نے کہا "بہاری بابو، ذرا سنتے جاؤ میں دیوی نہیں ہوں۔ تمہارے چلے جانے سے کسی کی بھلائی نہ ہوگی پھر مجھے الزام نہ دینا؟"

بہاری چلا ہی گیا۔ مہندر اپنے کمرے میں بیٹھا تھا۔ مایا اس پر ایک طنز آمیز نگاہ ڈال کر اندر چلی گئی۔

مایا جس طرح بہاری کے لئے بے چین ہو کر دوڑی آئی جیسی عاجزی سے اس نے بہاری سے نہ جانے کا اصرار کیا اور اس کی بات رکھنے کیلئے

وہ کاشی جانے کے لیئے تیار ہو گئی ——— اس کا مہندر نے بھی کبھی تصور بھی نہ کیا تھا۔ اس منظر نے مہندر کے دل پر گہری چوٹ پہنچائی۔ وہ بےچین ہو گیا مہندر نے بہاری سے کہہ تو دیا کہ میں مایا کو نہیں چاہتا۔ لیکن اس وقت اس نے جو کچھ دیکھا اور سنا اس سے وہ پرسکون نہ رہ سکا۔ مایا نے جو کچھ کہا اور کیا۔ اس پر مہندر جتنا غور کرنے لگا۔ اتنی ہی اُسے تکلیف محسوس ہونے لگی ——— اس کے ساتھ ہی بار بار اسے یہ خیال ستانے لگا۔ کہ مایا نے میرے منہ سے سن لیا کہ میں اُسے نہیں چاہتا۔

(۲۳)

مہندر سوچنے لگا ——— میں نے کہا کہ میں مایا کو نہیں چاہتا۔ یہ سراسر جھوٹ ہے۔ یہ بات سچ ہونے پر بھی تلخ معلوم ہوتی ہے۔ مان لیا میں اُسے نہیں چاہتا۔ لیکن "میں نہیں چاہتا" یہ بات بڑی سخت اور تلخ ہے ایسی کون عورت ہوگی، جسے یہ بات تلخ معلوم نہ ہو؟ اس بات کی تلافی کا موقع کب کہاں اور کیسے ملیگا؟ یہ تو نہیں کہا جا سکتا۔ کہ میں اُسے چاہتا ہوں لیکن یہ بات کہ "نہیں چاہتا" اگر گھما پھرا کر ایسے ڈھنگ سے کہی جاتی کہ بری معلوم نہ ہوتی تو اچھا تھا۔ مایا کے دل سے اس کا خیال دور کرنا ضروری ہے یہ سوچکر مہندر نے اپنے کمرے سے وہ تینوں خط جو اُسے بورڈنگ میں ملے تھے نکال کر پھر پڑھے۔ وہ دل میں کہنے لگا ——— اس میں کوئی شک نہیں کہ مایا مجھے چاہتی ہے۔ لیکن کل وہ بہاری کے پاس کیوں دوڑتی ہوئی گئی؟ ضرور اس نے مجھ سے ناراض ہو کر مجھے چڑانے اور دکھانے کے لیئے ایسا کیا۔ جب میں نے صاف کہہ دیا کہ میں اسے نہیں چاہتا تو وہ بھی لازماً مجھ سے محبت نہ کرے گی۔ میری طرف سے اس حقارت کا سلوک دیکھکر اگر

وہ بہاری کو چاہنے لگے تو حیرت کی کوئی بات نہیں ۔

رات کو آشا کو سینے سے لگا کر مہندر نے پوچھا ——— "ٹھیک ٹھیک بتاؤ تم مجھے کتنا چاہتی، مجھ سے کتنی محبت ہے تمہیں؟"

آشا نے دل میں سوچا ——— "یہ کیسا سوال ہے؟ بہاری کے متعلق دن کے وقت جو شرمناک بات اٹھی تھی، اسی سے تو یہ سوال نہیں کیا مجھ پر بھی کچھ شک ہے؟" یہ سوچ کر آشا شرم کے مارے گویا مر گئی۔ اس نے کہا "چھی چھی آج تم نے ایسا سوال کیوں کیا؟ میں تمہارے پاؤں پڑتی ہوں مجھ سے سب بات کھول کر کہو ——— کیا تم نے میری محبت میں کبھی کوئی کمی پائی ہے؟"

مہندر نے آشا کی زبان سے اس کی محبت کا مزید ثبوت سننے کی خواہش سے کہا "تو پھر تم کاشی کیوں جانا چاہتی ہو؟"

آشا نے جلدی سے کہا ——— "میں کاشی نہیں جانا چاہتی میں کہیں نہ جاؤں گی۔"

مہندر نے کہا ——— "اس وقت تو تم نے مجھ سے کاشی جانے کی خواہش ظاہر کی تھی؟"

آشا نے انتہائی مضطرب ہو کر کہا ——— "کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میں کیوں جانا چاہتی تھی؟"

"مجھے چھوڑ کر موسی کے پاس شاید تم زیادہ آرام و راحت سے رہ سکو گی!"

"کبھی نہیں! میں آرام و راحت کے لئے نہیں جانا چاہتی"

"میں سچ کہتا ہوں چنی! اگر تمہارا اور کسی سے بیاہ ہوتا تو تم موجودہ صورت سے زیادہ آرام و راحت سے رہتیں"

یہ سن کر شوہر پرست آشا نے رنج و غم کے مارے مہندر کی آغوش سے
ہٹ کر تکیے میں منہ چھپا لیا۔ اور لمحہ ہی بھر بعد بڑے زور سے پھوٹ پھوٹ کر
رونے لگی۔ مہندر نے اسے تسلی دینے کے لئے گود میں اٹھا لینے کی کوشش
کی۔ مگر اس نے تکیہ نہ چھوڑا۔

اُدھر مایا اپنے دل میں سوچنے لگی ——— "اچھا، مانا کہ بہاری آشا
کو نہیں چاہتا۔ مگر جب مہندر نے اس کے سامنے صاف کہہ کر اس پر الزام لگایا
تو بہاری نے اس کا جواب کیوں نہیں دیا؟ اگر بہاری نے غلط ہی جواب دیا
ہوتا۔ جھوٹی ہی صفائی پیش کی ہوتی" تو بھی مایا خوش ہوتی مہندر نے بہاری
کو چوٹ پہنچائی تو اچھا ہی کیا۔ پھر اس نے سوچا ——— بہاری بڑا اچھا اور
نیک ہے۔ وہ پرائی عورت ——— آشا سے ہرگز محبت نہیں کرتا ہوگا۔
مگر بہاری کا وہ مردے کی طرح اترا ہوا بے رنگ و نور چہرہ مایا کو کسی طرح
نہ بھول سکا۔ ہر وقت ہر کام میں آنکھوں کے سامنے پھرنے لگا۔ وہ بہاری کے
ہونٹ پر پھر وہی گلابی جھلک، زندگی اور مسکراہٹ دیکھنے کے لئے مضطرب ہو اٹھی
دو تین دن تک ہر لمحہ اس طرح بےچین رہنے کے بعد مایا سے نہ رہا گیا۔ اس
نے بہاری کی دلدہی اور تسکین کے لئے خط لکھا ———

"بہاری بابو، اس دن تمہارا اداس اترا ہوا چہرہ دیکھ کر مجھے بڑا دکھ ہوا
ہے۔ جب سے یہی چاہتی ہوں۔ یہی دعا کر رہی ہوں، تم اچھے ہو، جیسے پہلے تھے
ویسے ہی ہو ——— وہ سادہ ہنسی کی جھلک پھر کب دیکھ پاؤں گی۔ وہ
دن اور شیریں گفتگو کب سنوں گی؟ تم کیسے ہو، دو سطریں لکھ کر جلد
اطلاع دینا۔

——— تمہاری بڑی بہو

نوکر کے ہاتھ بابا نے یہ خط بہاری کے مکان پر بھیج دیا ——— !

"بہاری آشا کو چاہتا ہے" یہ بات اس طرح، ایسے قابل مذمت انداز
مہندر کہہ سکے گا ——— بہاری کبھی ایسا تصور بھی نہ کر سکتا تھا۔
وہ خود بھی کبھی اس بات کو اس طرح صاف اپنے دل میں نہ لایا تھا۔ پہلے
اس طرح ششدر رہ گیا جیسے بجلی گر پڑی ہو۔ اس کے بعد غصے اور نفرت
چھٹپٹا کر کہنے لگا ——— یہ ظلم ہے، بے بنیاد ہے!

لیکن جب بات اٹھی ہے تو بالکل مٹائی نہیں جا سکتی۔ اس میں حقیقت
جو بیج تھا وہ دیکھتے ہی دیکھتے پھوٹنے لگا۔ اس دن جب بہاری مہندر کے
لڑکی دیکھنے گیا تھا۔ اور وہاں اس نے غروب آفتاب کے وقت باغ
کھلے ہوئے پھولوں کی خوشبو سے لبریز فضا میں، لجائی ہوئی لڑکی کا
چہرہ بالکل اپنا ہی سمجھ کر اٹھی ہوئی محبت کی نظر سے دیکھا تھا۔ وہی
بار بار یاد آنے لگا ——— اس کے سینے پر گویا کسی نے
پتھر رکھ دیا۔ ایک تیز ٹیس اس کے دل کو مسلنے لگی۔

بہاری جانتا تھا کہ آشا کاشی چلی گئی ہو گی۔ ایک دن شام کے
وہ آہستہ آہستہ ٹہلتا ہوا مہندر کے دروازے پر جا پہنچا۔ لکشمی کے دور
رشتے کے ماموں دینا ناتھ باہر بیٹھے حقہ پی رہے تھے انہیں دیکھ کر
نے پوچھا۔ سب خیریت تو ہیں نا ؟"

"ہاں، سب راضی خوشی ہیں"

"بہو کاشی کب گئیں ؟"

"وہ نہیں گئیں اور نہ جائیں گی"

یہ سنکر بہاری اندر جانے کے لئے بے تاب ہو گیا۔ لیکن پہلے کی

انہ گھر کے آدمی کی طرح کھٹ کھٹ کرتے اندر جانا اُسے مناسب معلوم
۔ بیٹے کی طرح لکشمی سے باتیں کرنا، گھونگٹ نکالے ہوئے آشا کو بہو کہہ
ایک سیدھی سادی ہنسی مذاق کی باتیں کہہ آنا ——— بہاری کے
تنہائی دشوار ہو گیا۔ دینا ناتھ نے کہا "یہاں اندھیرے میں کیوں
ے ہو؟ اندر چلو"

بہاری اندر جا کر تھوڑی ہی دور سے لوٹ آیا۔ وہ دینا ناتھ سے یہ
یزی سے چلا آیا کہ ——— "اس وقت جاتا ہوں، ایک ضروری
د آگیا ہے"

اس کے بعد اسی رات کو وہ پریاگ (الہ آباد) چلا گیا۔

جو نوکر مایا کی چھٹی لے کر گیا تھا۔ وہ بہاری کو مکان پر نہ پا کر چھٹی واپس
۔ اس وقت مہندر ڈیوڑھی کے سامنے باغ میں ٹہل رہا تھا۔ اس
پوچھا۔ "کس کی چھٹی ہے؟" نوکر نے سب کچھ کہہ دیا۔ مہندر نے چھٹی اس
نے لی۔

پہلے مہندر نے سوچا۔ کہ یہ چھٹی لے کر مایا کے ہاتھ پر رکھ دوں گا ———
اور مایا کے شرمائے ہوئے چہرے کو ایک بار دیکھ آؤں گا ———
ں گا نہیں۔ اُسے یاد آیا کہ مایا نے پہلے بھی بہاری کو ایک چھٹی لکھی
ے اس چھٹی میں کیا لکھا ہے ——— یہ جانے بغیر مہندر سے رہا نہ گیا
نے دل کو سمجھایا کہ مایا ہمارے پاس آئی ہے، ہماری نگرانی میں ہے
برائی بھلائی کا میں ذمہ دار ہوں۔ اس لئے ایسا مشکوک خط کھولکر
میرا فرض ہے۔ میں کسی طرح مایا کو غلط راستے پر نہ جانے دوں گا۔"
مہندر نے خط کھولکر پڑھا ——— بار بار پڑھا اور سوچا۔ بہت

دیر تک سوچنے پر بھی وہ فیصلہ نہ کر سکا۔ کہ مایا کے دل کا رجحان کس طرف ہے
اُسے صرف یہی شک ہونے لگا۔ کہ "میں نہیں چاہتا" کہہ کر میں نے مایا کی
تحقیر کی ہے۔ اِسی سے چڑ کر، مُرا مان کردہ دل کو میری طرف سے ہٹا کر
دوسری طرف لگانے کی کوشش کر رہی ہے۔

مہندر نے فیصلہ کیا۔ کہ اپنے آپ کو بچائے رکھ کر مایا کو پھر سے اپنی
طرف متوجہ کر لینا ہی اچھا ہے ——————!

اندر جاتے ہی مہندر نے دیکھا کہ اندر مایا کھڑی جیسے کسی کے آنے کی
راہ دیکھ رہی ہے۔ دیکھتے ہی اس کے دل میں رشک کی آگ بھڑک اٹھی
اس نے کہا۔ "اجی یہاں بیکار کھڑی ہو، ملاقات نہ ہو گی۔ یہ تمہاری چٹھی
لوٹ آئی ہے۔"

یہ کہہ کر مہندر نے چٹھی مایا کو دے دی
مایا نے کہا۔ "اسے کھولا کس نے؟"

مہندر کوئی جواب دیئے بغیر چلا گیا۔ مایا نے سمجھا کہ بہاری نے چٹھی
کھولکر پڑھ لی ہے۔ اور پھر کوئی جواب دیئے بغیر بھیجدی ہے۔ مایا کے تن بدن میں
جیسے آگ سی لگ گئی جو نوکر چٹھی لے کر گیا تھا، اسے بلا بھیجا، لیکن وہ کسی
کام سے باہر گیا ہوا تھا۔ جس طرح جلتے ہوئے چراغ کی بتی سے تیل کی بوند
ٹپکتی ہے اسی طرح بند کمرے میں بیٹھی ہوئی مایا کی آنکھوں سے آنسو ٹپ ٹپ
گرنے لگے اس نے اپنی چٹھی کو نوچ کر پرزہ پرزہ کر ڈالا مگر اس کے دل کی
آگ کسی طرح سرد نہ ہوئی۔ روشنائی کی ان دو چار سطروں کو ماضی اور حال
سے ایک دم مٹا ڈالنے —————— نہ رکھنے —————— کا کوئی چارہ نہیں
جب شہد کی مکھی غضب آلود ہوتی ہے۔ تو جسے سامنے دیکھتی ہے اسی

ٹ کھاتی ہے۔ اُسی طرح غصے سے ناگن کی طرح پھنکارتی ہوئی مایا بھی دھیندر
گھر میں آگ لگانے کے لئے تیار ہو گئی۔ وہ چاہتی ہے اسی میں رکاوٹ پڑتی
کیا وہ کسی کام میں، کسی طرح کامیابی نہ حاصل کر سکے گی؟ اچھا، اگر سکون
راحت میسر نہ ہو سکے تو جنہوں نے اس کے سکون میں رکاوٹ ڈالی ہے
اُن کو کیوں آرام سے رہنے دے گی؟ مایا نے انھیں شکست دے کر بدلہ
نا ہی اپنی ناکام زندگی کا فرض مان لیا۔

(۲۴)

پھاگن کا مہینہ شروع ہوا۔ آغاز بہار کی مست کن ہوا چلنے لگی۔ بہت
ں کے بعد آج آشا چھت پر بیٹھ کر ایک افسانہ پڑھ رہی تھی۔ اتنے میں
ندر آ پہنچا۔ دھیندر کو دیکھتے ہی آشا مضطرب سی ہو گئی۔ دھیندر نے متفکر
ر اپنی فکر کو چھپانے کے لئے ہنسنے کی کوشش کرتے ہوئے پوچھا "کس
قسمت کے خیال میں چھت پر اکیلی بیٹھی ہو؟"
آشا افسانے کے ہیروئن کو بھول گئی۔ اس نے کہا "آج تمہاری طبیعت
نہیں کیا؟"
"طبیعت تو اچھی ہے"
"تو پھر تم دل ہی دل میں کیا سوچ رہے ہو۔ کس فکر میں ڈوبے ہو بات
ہے؟"
دھیندر نے آشا کے گلوری دان سے ایک پان منہ میں رکھ کر کہا "میں یہی
رہا ہوں کہ بیچاری تمہاری موسی سے کتنے دنوں سے تمہیں نہیں دیکھا ایک
دم یکایک اُن کے پاس جا کر کھڑی ہو جاؤ گی تو وہ بہت ہی خوش ہونگی"
آشا چپ چاپ دھیندر کے منہ کی طرف دیکھتی رہی۔ وہ کچھ سمجھ نہ سکی۔

مہندر نے آج پھر یہ بات کیوں اٹھائی ہے! مہندر نے کہا "کیا جانے کو جی نہیں چاہتا؟"

اس بات کا جواب واقعی بہت مشکل تھا۔ موسی کو دیکھنے کی بھی خواہش تھی۔ مگر مہندر کو چھوڑ کر جانے کو بھی جی نہ چاہتا تھا۔ آشا نے کہا "جب کالج سے چھٹی ہو گی اور تم جا سکو گے تو میں تمہارے ساتھ چلوں گی۔"

"میں تو شاید چھٹیوں میں بھی نہ جا سکوں گا۔ امتحان کے دن قریب آ گئے ہیں ——— اس لئے چھٹیوں میں بھی گھر پر پڑھنا ہو گا۔"

"تو رہنے دو، پھر دیکھا جائے گا۔"

"رہنے کیوں دوں۔ تمہارے جانے کی خواہش تھی، پھر جاتی کیوں نہیں ہو؟"

"نہیں، مجھے جانے کی بالکل خواہش نہیں۔"

"واہ، ابھی تو اس دن جانے کی بڑی خواہش ظاہر کی تھی لیکا یک وہ خواہش کہاں چلی گئی؟"

آشا اس کا کچھ جواب نہ دے سکی۔ چپ چاپ آنکھیں نیچی کئے بیٹھی رہی مہندر اپنے دل میں سوچنے لگا ——— موسی کے پاس جانے کی خواہش ہے پھر کیوں نہیں کہتی، کہ جس طرح ہو مجھے بھیج دو؟ اس طرح کبھی ہاں کبھی نہ اور کبھی خاموش ——— یہ کیا بات ہے؟

مہندر پر شک کر کے آشا اسے اپنی آنکھوں کے سامنے رکھ کر پہرا دینا چاہتی ہے! یہ ایک مذاق ہے یا واقعی شک، یہ بات ہنسی میں اڑا دینا چاہئے یا قسم کھا کر اس کی صفائی پیش کرنا چاہئے۔ آشا اس کا بھی کچھ فیصلہ نہ کر سکی۔ آشا کو پھر خاموش بیٹھے دیکھ کر مہندر تڑپ اٹھا۔ اور جلدی سے اٹھ کر باہر چلا گیا۔

طلوع آفتاب کی روشنی تاریکی میں گم ہو گئی۔ شام بہار کی خوشگوار ہوا

چلانے لگی۔ اس وقت بھی آشا چھت پر اُسی پلنگ پر پڑی لوٹ لوٹ کر رو رہی تھی
زیادہ رات گذر جانے پر آشا نے خوابگاہ میں جا کر دیکھا —— مہندر
اکیلا پڑا سو رہا ہے۔ آشا نے سوچا —— میں اپنی پیاری محبت کرنے
والا موسی کی طرف سے ایسی بے پرواہ ہوں کہ دیکھنے بھی جانا نہیں چاہتی،
اسی لئے انھیں مجھ سے نفرت ہو گئی ہے۔ سچ سچ اس میں میرا ہی قصور ہے
یہ سوچ کر آشا آہستہ آہستہ بستر کے قریب گئی۔ اور جاتے ہی مہندر کے
دونوں پاؤں سے لپٹ گئی۔ اب مہندر سے بھی ضبط نہ ہو سکا۔ اس نے آشا
کو اٹھا کر سینے کے پاس لانے کی کوشش کی۔ مگر آشا نے پاؤں نہ چھوڑے
اس نے کہا "اگر مجھ سے کوئی قصور ہوا ہو تو معاف کر دو"
مہندر نے محبت آمیز لہجے میں کہا —— "تمہارا کوئی قصور نہیں
چُنی، میں بڑا ہی پنچ ہوں۔ اسی لئے تمہیں خواہ مخواہ تکلیف پہنچایا کرتا ہوں"
آشا کی آنکھوں سے آنسوؤں کا دھارا بہہ نکلا۔ اور مہندر کے پاؤں بھیگ
گئے۔ اس نے بےچین ہو کر دونوں ہاتھوں سے آشا کو اٹھا کر اپنے پاس سلا لیا
اب آشا کا رونا بند ہوا۔ اس نے کہا "کیا موسی کو دیکھنے کے لئے میرا جی نہیں
چاہتا؟ مگر میں تمہیں چھوڑ کر نہیں جانا چاہتی۔ اس بات سے تم مجھ سے ناراض
نہ ہونا!"
مہندر نے آہستہ آہستہ آشا کے بھیگتے ہوئے رخساروں کو ہاتھ سے
پونچھتے پونچھتے کہا —— "بھلا یہ ناراض ہونے کی بات ہے چُنی؟
تم مجھے چھوڑ کر جا نہیں سکتیں، اس کے لئے میں غصہ کروں گا؟ تمہیں
کہیں نہ جانا ہوگا!"
آشا نے کہا —— "نہیں، میں ضرور کاشی جاؤں گی"

"کیوں؟" مہندر نے حیران ہو کر پوچھا۔
جب تمہارے منہ سے ایک بار یہ بات نکل گئی، کہ میں تم پر شک کر کے نہیں جاتی تو اب کچھ ہی دن کے لیئے سہی، میں کاشی ضرور جاؤں گی۔"
"پاپ میں نے کیا اور اس کا پرائشچت (کفارہ) تم کرو گی؟"
"یہ میں نہیں جانتی، لیکن مجھ سے دانستہ یا نا دانستہ کچھ نہ کچھ پاپ ضرور ہوا ہے۔ ورنہ ایسی ناممکن باتیں نہ اٹھتیں۔ جن باتوں کو میں نے خواب میں بھی نہ سوچا تھا۔ وہی باتیں کیوں سنائی دیتی ہیں؟"
"اس کی وجہ یہی ہے کہ تم نہیں جانتیں، کہ میں کیسا پنچ اور برا آدمی ہوں"
آشا نے مضطرب ہو کر کہا۔ "پھر وہی باتیں! میں تمہارے پاؤں پڑتی ہوں، میرے سامنے ایسی باتیں نہ کرو۔"
مہندر خاموش رہا۔ آشا نے پھر کہا ——— "مگر میں اس بار کاشی ضرور جاؤں گی۔"
مہندر نے ہنس کر کہا ——— "اچھا جاؤ۔ مگر تمہارے بعد کہیں میں بگڑ گیا تو کیا ہوگا؟"
اس کے لیئے تمہیں اتنا ڈرانے کی ضرورت نہیں۔ اس کی فکر کیئے بغیر کیا میں بےچین ہو رہی ہوں؟"
"لیکن فکر کرنا اچھا ہے۔ اگر تم اپنے ہواسی کو اپنی بے احتیاطی سے بگڑ جانے دو، تو پھر بعد میں الزام کسے دو گی؟"
"تمہیں الزام نہ دوں گی۔ تمہیں قصوروار نہ ٹھہراؤں گی۔ اس کے لیئے تم فکر نہ کرو۔"
"تو پھر اس وقت اپنا قصور تسلیم کرو گی؟"

"ایک بار نہیں، سو بار!"

"اچھا تو کل ایک بار جا کر تمہارے چچا سے بات طے کر آؤں گا۔"

یہ کہہ کر مہندر دوسری طرف کروٹ لے کر سو رہا۔ کچھ دیر کے بعد اُس نے یکایک پھر کروٹ بدل کر کہا ——— "چنی! کوئی ضرورت نہیں۔ تم نہ جاؤ۔"

آشا نے مضطرب ہو کر کہا ——— "اب کیوں منع کرتے ہو؟ اس وقت نہ جانے سے تمہاری جھڑکی کی چوٹ میرے دل میں قائم رہے گی۔ مجھے زیادہ نہیں، دو چار ہی دن کے لئے بھیج دو۔"

مہندر "اچھا" کہہ کر پھر منہ پھیر کر سو گیا۔

کاشی جانے سے ایک دن پہلے آشا نے مایا کے گلے سے لپٹ کر کہا ——— "سکھی چوکھیر والی! میرے سر پر ہاتھ رکھ کر ایک بات ماننے کے لئے حامی بھر دو۔"

مایا نے آشا کی ٹھوڑی پکڑ کر پیار سے کہا ——— "کس بات کی چنی؟ کیا میں نے تمہاری کوئی بات کبھی ٹالی ہے؟"

آشا نے کہا ——— "کون جانے بہن! آجکل تم نہ جانے کیسی ہو گئی ہو میرے سوامی کے سامنے آتی ہی نہیں ہو!"

مایا نے کہا ——— "کیوں نہیں آتی! کیا یہ تم سے پوشیدہ ہے؟ اس دن تمہارے سوامی نے ہماری بابت جو کچھ کہا تھا۔ کیا تم نے اپنے کانوں سے نہیں سُنا؟ جب ایسی باتیں اٹھنے لگیں تو بھلا تم ہی بتاؤ میرے لئے سب کے سامنے نکلنا اور ہنسنا بولنا مناسب ہے!"

آشا اس بات کو اچھی طرح جانتی تھی کہ مناسب ہے یا نہیں۔ تاہم

اس نے کہا ـــــــــ "ایسی باتیں تو نہ جانے کتنی اٹھا کرتی ہیں۔ اگر ان سب باتوں پر غور کریں اور برداشت نہ کریں تو پھر محبت کیسی؟ اب ان باتوں کو بھول جاؤ۔"

مایا نے کہا ـــــــــ "اچھا بہن، بھول جاؤنگی۔"

آشا نے کہا ـــــــــ "بہن میں تو کل کاشی جا رہی ہوں۔ تم سے بھی التجا کرنے آئی ہوں، کہ میرے بعد میرے سوامی کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔ اب کی طرح دور دور رہنے سے کام نہ چلیگا۔ تمہیں ہمیشہ ان کو خوش رکھنا ہوگا۔

مایا خاموش رہی۔ آشا نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا ـــــــــ "سکھی چوکھیر والی، تمہیں میرے سر کی قسم۔ یہ کام کرنا ہی پڑے گا۔"

مایا نے کہا ـــــــــ "اچھا!"

(۲۵)

ایک طرف ماہتاب غروب ہوتا ہے۔ تو دوسری طرف آفتاب طلوع ہوتا ہے۔ آشا چلی گئی، مگر مہندر کو اب بھی مایا کا دیدار نصیب نہ ہوا۔ مہندر ادھر ادھر گھومتا رہا، کبھی کبھی کوئی نہ کوئی بہانہ کر کے اپنی ماں کے کمرے میں جاتا۔ مگر مایا بہانہ کر کے وہاں سے ہٹ جاتی۔ سامنے نہ آتی تھی۔

لکشمی نے مہندر کو بعد از اس اور غمگین دیکھ کر سوچا، کہ بہو کے جانے کی وجہ سے مہندر کا جی نہیں لگتا ـــــــــ آج کل مہندر کو ماں کی کوئی پروا نہ تھی، اس سے اسے بڑا دکھ ہوتا تھا۔ لیکن آج یہ دیکھ کر اسے اور بھی صدمہ ہوا کہ ماں کے چلے جانے پر مہندر کو کوئی تکلیف نہ ہوئی تھی مگر آج بیوی کا دو دن کا فراق اس کے لئے جاں گسل ہو رہا ہے۔ لیکن بیٹے کا

اُداس اور اترا ہوا چہرہ ماں سے نہ دیکھا گیا۔ لڑکے کے دکھ کے سامنے وہ اپنی مصیبت بھول گئی۔ لکشمی نے مایا کو بلا کر کہا ——— "بیٹی! جب سے دوبارہ بخار آیا ہے، میں بے حد کمزور ہو گئی ہوں۔ مجھ سے تو اب بار بار زینہ طے کر کے اوپر جایا نہیں جاتا، سانس پھولنے لگتی ہے ———

اب تمہیں ہی مہندر کو کھلانے پلانے کا بندوبست کرنا ہوگا۔ مہندر کو عادت سی ہو گئی ہے کہ کسی اپنے عزیز خدمتگار کے بغیر وہ آرام سے نہیں رہ سکتا دیکھو نا جب سے بہو گئی ہے، وہ کیسا ہو گیا ہے۔ بہو پر بھی آفرین ہے کیسے چھوڑ کر چلی گئی!"

مایا ذرا منہ ٹیڑھا کر کے بستر کی چادر کا کونہ جھاڑنے لگی۔ لکشمی نے کہا۔ ——— "کیوں بہو! کیا سوچتی ہو؟ اس میں تو سوچنے کی کوئی بات نہیں۔ لوگ خواہ کچھ کہیں، تم کوئی غیر تھوڑے ہی ہو!"

مایا نے کہا ——— "بواجی! یہ مجھ سے نہ ہوگا۔"

لکشمی نے قدرے جھنجھلا کر کہا ——— "اچھا جانے دو۔ مجھ سے جتنا ہو سکے گا۔ میں خود ہی کروں گی۔"

اتنا کہہ کر وہ اسی وقت مہندر کے کمرے میں صفائی کرنے کے لئے جانے لگی۔ مایا نے ہمدردی کے انداز میں کہا ——— "تمہاری طبیعت اچھی نہیں، اگر پڑو گی۔ تم نہ جاؤ۔ میں جاتی ہوں۔ معاف کرو بواجی! تمہارا جو حکم ہوگا وہی کروں گی۔"

آج مہندر نے کالج سے واپس آ کر اپنے کمرے کو دیکھا تو اُسے بڑی حیرت ہوئی دروازہ کھول کر دیکھا تو کمرہ دھوپ کے دھوئیں سے مہک رہا تھا۔ مسہری میں گلابی ریشم کی جھالر لگی تھی۔ نیچے فرش پر سفید

چاندنی بچھی تھی۔ مسہری پر پرانا تکیہ نہ تھا۔ اس کی جگہ رنگین اُون کا بُنا ہوا
انگریزی طرز کا خوبصورت چوکور تکیہ رکھا تھا جس پر نہایت نفاست سے گلاب
وغیرہ کے پھول کاڑھے ہوئے تھے اور یہ کاریگری مایا کے ہاتھ کی تھی ایکدن
آشا نے مایا سے پوچھا تھا "تم اتنی محنت سے یہ تکیہ کس کے لئے بنا رہی ہو
بہن ؟" مایا نے ہنس کر اس کا جواب دیا تھا کہ "اپنی چِتا کی سیج کے لئے بنا
رہی ہوں موت کے سوا اور کون میرا پیارا ہے ؟" دیوار پر مہندر کی تصویر لٹکی
ہوئی تھی اس نے دیکھا کہ اس تصویر کے چوکھٹے میں چاروں کناروں پر رنگین
فیتے سے بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ چار گانٹھیں دی ہوئی ہیں، جو دیکھنے
میں بے حد خوبصورت معلوم ہوتی ہیں اس تصویر کے نیچے دیوار گیریوں پر دو
گلدستے گلدانوں میں رکھے ہیں جیسے کوئی پجاری اس کی تصویر کی پوجا کر گیا
ہو سارے کمرے کا ڈھنگ ہی بدل گیا تھا۔ پلنگ اپنی جگہ سے قدرے ہٹا دیا
گیا تھا کمرہ دو حصوں میں تقسیم ہو چکا تھا۔ اس کے درمیان ڈوری باندھ کر
اس پر کپڑا ڈال کر سونے کا حصہ الگ اور پڑھنے لکھنے کی جگہ علیحدہ کر دی
گئی تھی کمرے میں شیشے کی ایک الماری تھی جس میں آشا کی دل پسند چیزیں رکھی
تھیں اس پر ایک لال رنگ کا دوشالہ ڈال دیا گیا تھا۔ اور اب اندر کی کوئی
چیز نظر نہ آتی تھی۔ گھر میں اس سے پہلے کے جو آثار و نشانات تھے وہ نئے
ہاتھ کی انوکھی سجاوٹ میں بالکل چھپ گئے تھے۔

تھکا ہوا مہندر مسہری سے تکیہ اٹھا کر سفید چاندنی پر لیٹ گیا۔ تکیے پر سر
رکھتے ہی مہندر کو ایک لطیف خوشبو آئی۔ تکیے کے اندر کی روئی میں بہت
سے پھولوں کا عطر ملا ہوا تھا۔

مہندر کی آنکھیں خود بخود بند ہو گئیں۔ اُسے نیند سی آنے لگی۔ اُسے

یوں محسوس ہونے لگا۔ کہ اس تکیئے پر جس کے حسین ہاتھوں نے کاریگری کی ہے یہ اسی کی نازک چمپا کلی ایسی انگلیوں کی خوشبو آ رہی ہے۔

اسی وقت نوکرانی چاندی کی طشتری میں پھل، مٹھائی اور بلور کے گلاس میں اناناس کا شربت لے آئی۔ سب چیزوں کا ڈھنگ ہی نرالا تھا۔ تھندر کو ان چیزوں سے ایک فرحت سی معلوم ہوئی۔ جب تھندر کھا چکا، تو مایا چاندی کے گلوری دان میں کچھ پان کی گلوریاں اور الائچی وغیرہ رکھے آہستہ آہستہ کمرے میں داخل ہوئی اور ہنستے ہنستے کہا ——— "میں کئی دنوں سے تمہارے کھانے کے وقت یہاں نہیں آ سکی۔ اس کے لئے معافی چاہتی ہوں۔ دیکھو تمہیں میرے سر کی قسم میری سہیلی کو اس بات کی خبر نہ ہو۔ کیا کروں جتنا کر سکتی ہوں اتنا کرتی ہوں۔ گھر کا سب کام کاج مجھے ہی کرنا پڑتا ہے"

اتنا کہہ کر مایا نے گلوریاں تھندر کے سامنے رکھ دیں۔ آج کی گلوریوں میں کیوڑے میں بسے ہوئے کتھے کی خوشبو آ رہی تھی۔

تھندر نے کہا ——— "خدمت کا بیاج کبھی کبھی رہ جانا ہی اچھا ہے"

مایا نے کہا ——— "بھلا وہ کیوں؟"

تھندر نے کہا ——— بیاج رہ جانے سے دعوے کر کے اصل قیمت سب چکا لیا جاتا ہے"

"اچھا سیٹھ جی! بیاج کتنا ہوا؟"

"کھانے کے وقت تم یہاں موجود نہ تھیں۔ اب کھانے کے بعد حاضری دینے سے بھی سارا سودا ادا نہ ہوگا۔ کچھ باقی رہ جائے گا"

تمہارا حساب تو بڑا مشکل دکھائی دیتا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک مرتبہ

تم سے واسطہ پڑ جانے پر پھر چھٹکارا نہیں ہو سکتا!"

"حساب میں چاہے جیسا بھی ہو، لیکن میں ابھی تک وصول تو کچھ بھی نہیں کر سکا!"

"وصول کرنے کے قابل میرے پاس رکھا ہی کیا ہے؟ مگر پھر بھی تم نے قید کر رکھا ہے!"

اتنا کہہ کر مایا نے متانت کے انداز میں آہستہ سے ایک ٹھنڈی سانس لی مہندر نے بھی سنجیدگی سے پوچھا ——— "تو مایا! یہ جیل نہ ہے؟"

اسی وقت نوکر لیمپ جلا کر لے آیا اور تپائی پر رکھ کر چلا گیا۔ یکایک آنکھوں میں روشنی پڑنے سے مایا نے روشنی کو اپنے ہاتھ کی آڑ سے روک کر آنکھیں نیچی کئے ہوئے کہا ——— "کیا جانیں باتوں میں تم سے کون جیت سکتا ہے؟ اب میں جاتی ہوں کام ہے"

مہندر نے یکایک اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا ——— "جب تم نے جیل قبول کر لی ہے تو جاؤ گی کہاں؟"

مایا نے کہا ——— "چھی چھی، چھوڑ دو جس کے بھاگنے کے لئے کوئی راہ ہی نہیں اُسے اِس طرح جکڑنے کی کیا ضرورت ہے؟"

مایا زور سے ہاتھ چھڑا کر چلی گئی۔ مہندر اسی بستر پر خوشبودار تکیئے پر سر رکھے لیٹا رہا۔ اس کی شریانوں میں خون تیزی کے ساتھ دوڑنے لگا رات کے نو بجے کسی نے دروازے کو دھکا دیا ——— مایا نے کواڑ بند پا کر باہر سے کہا ——— "مہندر بابو تمہارے کھانے کا سامان آیا ہے، دروازہ کھولو۔"

مہندر سے نہ رہا گیا ——— آواز سنتے ہی اٹھ کر دروازہ کھولنے

کے لئے چٹخنی پر ہاتھ رکھا۔ مگر دروازہ کھولے بغیر ہی واپس آکر چاندنی پر لیٹ گیا۔ اور کہا ——— "نہیں نہیں، مجھے بھوک نہیں میں نہیں کھاؤں گا۔"

باہر سے بابا نے گھبرائی ہوئی آواز میں پوچھا ——— طبیعت تو اچھی ہے؟ پانی لا دوں؟ کیا کچھ چاہیے؟"

مہندر نے کہا ——— "نہیں کچھ نہیں چاہیے۔ مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں۔"

بابا نے کہا ——— "تمہیں میرے سر کی قسم، جھوٹ نہ بولو۔ اچھا اگر طبیعت اچھی ہے تو دروازہ کھولو۔"

مہندر نے استقلال آمیز لہجے میں کہا ——— "نہیں جی نہیں کھولوں گا۔ ہرگز نہیں۔ تم جاؤ۔"

اتنا کہکر مہندر پھر مسہری پر جاکر لیٹ رہا۔ اور بھولی ہوئی آشا کی یاد کو سونے بستر اور مضطرب دل کی تاریکی میں ڈھونڈھنے لگا۔

جب کسی طرح نیند نہ آئی تو مہندر نے اٹھ کر قلم دوات لی اور آشا کو چٹھی لکھنے لگا۔ اس نے لکھا ——— "چُنی! اور زیادہ دنوں تک تم مجھے اکیلا نہ چھوڑو۔ تم میری زندگی کی دیوی ہو۔ تمہارے یہاں نہ ہونے سے میرے جذبات میری عقل کا بندھن توڑ کر مجھے کسی اور طرف کھینچ رہے ہیں۔ کچھ سمجھ نہیں آتا۔ میں جانتا ہوں راستہ دیکھکر چلنا چاہیے، مگر راہ دکھانے والی روشنی کہاں ہے؟ تمہاری دونوں حسین آنکھوں کی محبت ہی وہ روشنی ہے۔ تم جلدی آؤ ——— تم ہی میری بھلائی، میرا دھرم اور زندگی کو روشن کرنے والا نور ہو۔ میری ہمت بڑھاؤ۔ میری حفاظت کرو۔ میرے دل کو اپنی محبت سے سکون بخشو۔"

اس طرح آشا کے سامنے اپنے دل کا حال کھول کر اپنے پر پھٹکار دینے کے لئے مہندر نے بہت رات گئے تک بیٹھ کر بہت سی باتیں لکھیں۔ تھوڑی دور گرجے کی گھڑی نے ٹن ٹن ٹن کر کے تین بجائے۔ آشا کو یاد کرنے اور اس لمبی چٹھی میں طرح طرح سے اپنی گھبراہٹ اور مضطرب دل کی کیفیت لکھنے سے مہندر کو قدرے سکون ملا اور وہ بستر پر لیٹتے ہی سو گیا۔

صبح جب مہندر کی آنکھ کھلی تو کافی دن چڑھ آیا تھا جھروکے سے سورج کی کرنیں کمرے میں داخل ہو چکی تھیں۔ مہندر جلدی سے اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ رات کو دیر تک جاگنے کی وجہ سے رات کی باتوں کا جوش اور دل کا اضطراب قدرے کم ہو گیا تھا۔ بستر سے اُٹھ کر مہندر نے دیکھا کہ جو چٹھی رات کو آشا کے لئے لکھی تھی وہ تپائی پر دوات کے نیچے دبائی ہوئی رکھی ہے۔ اس کو دوبارہ پڑھ کر مہندر نے اپنے دل میں کہا ——— "اچھا ہوا جو چٹھی بھیجی نہیں۔ چُنّی پڑھتی تو کیا کہتی - وہ تو یہ باتیں سمجھ ہی نہ سکتی۔"

اُس چٹھی کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے عام فہم الفاظ میں سیدھی سادی مختصر سی چٹھی آشا کو لکھی کہ "تم کتنے دنوں تک آؤ گی؟ اگر تمہارے چاچا جی جلد نہ لوٹیں تو مجھے لکھو۔ میں آ کر تمہیں لے جاؤنگا۔ یہاں تمہارے بغیر اکیلے رہنا مجھے پسند نہیں۔"

(۲۶)

مہندر کے جانے کے چند روز بعد جب آشا کاشی پہنچی تو اَن پورنا کے دل میں کئی قسم کے شکوک و شبہات پیدا ہوئے۔ اس نے آشا سے طرح طرح کے سوالات کئے باتوں باتوں میں مایا کا ذکر بھی آیا۔ اَن پورنا نے کہا ———

"ہاں چُنّی! تیری سہیلی جو کیمرداتی کیا سچ مچ ایسی ہوشیار اور سلیقہ شعار ہے کہ

ویسی عورت اس دنیا میں نہیں؟"

آشنتا نے کہا ——— "سچ سچ موسی! وہ ایسی ہی ہے ———

——— اور جس قدر عقلمند ہے۔ اُس قدر خوبصورت بھی ہے۔ اور گھر گرہستی کا کام بھی بڑے سلیقے سے کرنا جانتی ہے"

"تیری سہیلی جو ہے، تو تو اُسے بلند ہی سمجھے گی۔ اچھا یہ بتا کہ گھر کے دوسرے لوگ اُسے کس نظر سے دیکھتے ہیں؟"

"ساس جی تو اس پر از حد خوش ہیں۔ جب دیکھو اُس کی بڑائی کیا کرتی ہیں۔ جب میری سہیلی گاؤں جانے کے لئے کہتی ہے تو وہ بیقرار ہو جاتی ہیں۔ ان کی ایسی خدمت کوئی نہیں کرتا۔ گھر کا کوئی نوکر چاکر اگر بیمار ہو جائے تو وہ ماں اور بہن کی طرح دل لگا کر اس کی خدمت کرتی ہے"

"اس کے متعلق مہندر کی کیا رائے ہے؟"

"یہ تو تم جانتی ہی ہو موسی! اپنے کسی خاص آدمی کے سوا انہیں کوئی دوسرا پسند ہی نہیں آتا۔ میری سہیلی کو سب لوگ پیار کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ مگر پیا سے اُن کی ابھی تک اچھی طرح بات چیت نہیں ہوئی"

"کیسے؟"

"میں نے بڑی کوشش سے اُن کی ملاقات تو کرا دی مگر بات چیت بہت ہی کم ہوتی ہے۔ تم تو اُن کی عادت سے واقف ہی ہو۔ لوگ سمجھتے ہیں وہ مغرور ہیں۔ مگر درحقیقت یہ بات نہیں موسی! وہ ایک آدمیوں کے سوا کسی کے ساتھ زیادہ میل جول رکھنا پسند ہی نہیں"

آخری بات یکایک منہ سے نکل جانے کے سبب اُسے بڑی شرم محسوس ہوئی۔ گلابی رخسار پر سرخی دوڑ گئی۔ آنپورنا نے دل ہی دل میں خوش

ہو کر کہا ——— یہی بات ہے۔ اُس دن جب مہندر آیا تھا۔ تو اُس نے بابا کا نام تک نہیں لیا۔"

آشا نے سنجیدگی سے کہا "یہی اُن میں نقص ہے جس کو نہیں چاہتے، وہ اُن کے نزدیک گویا دنیا ہی میں نہیں ہے اُسے کبھی دیکھا ہی نہیں ——— جانتے ہی نہیں۔"

اَن پورنا نے مسکرا کر کہا ——— "اور جسے چاہتے ہیں اُسے ہی دیکھتے ہیں، جانتے ہیں۔ اور سب کچھ سمجھ کر لیتے ہیں۔ کیوں نہ چُنی!"

آشا نے کوئی جواب نہ دیا۔ اور آنکھیں نیچی کر لیں۔ اس کی خاموشی ہی سے اس کے دل کی حالت معلوم ہو گئی۔

اَن پورنا نے پھر پوچھا ——— "بھلا بہاری کا کیا حال ہے؟ کیا وہ اب بیاہ نہیں کرے گا؟"

یہ سُنتے ہی آشا کی مسکراہٹ سنجیدگی میں بدل گئی۔ اور وہ کوئی جواب نہ دے سکی۔ آشا سے کوئی جواب نہ ملنے پر اَن پورنا نے گھبرا کر پوچھا ——— "سچ کہہ چُنی! بہاری خیریت سے تو ہے نا؟"

آشا نے کہا ——— "موسی! بہاری بابو کی بات مجھ سے نہ ہو سکے گی۔"

اِتنا کہہ کر آشا دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ اَن پورنا چُپ چاپ سوچنے لگی ——— بہاری بڑا لایق اور حلیم لڑکا تھا۔ کیا تھوڑے ہی دنوں میں وہ اس قدر بدل گیا ہے کہ چُنی آج اس کا ذکر بھی نہیں کرنا چاہتی؟ اس کا نام سُن کر چلی گئی ہے۔ سب قسمت کے کھیل ہیں۔ ورنہ کیوں اس کے ساتھ چُنی کی شادی کی بات چیت ہوتی اور مہندر ہی کیوں ضد کر کے چُنی کو اس کے

ہاتھ سے چھین لیتا۔

بہت دنوں کے بعد آج پھر اَن پورنا کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے

اُس نے دل میں کہا ——— "اگر بیچارے بہاری نے کچھ ایسا ہی کیا ہوگا

جو اس کے لئے زیبا نہ تھا تو ضرور انتہائی تکلیف اور مجبوری کے عالم میں کیا ہوگا

وہ لڑکا ایسا نہیں۔ بے حد سمجھدار ہے۔"

شام کے وقت اوپر چھت پر بیٹھی اَن پورنا بھگوان کو یاد کر رہی تھی اتنے

میں ایک گاڑی دروازے پر آ کر رکی۔ سائیس نے بند دروازے پر دستک دی

اَن پورنا نے آشا سے کہا ——— "چنی آج الہ آباد سے میری نند اور اُن

کی لڑکی کو آنا تھا۔ معلوم ہوتا ہے ان کی گاڑی آئی ہے۔ تو ذرا لالٹین لے کر

نیچے جاکر دروازہ کھول دے۔ میں پوجا کر رہی ہوں۔"

آشا لالٹین لے کر نیچے گئی۔ دروازہ کھولا تو سامنے بہاری کھڑا تھا۔ آشا

کو دیکھ کر اُس نے جھٹ پوچھا ——— "یہ کیا ہوا؟ میں نے تو سُنا تھا

تم کاشی نہیں آؤ گی؟"

آشا کے ہاتھ سے لالٹین گر گئی۔ اُس نے جیسے بھوت دیکھا ہو وہ ایک

سانس میں بھاگ کر اُوپر موسی کے پاس چلی گئی۔ اور کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔

——— "موسی تمہارے پاؤں پڑتی ہوں۔ تم ان سے کہو کہ ابھی یہاں

سے لوٹ جائیں۔"

اَن پورنا نے کہا ——— "کس سے چنی! کس سے؟"

آشا نے کہا ——— "بہاری بابو یہاں بھی آئے ہیں۔"

اتنا کہہ کر وہ کوٹھڑی میں گھس گئی۔ اور اندر سے زنجیر چڑھا دی۔

بہاری نیچے سب باتیں سن رہا تھا۔ وہ اسی وقت لوٹنے لگا۔ اتنے میں

مالا پھینک کر ان پورنا نیچے آ گئی۔ اس نے دیکھا بہاری دروازے کے پاس زمین پر بیٹھ گیا ہے۔ اس کے جسم سے جیسے تمام طاقت زائل ہو گئی ہے۔

ان پورنا اپنے ساتھ روشنی نہیں لائی تھی۔ صرف گاڑی کی دھندلی روشنی بہاری پر پڑ رہی تھی۔ اس لئے ان پورنا بہاری کے چہرے کی حالت نہ دیکھ سکی۔ بہاری کو بھی چکر سا آ گیا تھا۔ وہ بھی ان پورنا کو دیکھ سکا۔

ان پورنا نے غصے سے بھری ہوئی تیز آواز میں کہا ——— "بہاری! آہ وہ محبت کا میٹھا انداز کہاں گیا؟ اس آواز میں بجلی کی سی کڑک تھی ——— اور پیار کی بو باس کا کہیں پتہ نہ تھا۔

بہاری کے بدن میں جیسے بجلی دوڑ گئی ہو۔ اس نے شکستہ آواز میں کہا ——— "چاچی جی! بس اب اور کچھ نہ کہنا! میں جاتا ہوں"

اتنا کہکر بہاری نے زمین پر سر رکھ کر پرنام کیا۔ اسے ان پورنا کے پاؤں چھونے کی بھی ہمت نہ ہوئی۔ ماں جسطرح اپنے مردہ بچے کو گنگا کی لہروں کی نذر کر دیتی ہے۔ اسی طرح ان پورنا نے بھی رات کے تاریک سناٹے میں بہاری کو رخصت کر دیا۔ ایک دفعہ بھی اسے واپس نہ پکارا۔ گاڑی بہاری کو لے کر دیکھتے ہی دیکھتے آنکھوں سے اوجھل ہو گئی۔

اس رات آشا نے مہندر کو ایک چٹھی لکھی ——— "آج شام کو یکایک بہاری بابو یہاں آئے تھے۔ چاچی کے کاشی جانے کا ابھی کوئی پتہ نہیں۔ تم جلدی آ کر مجھے لے جاؤ۔"

(۳۷)

اس دن رات بھر جاگنے کے باعث مہندر کچھ تکان محسوس کر رہا تھا پھاگن کے دن تھے گرمی پڑنی شروع ہو گئی تھی۔ مہندر کا یہ دستور تھا کہ صبح

جاگتے ہی کتاب لے کر پڑھنے بیٹھ جاتا تھا۔ آج وہ چپ چاپ بستر پر تکیے کے سہارے بیٹھا سوچتا رہا۔ بہت دن نکل آیا مگر وہ نہانے کے لئے نہ اٹھا سڑک پر لوگ اپنے اپنے کاروبار کے لئے بڑی تیزی سے گذر رہے تھے پڑدیس میں ایک مکان بن رہا تھا۔ وہاں مزدور لڑکیاں چھت کوٹتی ہوئی گانے لگیں۔ قدرے گرم ہوا لگنے سے مہندر کے مضمحل جسم کی نسیں اور بھی کمزوری اور لعاہت محسوس کرنے لگیں۔

اتنے میں ماآیا نے آکر کہا ——— "مہندر بابو! آج تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ نہاؤ گے نہیں؟ کھانا بھی تیار ہو چکا ہے اور تم ابھی تک سو رہے ہو! کیا کچھ طبیعت خراب ہے؟ کیا سر میں درد ہے؟ اور اتنا کہکر ماآیا مہندر کے سر پر ہاتھ رکھ کر دیکھنے لگی۔

مہندر نے آنکھیں بند کئے ہی بھرآئی ہوئی آواز میں کہا ———
"آج طبیعت قدرے خراب ہے اسلئے میں نہاؤں گا نہیں۔"

ماآیا نے کہا ——— نہاؤگے نہیں تو نہ سہی چلکر کچھ کھا ہی تو لو۔
ماآیا بہت کچھ کہہ سنکر مہندر کو نہلانے لے گئی۔ مہندر جب نہا چکا تو ماآیا نے بڑی محبت اور عقیدت کے ساتھ کھانا کھلایا۔ کھانا کھانے کے بعد مہندر پھر اپنے کمرے میں آکر لیٹ گیا۔ ماآیا سرہانے بیٹھ کر آہستہ آہستہ اس کا سر دبانے لگی۔ مہندر نے آنکھیں بند کئے ہی کہا ——— ماآیا! تم نے ابھی تک کچھ نہیں کھایا، اب تم بھی جاکر کچھ کھا لو۔"

لیکن ماآیا کسی طرح بھی وہاں سے نہ گئی۔ کاہلی پیدا کرنے والی دوپہر کی گرم ہوا کے جھونکے سے کمرے کا پردہ اڑنے لگا۔ اندر دیوار کے پاس ہلتے ہوئے ناریل کے درخت کی سرسراہٹ سنائی دینے لگی۔ مہندر کا دل زرد

سے دھڑکنے لگا۔ اور مایا کی لمبی لمبی سانسیں مہندر کی پیشانی پر پڑی ہوئے گھنگھریالے بالوں کو تال دے دے کر نچانے لگیں۔ مایا خاموش تھی مہندر اپنے دل میں سوچ رہا تھا ——— "وہ اب تو محبت کے سمندر میں بہہ چلا ہوں۔ دیکھتا ہوں کہ زندگی کی کشتی کب اور کہاں پہنچکر کنارے لگتی ہے؟"

سرہانے بیٹھ کر مہندر کا سر دباتے دباتے، اُٹھتے جوبن کے بوجھ سے مایا کی پیشانی جھکنے لگی۔ آخر کار اس کے ناگن سے لہراتے ہوئے بالوں کے گچھے کا ایک سرا مہندر کے رخساروں پر پڑ گیا۔ ہوا سے ہلتے ہوئے اس نازک بالوں کے گچھے سے مہندر کا تمام جسم کانپ اٹھا۔ اُسے یوں محسوس ہوا جیسے اس کی سانس چھاتی میں رک گئی ہو۔ اور ہوا کے باہر نکلنے کا راستہ جیسے کسی نے بند کر دیا ہو۔

مہندر سٹپٹا کر اٹھ بیٹھا اور مایا کی طرف دیکھے بغیر یہ کہکر اٹھ کھڑا ہوا ——— "نہیں، مجھے کالج جانا ہے۔ میں جاتا ہوں۔"

مایا نے کہا ——— "گھبراؤ نہیں، میں تمہارے کپڑے لائے دیتی ہوں۔"

مہندر کے کالج پہنکر جانے والا لباس مایا وہیں لے آئی مہندر جلدی سے کپڑے پہن کر کالج چلا گیا۔ مگر وہاں بھی اس کا دل نہ بہل سکا۔ وہ بہت دیر تک لکھنے پڑھنے میں دل لگانے کی بے سود کوشش سے اکتا کر دو بجے ہی گھر لوٹ آیا۔

کمرے میں داخل ہو کر اُس نے دیکھا کہ مایا اپنی چھاتی کے نیچے تکیہ رکھ کر کوئی کتاب پڑھ رہی ہے۔ اُس کے لمبے لمبے گھنگھریالے بال اس کی پیٹھ پر بکھرے ہوئے ہیں۔ غالباً اس نے مہندر کے پاؤں کی آہٹ نہ سنی تھی مہندر

دبے پاؤں چپکے سے پیچھے آکر کھڑا ہو گیا۔ مایا نے یونہی پڑھتے پڑھتے ایک ٹھنڈی سانس بھری۔

مہندر نے پوچھا ——— "اجی اے چوکھیر والی! تخیلی آدمیوں کے لئے کیوں اپنی ہمدردی ضائع کر رہی ہو؟ کہو کیا پڑھ رہی ہو؟"

مایا گھبرا کر اٹھ بیٹھی۔ اور اس نے جلدی سے وہ کتاب اپنے آنچل میں چھپا لی مہندر کتاب کو چھین کر دیکھنے کی کوشش کرنے لگا۔ بہت دیر کی ہاتھا پائی کے بعد مایا ہار گئی۔ مہندر نے اس کے آنچل سے کتاب کو نکال کر دیکھا وہ بنکم بابو کا ناول "وش برکش" تھا۔ مایا ہانپتی ہوئی ناراض ہو کر چپ چاپ منہ پھیر کر بیٹھ گئی۔

مہندر کا دل بڑی تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ اس نے بڑی کوشش سے ہنس کر کہا ——— "چھی چھی بڑا دھوکا دیا! میں سمجھا تھا کوئی چھپانے والی چیز ہو گی۔ اتنی چھینا جھپٹی کے بعد نکلا کیا؟ "وش برکش"!

مایا نے کہا ——— "اب میرے چھپانے کی اور کیا چیز ہو گی بھلا!"

مہندر جھٹ کہہ اٹھا ——— "یہی مان لو، اگر بہاری کی کوئی چٹھی ہوتی!"

پل بھر مایا کی آنکھوں میں جیسے بجلی چمک گئی۔ اتنی دیر تک کام دیو کی طرح گھر کے کس کونے میں مچل رہا تھا۔ اب ایسا معلوم ہوا جیسے وہ دوبارہ جل کر راکھ ہو گیا ہو۔ بھک سے جل اٹھنے والی چتا کی طرح مایا ہٹ کر کھڑی ہو گئی مہندر نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا ——— "میری ہنسی کو معاف کرو۔ مجھ سے غلطی ہو گئی ہے۔"

مایا نے اپنا ہاتھ چھڑا لیا اور کہا ——— "کس کی ہنسی اڑاتے ہو؟

اگر تم اُن کے سامنے دوستی کرنے کے قابل ہوتے تو تمہاری ہلنسی میں بھی برداشت کر لیتی۔ تم ادھی طبیعت کے آدمی ہو۔ اگر دوستی نبھانے کی طاقت نہیں تو مذاق کیوں کرتے ہو؟

مایا باہر جانے کے لئے آگے بڑھی، مہندر نے اس کے دونوں پاؤں پکڑ لئے۔ اتنے میں دیوار پر کسی کا سایہ پڑا۔ مہندر نے پاؤں چھوڑ دیئے اور چونک کر پیچھے دیکھا۔ پیچھے بہاری کھڑا تھا۔

بہاری نے دونوں کو ایک گہری نظر سے دیکھ کر بڑے نرم انداز اور دھیمی آواز میں کہا ——— "بڑا بے موقعہ آگیا ہوں۔ مگر بہت دیر تک نہیں بیٹھوں گا۔ ایک بات کرنے آیا ہوں۔ میں کاشی گیا تھا مجھے معلوم نہ تھا کہ بہو وہاں گئی ہیں۔ میں لاعلمی میں قصوروار بن گیا۔ اُن سے معافی مانگنے کا وقت نہ مل سکا۔ اسی لئے تمہارے پاس معافی مانگنے آیا ہوں۔ میں تم سے یہ التجا کرتا ہوں کہ پھر سے (؟) میں جانے بوجھے یا بغیر جانے کوئی گناہ کا سایہ پڑا ہو تو اس کے لئے انہیں کبھی دکھ سہنا پڑے۔"

بہاری کے سامنے یکایک اپنی کمزوری ظاہر ہونے سے مہندر جھنجھلا اُٹھا تھا۔ اس نے کہا ——— "تم تو چور کی داڑھی میں تنکے والی بات کرتے ہو۔ میں نے تو گناہ کا اقرار کرنے کے لئے بھی نہیں کہا۔ اور انکار کرنے کے لئے بھی نہیں۔ پھر معافی مانگ کر اور التجا کر کے سادھو بننے کیوں آئے ہو؟"

بہاری کچھ دیر بت بنا کھڑا رہا۔ اس کے بعد جیسے ہی بہاری نے کچھ کہنے کی کوشش کی مایا جھٹ بول اُٹھی ——— "بہاری بابو! تم کچھ نہ کہنا۔ کوئی جواب نہ دینا۔ اس آدمی نے جو کچھ اپنے منہ سے کہا۔ اس سے اسکے منہ پر سیاہی لگی ہے وہ سیاہی تم تک نہیں پہنچی۔" نہ معلوم بہاری نے مایا کی باتیں سنیں یا نہیں وہ

نیند کے عالم میں چلنے والے انسان کی طرح دروازے سے نکلا۔ اور سیڑھیوں کی جانب لوٹ چلا۔

مایا نے اس کے پیچھے جا کر کہا ———— "بہاری بابو! کیا مجھ سے تم کچھ نہ کہو گے؟ اگر بے عزتی کرنی ہو تو میری بے عزتی کرو!"

بہاری جب کچھ جواب دیئے بغیر آگے بڑھتا چلا گیا۔ تو مایا نے آگے جا کر اس کے دونوں ہاتھ پکڑ لئے۔ بہاری نہایت سختی کے ساتھ اسے دھکیل کر چلا گیا اس دھکے سے مایا کا گرنا اسے معلوم ہی نہ ہوا۔

گرنے کا دھماکہ سن کر مہندر دوڑا آیا۔ اس نے دیکھا مایا کے بائیں ہاتھ کی کہنی کے پاس زخم ہو گیا ہے۔ اور اس میں سے خون کا فوارہ چھوٹ رہا ہے

مہندر نے کہا ———— "اوہ! بڑی چوٹ آئی۔"

اتنا کہہ کر اسی وقت مہندر اپنی دھوتی پھاڑ کر پٹی باندھنے لگا۔

مایا نے ہاتھ ہٹا کر کہا ———— "نہ نہ کچھ نہ کرنا۔ خون نکلنے دو۔"

مہندر نے کہا ———— "میں ابھی پٹی باندھ کر ایک دوا لگائے دیتا ہوں۔ پھر درد نہ ہو گا اور جلدی اچھا ہو جائے گا۔"

مایا پرے ہٹ گئی اور کہا ———— "میں جلدی اچھا کرنا نہیں چاہتی یہ زخم یونہی بنا رہے گا۔"

مہندر نے کہا ———— "آج میری غلطی اور گھبراہٹ سے تمہیں اس طرح ایک غیر آدمی کے سامنے شرمندہ ہونا پڑا اور بدنامی اٹھانی پڑی کیا تم میرے اس گناہ کو معاف کرو گی؟"

مایا نے کہا ———— "معافی کس بات کی مانگتے ہو۔ اچھا کیا میں کیا دوسروں سے ڈرتی ہوں؟ میں کسی کی بھی نہیں مانتی جو لوگ دھکا دے کر

سے چلے جاتے ہیں۔ کیا وہی میرے سب کچھ ہیں۔ اور جو لوگ پاؤں پکڑ کر مجھ رکھنا چاہتے ہیں وہ میرے کوئی نہیں ہوتے؟"

مہندر خوشی کے مارے پھولا نہ سمایا ——— وہ محبت بھرے لہجے میں کہہ اٹھا ——— "مایا! تو تم میری محبت کو قبول کروگی؟"

مایا نے کہا ——— "سر آنکھوں پر رکھوں گی۔ میں نے اپنی زندگی میں اپنی محبت نہیں دیکھی کہ اُسے، نہیں چاہیئے، کہکر لوٹا دوں"

مہندر نے مایا کے دونوں ہاتھ پکڑ کر کہا ——— "تو آؤ میرے کمرے میں چلو۔ میں نے آج تمہیں بڑی تکلیف پہنچائی ہے۔ اور تم بھی آج میرا دل توڑ کر چلی آئی ہو ——— جب تک ہم دونوں کی تکلیف ختم نہ ہو جائے گی۔ ہمیں کسی طرح بھی چین نہ آئے گا"

مایا نے کہا ——— "آج نہیں۔ آج مجھے چھوڑ دو۔ اگر میں نے تمہیں کوئی تکلیف پہنچائی ہو تو معاف کر دو"

مہندر نے کہا ——— "تم بھی مجھے معاف کرو۔ نہیں تو مجھے نیند نہ آئے گی"

مایا نے کہا ——— "معاف کیا"

(۲۸)

دوسرے دن بیدار ہونے پر مہندر کا دل ایک قسم کے فرحت و سرور سے لبریز ہو گیا۔ صبح کی سنہری کرنوں نے جیسے اس کی سب خواہشات اور خیالات کو حسین بنا دیا ہو۔ اس نے دل میں کہا ——— آسمان کتنا حسین ہے زمین کیسی پیاری ہے، ہوا کیسی اچھی ہے۔

صبح سویرے ایک فقیر اکتارہ بجا کر دروازے پر گانے لگا۔ دربان نے

اُسے ہٹانا چاہا۔ مہندر نے دربان کو منع کر کے ایک روپیہ فقیر کو دے ڈالا۔
نوکر کمرے سے لیمپ اٹھا کر لے جانے لگا۔ بے توجہی سے لیمپ گر کر چکنا چور
ہو گیا۔ نوکر ڈر کے مارے کانپتا ہوا مہندر کی طرف دیکھنے لگا۔ مہندر نے
مُسکرا کر نوکر سے کانچ کے ٹکڑے باہر پھینک دینے کو کہا۔ آج جیسے وہ
اپنے کسی نقصان کو نقصان ہی نہیں سمجھتا ـــــــــــ!

محبت اتنے دِنوں تک آڑ میں بیٹھی تماشا دیکھ رہی تھی۔ آج اُس نے
سامنے آ کر پردہ اُٹھا دیا۔ ساری دُنیا پر سے پردہ اٹھ گیا۔ پیڑ پتے پھل پھو
ہی کچھی چھیرو، شہر کا ہجوم اور شور ہر چیز حسین معلوم ہوتی تھی۔ یہ انوکھا حسن نہ
جانے اِتنے دنوں تک کہاں پوشیدہ تھا؟

مایا سے ملاقات کی اُمید میں آج مہندر کالج بھی نہ جا سکا۔

گھر کے کام کاج میں لگی ہوئی مایا کی آواز کبھی باورچی خانے اور کبھی بھنڈار
خانے سے سُنائی دیتی تھی۔ لیکن مہندر کو یہ اچھا معلوم نہ ہوتا تھا۔ آج اس
نے مایا کو ساری دُنیا سے چھپا کر اپنے دل میں بسا لیا تھا۔

وقت کسی طرح نہ کٹتا تھا۔ مہندر غسل اور کھانے سے فارغ ہو چکا۔
گھر کا سب کام ختم ہو گیا۔ دوپہر ہو گئی۔ گھر میں سناٹا چھا گیا۔ مگر اب تک
مایا نظر نہ آئی۔ دُکھ، سُکھ، ضبط اور امید نے مہندر کے دِل کے تمام تار
جھنجھنا دیئے۔

کل کی چھینی ہوئی کتاب "وِش برِکش" بستر پر پڑی تھی۔ کل کی چھینا جھپٹی
کی داستان یاد آ جانے سے مہندر کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ جس تکیہ کو کل
مایا چھاتی کے نیچے رکھے لیٹی ہوئی تھی۔ مہندر اُسی تکئے کو سر کے نیچے رکھ کر
لیٹ گیا۔ اور اسی کتاب کے ورق الٹنے لگا۔ اوراق الٹتے پلٹتے ہیں

کا دل پڑھنے میں لگ گیا۔ پڑھتے پڑھتے پانچ بج گئے۔ مگر مہندر کو کچھ خبر نہ ہوئی۔

اتنے میں ایک طشتری میں پھل مٹھائی اور دوسری رکابی میں قند آمیز خربوزے کر مایا کمرے میں آئی اور سب چیزیں مہندر کے سامنے رکھ کر بولی ——— "کیا کر رہے ہو مہندر بابو؟ تمہیں ہوا کیا ہے؟ پانچ بج گئے۔ ابھی تک پڑھے ہوئے ہو۔ نہ منہ ہاتھ دھویا اور کپڑے ہی تبدیل کئے!"

مہندر بیل تنگ ہو گیا۔ اسے کیا ہوا ہے۔ یہ بھی آج مایا کے پوچھنے کی بات ہے؟ مہندر کی حالت کیا آیا سے چھپی ہوئی ہے؟ آج کا دن بھی کیا اور دنوں کی طرح ہے؟

مہندر کھانے بیٹھا اور مایا نے باہر پڑے ہوئے کپڑوں کو اٹھا کر تہ کر کے صندوق اور الماری میں رکھنا شروع کیا۔

مہندر نے کہا ——— "ذرا ٹھہر جاؤ، میں ابھی اٹھ کر تمہارے کام میں تمہاری مدد کرتا ہوں"

مایا نے ہنستے ہوئے کہا ——— "میں ہاتھ جوڑتی ہوں اور جو چاہے کرو، مدد نہ کرو"

مہندر نے جلدی سے اٹھ کر ہاتھ منہ دھو کر کہا ——— "ٹھیک ہے۔ تم مجھے بالکل نکما سمجھتی ہو! اچھا آج امتحان ہو جائے"

یہ کہہ کر کپڑے تہ کرنے کی فضول کوشش کرنے لگا۔ مایا نے مہندر کے ہاتھ سے کپڑے لیتے ہوئے کہا ——— "بس آپ رہنے دیجئے! اچھی مدد کرنے آئے اور بھی کام بڑھانے لگے"

مہندر نے کہا ——— "اچھا تو تم کام کرو میں دیکھ کر سیکھوں گا"
مہندر اُسی کپڑوں کی الماری کے سامنے زمین پر بیٹھ گیا۔ مایا کپڑے جھاڑنے کے بہانے مہندر کے اوپر جھک جھک کر کپڑے تہ کر کے الماری میں رکھنے لگی۔

آج کی ملاقات اس طرح شروع ہوئی۔ مہندر نے صبح جو تصور رات کے محل تعمیر کئے تھے وہ حقیقت کا جامہ نہ پہن سکے مگر پھر بھی مہندر کچھ ناراض نہ ہوا اُسے قدرے تسکین ہی ملی۔
اتنے میں لکشمی کمرے میں آئی۔ اُس نے مہندر سے کہا ———
"بہو تو کپڑے رکھ رہی ہے تو یہاں بیٹھا کیا کر رہا ہے؟"
مایا نے کہا ——— "دیکھو تو امّا جی! بیکار بیٹھے اور بھی میرے کام میں دیر کرا رہے ہیں"
مہندر نے کہا ——— "واہ میں تو بیٹھا مدد کر رہا ہوں"
لکشمی نے کہا ——— "ایسی ہی میری قسمت ہے! تو مدد کریگا! بہو! مہندر کی ہمیشہ ہی سے یہ عادت ہے، ماں اور چچی کا پیارا مہندر کوئی بھی کام اپنے ہاتھ سے کرنا نہیں جانتا"
اتنا کہہ کر ماں نے ایک بار محبت آمیز نگاہ سے اپنے کاہل بیٹے کی طرف دیکھا۔
مایا جب سب کپڑے سنبھال چکی تو لکشمی نے کہا ——— "کھانا پکانا ہے کہو تو جا کر چولھا جلاؤں یا تمہارا کوئی کام ابھی باقی ہے؟"
مایا نے کہا ——— "نہیں امّا جی! اب تو اور کوئی کام نہیں چلو کھانا پکائیں"

مہندر نے کہا ——— "آج شام کو کوئی کام نہیں ہے۔ میں نے سوچا تھا کہ ماںیا کو کوئی کتاب پڑھ کر سناؤں گا"
ماںیا نے کہا ——— "تو آج ٹھیک تو ہے! آج شام کو کتاب سننے آنا ہوگا۔ میں بھی آؤں گی تم بھی آنا"
لکشمی نے سوچا۔ مہندر آج کل بالکل اکیلا ہے۔ ہم سب کو مل کر اسے بہلانا چاہیے۔ اس نے کہا ——— "ہاں اچھا تو ہے کھانے کے بعد تیرے ساتھ میں بھی آؤں گی۔ کیوں مہندر کتاب پڑھے گا نا؟"
ماںیا نے کنکھیوں سے ایک مرتبہ مہندر کی طرف دیکھا۔ مہندر نے کہا ——— "اچھا پڑھوں گا" مگر مہندر کا سارا جوش پھیکا پڑ گیا۔ ماںیا بھی لکشمی کے ساتھ ساتھ چلی گئی۔
مہندر نے دل میں کہا ——— میں بھی شام گھومنے چلا جاؤں گا اور دیر کرکے واپس آؤں گا۔
یہ سوچ کر سیر کے لئے اس کے دل میں اتنی اُمنگ پیدا ہوئی کہ وہ اسی وقت کپڑے تبدیل کرنے لگا مگر باہر نہ جا سکا۔ بہت دیر تک تو چھت پر ٹہلتا رہا کبھی کبھی سیڑھیوں کی طرف بھی جھانکتا رہا۔ مگر آخر کار کمرے کے اندر جا کر کرسی پر بیٹھ گیا۔
آج کھانے کے وقت ماںیا لکشمی کو اپنے ساتھ لیتی آئی۔ نقاہت کی وجہ سے سیڑھیاں چڑھنے میں اس کا سانس پھول جاتا تھا۔ اس لئے وہ بہت کم اوپر آیا جایا کرتی تھی۔
آج ماںیا بہت منت سماجت سے اُسے اوپر لائی۔ مہندر بڑی سنجیدگی کے ساتھ روکھا سا بن کر کھانا کھانے لگا۔

مایا نے کہا — "یہ کیا مہندر بابو! آج تو تم کچھ کھاتے ہی نہیں"!
لکشمی نے بے چین ہو کر پوچھا — "طبیعت تو اچھی ہے نا؟"
مایا نے کہا — "میں نے اپنی محبت سے کھانا پکایا ہے۔ کچھ کھانا ہی پڑے گا۔ مگر معلوم ہوتا ہے اچھا نہیں پکا۔ اچھا تو رہنے دو۔ نہ نہ لحاظ میں آ کر زبردستی کھانے کی کوئی ضرورت نہیں، پڑا رہنے دو!"
مہندر نے سارا کھانا ختم کر دیا۔ اس کا کوئی ٹکڑا بھی نہ چھوڑا۔ کھانا کھا چکنے کے بعد مہندر، لکشمی اور مایا تینوں کمرے میں بیٹھے۔ مگر مہندر نے کتاب پڑھنے کا ذکر بھی نہ چھیڑا۔
لکشمی نے کہا — "ارے مہندر، تو نے اس وقت کتاب پڑھ کر سنانے کو کہا تھا۔ پڑھ نا۔ کون سی کتاب پڑھے گا؟"
مہندر نے کہا — مگر اس کتاب میں رام، کرشن اور دیوی دیوتاؤں کا ذکر نہیں ہوگا تم اسے پسند نہ کرو گی"
مایا نے کہا — "یوں کرو مہندر بابو! ماں جی کے کمرے میں تلسی جی کی رامائن رکھی ہے۔ آج وہی لا کر سناؤ۔ ماں جی کا دل بھی بہل جائیگا۔ اور رام نام کا بھی ذکر ہو جائے گا"
مہندر نے معنی خیز نظروں سے مایا کی جانب دیکھا۔ اتنے میں نوکرانی نے آ کر کہا — "ماں جی! چندو کی ماں تمہارے کمرے میں آ کر بیٹھی ہے"
چندو کی ماں اور لکشمی میں بڑا پیار تھا۔ شام کے بعد چندو کی ماں سے بات چیت کرنے کے جذبے کو روکنا لکشمی کے بس کی بات نہ تھی۔ مگر پھر بھی آج لکشمی نے نوکرانی سے کہا — "اُن سے جا کر کہدے کہ آج مہندر کے پاس کوئی نہیں اور اس سے کوئی صلاح مشورہ بھی کرنا ہے۔ کل وہ ضرور آئیں"

مہندر جھٹ بول اٹھا ——— "کیوں ماں! تم اُن سے مل نہ آؤ!"

مایا نے کہا ——— "کیا ضرورت ہے لوا جی! تم یہاں بیٹھو۔ میں جاکر ان کے پاس بیٹھتی ہوں"

لکشمی سے چندو کی ماں سے ملاقات کئے بغیر نہ رہا گیا۔ اس نے کہا ——— "بہو! تم یہاں بیٹھو۔ میں دو چار باتیں کر کے انھیں رخصت کئے دیتی ہوں۔ مہندر تو پڑھنا شروع کر میری راہ نہ دیکھ"

لکشمی کے جاتے ہی مہندر خاموش نہ رہ سکا کہنے لگا ———

"مایا! تم جان بوجھ کر اس طرح فضول کیوں مجھے ستاتی ہو؟"

مایا نے جھنجلا کر کہا ——— واہ جی! میں نے تمھیں کیا ستایا ہے؟ اگر میرے یہاں آنے سے تمھیں تکلیف ہوتی ہے، تو یہ لو میں جاتی ہوں"

مایا غمگین صورت بنائے اٹھ کھڑی ہوئی۔

مہندر نے اس کا ہاتھ پکڑ کر بٹھا لیا۔ اور کہا ——— "اسی طرح تو تم مجھے ستاتی اور جلاتی ہو"

مایا نے کہا ——— "واہ! مجھے معلوم نہیں تھا مجھ میں اتنا جلال ہے! مگر تمہارا بھی دل کچھ کم سخت نہیں! بہت کچھ برداشت کر سکتے ہو البکر صورت سے تو تمہاری جلن کے کچھ آثار نہیں پائے جاتے!"

"صورت دیکھ کر کیا جانو گی؟" اتنا کہہ کر مہندر نے مایا کا ہاتھ کھینچ کر اپنے دھڑکتے ہوئے سینے پر رکھ لیا۔

مایا "اُف!" کہکر چیخ اٹھی۔ مہندر نے جلدی سے ہاتھ چھوڑ دیا۔ اور کہا ——— "کیوں کیا ہوا ہے؟"

مہندر نے دیکھا۔ اُس دن مایا کے ہاتھ میں جو چوٹ آئی تھی اسمائیں

خون بہہ رہا ہے۔ مہندر نے کہا ——— "میں بھول گیا تھا۔ مجھ سے بڑا بھاری قصور ہوا ہے۔ اچھا لاؤ اس پر دوا لگا دوں"

مایا نے کہا ——— "نہیں آپ ہی اچھا ہو جائیگا۔ میں دوا نہیں لگاؤنگی"

مہندر نے کہا ——— "کیوں؟"

مایا نے کہا ——— "کیوں کیا۔ یہ چوٹ جیسی ہے ویسی ہی رہے گی"

مایا اٹھ کر باہر جانے لگی مہندر نے بھی غرور کے مارے اسے نہ روک کر کہا ——— "کہاں جاتی ہو؟"

"کام ہے!" کہکر مایا آہستہ آہستہ چلی گئی۔

بھاگن جیت کے دنوں میں بہاری کے علاقے پر سے بہت سا شہد آیا کرتا تھا۔ ہر سال وہ لکشمی کے ہاں بھیجا کرتا تھا۔ حسب معمول اس نے اس سال بھی بھیجا۔ مایا خود شہد کا برتن لیکر لکشمی کے پاس گئی اور کہا ———

"بوا جی! بہاری بابو نے شہد بھیجا ہے"

لکشمی نے اس شہد کو بھنڈار خانے میں رکھنے کے لئے کہا۔ مایا شہد رکھ کر واپس آئی اور لکشمی کے پاس بیٹھ کر بولی ——— "بہاری بابو کسی کام میں تم کو نہیں بھولتے۔ ان کے ماں باپ نہیں ہیں۔ تمہیں کو ماں سمجھتے ہیں"

لکشمی کی نگاہ میں بہاری مہندر کے سائے کی طرح تھا۔ وہ مہندر کے مقابلے میں اس کے متعلق سوچ بچار نہ کرتی تھی۔ اس کے خیال میں بہاری اس کے گھر میں مفت کا آدمی تھا۔ مگر آج جب مایا نے لکشمی کو اس کی ماں کا لقب دیا۔ تو اس کے دل میں بھی شفقت مادری کروٹیں لینے لگی۔ اس کا دل یکایک بہاری کے لئے بیقرار ہو گیا۔

لکشمی نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا ——— "بیشک بہاری

میرے لڑکے کے برابر ہے بلکشمی کو آج احساس ہوا کہ بہاری اس کے اپنے بیٹے سے بھی زیادہ خدمت گذار ہے۔ اور اپنی خدمت کا صلہ نہ پا کر بھی اس نے کبھی بُرا نہیں مانا —— اُس کی عقیدت میں کوئی فرق نہ آیا۔ یہی سوچ کر اُس نے آہ بھری اور مایا سے پوچھا —— "اچھا بہو۔ آجکل بہاری دکھائی کیوں نہیں دیتا؟"

مایا نے جواب دیا —— "میں بھی تو یہی سوچ رہی تھی۔ بُوا جی! بات تو یہ ہے کہ تمہارے لڑکے کی جب سے شادی ہوئی ہے۔ اس وقت سے وہ اپنی بہو کے پھیر میں پڑ گیا ہے۔ پھر دوست بھلا آ کر کیا کریں؟"

مایا کی بات لکشمی کو ٹھیک معلوم ہوئی اپنی بہو کو لے کر مہندر نے سب دوستوں اور عزیزوں کو دور ہٹا دیا ہے۔ بہاری کو تو بُرا معلوم ہی ہوگا۔ وہ کیوں آئیگا؟ بہاری کی حالت کو اپنی حالت کے ساتھ یکساں پا کر اسے بہاری کے ساتھ اور بھی ہمدردی ہو گئی۔

اِس طرح بہاری کے پردے میں اپنے دکھ کا احساس کر کے لکشمی نے یہ جانا کہ دو دن بیوی کے ساتھ رہ کر اپنے پرانے ساتھی کو اس طرح چھوڑ دینا مہندر کی نادانی ہے اسے انصافی اور گناہ ہے۔

مایا نے کہا —— "کل اتوار ہے بوا جی! اگر کل تم بہاری بابو کو کھانے کے لئے بلوا لو تو وہ بڑے خوش ہوں گے۔"

لکشمی نے کہا —— "ٹھیک کہتی ہو بہو! اچھا تو مہندر کو بلاتی ہوں۔ وہ بہاری کو دعوت نامہ لکھ بھیجے گا۔"

مایا نے کہا —— "تم نہیں لکھ سکتیں تو میں تمہاری طرف سے لکھ بھیجوں گی۔"

مایا نے خود ہی لکشمی کی طرف سے چٹھی لکھ کر آدمی کے ہاتھ بھیج دی۔

اتوار کا دن مہندر کے لئے بڑا قیمتی ہوتا ہے۔ ہفتے کے دن ہی اس کی تمنائیں کھل جاتی ہیں۔ اتوار کے دن طلوعِ آفتاب کا منظر اسے بے حد حسین اور دلکش معلوم ہونے لگا۔ جاگتے ہوئے شہریوں کا شور و شغب اسے ایک رسیلے گیت کی طرح لطف بخشنے لگا۔

مگر یہ کیا معاملہ ہے؟ ماں آج کوئی پوجا کریں گی؟ ہر روز کی طرح آج تو وہ آرام نہیں کر رہیں، مایا کے ساتھ خود بھی کام کاج میں مصروف ہیں کام کاج کے سلسلہ میں دس بج گئے۔ اس عرصہ میں بہانے سے بھی مایا اکیلی جگہ نہیں ملی۔ مہندر کتاب پڑھنے کی کوشش کرنے لگا۔ مگر پڑھنے میں کسی طرح اس کا دل نہ لگ سکا۔

مہندر سے نہ رہا گیا۔ اس نے نیچے جا کر دیکھا۔ اس کی ماں چولھے کے پاس بیٹھی طرح طرح کے کھانے پکا رہی تھی۔ اور مایا کمر سے دھوتی باندھے سامان اکٹھا اکٹھا کر دینے میں مصروف ہے۔

مہندر نے پوچھا —— "آج کیا معاملہ ہے؟ اتنی دھوم دھام کیسی؟"

لکشمی نے کہا —— "کیا بہو نے تجھ سے نہیں کہا؟ آج میں نے بہاری کو دعوت دی ہے۔"

بہاری کو دعوت؟ مہندر کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ اُس نے کہا —— "مگر ماں، میں تو گھر پر نہیں رہ سکوں گا۔ ایک دوست کے یہاں ضروری کام ہے، کھانا بھی وہیں کھاؤں گا۔"

مایا نے ایک مرتبہ مہندر کی طرف طنز آمیز نگاہ سے دیکھ کر کہا ——

—— "اگر دعوت ہے تو انھیں جانے دو نواجی! نہ ہوگا، بہاری بابو اکیلے ہی کھانا کھالیں گے"۔

مگر اپنے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا مہندر کو کھلائے بغیر لکشمی کو چین کہاں؟ وہ کھانا کھا کر جانے پر جس قدر اصرار کرنے لگی، اُسی قدر مہندر کی ضد بڑھنے لگی۔ اس نے کہا —— "بہت ضروری دعوت ہے، مجھے ضرور جانا ہوگا بہاری کو دعوت دینے سے پہلے تمہیں احتیاطاً مجھ سے پوچھ لینا تھا"

مہندر یہ سمجھ گیا تھا کہ مایا ہی نے ماں سے کہکر بہاری کو دعوت پر بلوایا ہے۔ یہ سوچکر جس قدر رشک بڑھنے لگا اسی قدر مہندر کا گھر سے باہر جانے کا ارادہ کمزور ہونے لگا۔ مہندر سے یہ دیکھے بغیر کیسے رہا جا سکتا تھا کہ بہاری اور مایا آپس میں کیوں کر ملتے ہیں اور کیا کیا باتیں کرتے ہیں! اگرچہ یہ دیکھ کر جلنا ہی ہوگا، تاہم دیکھنا ضروری ہے!"

بہاری نے بہت دنوں کے بعد دعوت کے روز مہندر کے گھر میں مہمان کی حیثیت سے قدم رکھا۔ یہ گھر لڑکپن ہی سے اسے پیارا تھا۔ وہ بچپن میں اسی گھر کے لڑکے کی طرح بے روک ٹوک یہاں اودھم مچاتا تھا انہیں باتوں کو سوچتا ہوا بہاری زنانہ ڈیوڑھی پر آکر ذرا ٹھٹک گیا اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے تھے اس نے بڑی مشکل سے آنسوؤں کو روکا، مسکراتا ہوا گھر میں داخل ہوا اور لکشمی کے قدموں پر سر کو رکھ دیا۔ جب بہاری روز آیا کرتا تھا تو اس طرح پرنام نہ کیا کرتا تھا۔ اُسے ایسا معلوم ہوا جیسے وہ بہت دنوں کے بعد پردیس سے گھر واپس آیا ہو۔ بہاری جب پرنام کرکے سر کو قدموں سے اٹھانے لگا۔ تو لکشمی نے محبت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر دعا دی۔

لکشمی نے آج بے حد ممتا کی وجہ سے بہاری کی پہلے کی نسبت بہت زیادہ

عزت اور خاطر کی، کہا ــــــ "بہاری تو اتنے دن یہاں آیا کیوں نہیں؟
میں ہر روز سوچتی تھی کہ آج بہاری آئیگا ــــــ آج بہاری آئیگا!"
بہاری نے ہنس کر کہا ــــــ "ہاں اگر میں آتا تو روز میری یاد کیونکر
آتی! مہندر بھیا کہاں ہیں؟"
لکشمی نے اداس ہو کر کہا ــــــ "مہندر کی آج کہیں دعوت تھی۔
ضروری جانا تھا۔ اس لئے تمہاری دعوت میں شریک نہ ہو سکا۔
یہ سن کر بہاری کو بڑا صدمہ پہنچا۔ بچپن کی دوستی کا کیا آخر یہی انجام ہوگا؟
ایک لمبی سانس لے کر اس نے اس وقت تفکرات کو بھول جانے کی کوشش
کرتے ہوئے کہا ــــــ "ماں! میرے لئے آج کیا کیا پکا ہے؟"
بہاری نے ایک ایک کر کے اپنی پسند کی سب چیزوں کے متعلق پوچھا
اتنے میں مہندر نے باہر سے آکر روکھے انداز میں پوچھا ــــــ
"کیوں بہاری! کیسے ہو؟"
لکشمی نے چونک کر پوچھا ــــــ "کیوں مہندر تم دعوت میں
نہیں گئے؟"
مہندر نے اپنی شرمندگی کو چھپاتے ہوتے کہا ــــــ "نہیں جا سکا
چٹھی لکھ کر بھیج دی ہے۔ کہ ایک ضروری کام آپڑا ہے، میں نہیں آسکوں گا۔"
اتنے میں مایا نہا دھو کر آئی اُسے دیکھ کر بہاری کچھ نہ بولا۔ مہندر اور
مایا کی جو کیفیت اُس نے اس روز کمرے میں دیکھی تھی وہ اسے اچھی طرح یاد تھی۔
مایا نے بہاری کے پاس آکر رسیلی آواز میں کہا ــــــ "کیوں
بہاری بابو! معلوم ہوتا ہے جیسے بالکل پہچانتے ہی نہیں"
بہاری نے کہا ــــــ "سب کو تھوڑے پہچانا جا سکتا ہے۔"

مایا نے کہا ——— "پہچانا جاسکتا ہے! اگر کچھ سمجھ سے کام لیا جائے تو پہچانا جاسکتا ہے"

مہندر اور بہاری، دونوں کھانا کھانے بیٹھے۔ لکشمی پاس بیٹھ کر دیکھنے لگی اور مایا کھانا تھالیوں میں پروسنے لگی۔

مہندر کا دل کھانے کو نہ چاہتا تھا۔ وہ صرف پروسنے کے طریقے پر غور کر رہا تھا۔ اُسے ایسا معلوم ہوا جیسے بہاری کو کھلانے میں مایا ایک قسم کی راحت محسوس کر رہی ہے، بہاری کی تھال میں کھانا زیادہ کیوں پڑا۔ بہاری کو کشمکش کا سالن زیادہ کیوں دیا ——— مجھے کیوں نہ ملا؟ اِن شکایتوں کا مایا کے پاس ایک بڑا اچھا جواب تھا کہ مہندر تو گھر کا آدمی ہے اور بہاری دعوت پر بلایا گیا ہے۔

لکشمی پاپڑ بہت اچھے بناتی تھی۔ بچا ہوا ایک پاپڑ مایا بہاری کی تھالی میں ڈالنے لگی۔ بہاری نے کہا ——— "نہ، نہ مہندر بھیا کو دو انہیں پاپڑ بہت اچھا لگتا ہے"

مہندر نے غرور آمیز انداز میں کہا ——— "نہیں نہیں مجھے نہیں چاہیئے"

مایا نے پھر وہ پاپڑ بہاری کی تھالی میں رکھ دیا۔

کھانا کھانے کے بعد دونوں دوست اُٹھ کر باہر جانے لگے۔ مایا نے جلدی سے آکر کہا ——— "بہاری بابو! ابھی نہ جانا، ذرا اوپر چلکر بیٹھو"

بہاری نے کہا ——— "تم کھانا کھانے نہ جاؤگی؟"

مایا نے کہا ——— "نہیں آج ایکادشی کا برت ہے"

بہاری کے ہونٹوں پر ایک طنزیہ مسکراہٹ کھیلنے لگی ——— جس کا مطلب تھا کہ ادھر دھرم کا یہ حال ہے کہ ایکادشی کا برت رکھا جاتا ہے

اور دوسری طرف ـــــــــــ

اس مسکراہٹ کا مطلب مایا سے چھپا نہ رہ سکا۔ وہ بھی سمجھ گئی لیکن جس طرح اس دن ہاتھ کی چوٹ سہہ گئی تھی۔ آج مسکراہٹ کی تلوار کا وار بھی برداشت کر گئی۔ اس نے انتہائی عاجزی سے کہا ـــــــــــ "تمہیں میری قسم تھوڑی دیر کے لئے اوپر چل کر بیٹھو"

مہندر نے یکایک جھنجھلا کر کہا ـــــــــــ "تم لوگوں کو ذرا بھی سمجھ نہیں، کام ہو یا نہ ہو، طبیعت چاہتی ہو یا نہ چاہتی ہو، مگر بیٹھنا ہی ہوگا۔ اتنی زیادہ عزت و تکریم کا مطلب تو میری سمجھ میں نہیں آتا"

مایا زور سے ہنس پڑی اور کہا ـــــــــــ "بہاری بابو! اپنے دوست کی باتیں سنتے ہو۔ احترام کا مطلب ہے احترام۔ لغت میں اس کا مطلب سمجھانے کے لئے کو لفظ لکھا ہی نہیں"

بہاری نے مایا کو کوئی جواب نہ دیکر مہندر سے کہا ـــــــــــ "مہندر بھیا میں جاننا چاہتا ہوں کہ ہم لوگوں کی دوستی کا کیا یہی انجام ہوگا؟"

اس وقت مہندر کے دل میں آگ سلگ رہی تھی۔ مایا کے الفاظ اس کے سینے میں بار بار زہر میں بجھے ہوئے نشتر کی طرح چبھ رہے تھے۔ اس نے کہا ـــــــــــ "نہیں دوستی کا انجام سمجھ لینے سے سکون ہو سکتا ہے۔ مگر مجھے تو یہیں دوستی کا ختم ہو جانا زیادہ اچھا معلوم نہیں ہوتا۔ میں صرف اپنی گھریلو زندگی میں باہر کے لوگوں کا دخل نہیں چاہتا۔ دوستی کو اپنے تک ہی محدود رکھنا چاہتا ہوں"

بہاری چپ چاپ چلا گیا۔

مہندر کا دل بے عزتی سے ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا تھا۔ اس نے دل سے عہد

گیا کہ اب وہ ماباسے ملاقات اور گفتگو نہیں کرے گا۔ مگر تھوڑی ہی دیر میں وہ ماباسے ملاقات کرنے کی گھات میں رہنے لگا ——

(۲۹)

آشا نے ایک دن ان پورنا سے پوچھا —— "اچھا موسی! تم کو کبھی موسا جی کی یاد آتی ہے؟"

ان پورنا نے کہا —— "میں گیارہ ہی برس کی عمر میں بیوہ ہو گئی تھی سوامی کی مورتی سائے کی طرح یاد پڑتی ہے"

آشا نے کہا —— "تو پھر موسی، تم کس کا دھیان کرتی ہو؟"

ان پورنا نے مسکرا کر کہا —— "میرے سوامی آجکل جس کے روپ میں بسے رہتے ہیں، اسی ایشور کا دھیان کرتی ہوں"

آشا نے کہا —— "اس سے کیا تمہیں کوئی راحت محسوس ہوتی ہے؟"

ان پورنا نے پیار سے آشا کے سر پر ہاتھ پھیر کر کہا ——

"میرے دل کی وہ بات تم کیا سمجھ سکو گی بیٹی! اسے میرا دل جانتا ہے یا جن کا دھیان کرتی ہوں وہ جانتے ہیں"

آشا اپنے دل میں کہنے لگی —— "میں رات دن جن کا تصور کرتی ہوں، کیا وہ میرے دل کی بات نہیں جانتے؟ میں اچھی طرح چھٹی لکھنا نہیں جانتی۔ لیکن انھوں نے کیوں مجھے خط لکھنا چھوڑ دیا ہے؟"

شام کو ٹھاکر جی کی آرتی ہو جانے کے بعد آشا پھر ان پورنا کے پاس آ بیٹھی اور آہستہ آہستہ اُن کے پاؤں دبانے لگی بہت دیر خاموش رہنے کے بعد کہا —— "موسی! تم کہتی ہو سوامی کو دیوتا سمجھ کر عورت کو اس کی خدمت کرنی چاہیے، یہی عورت کا دھرم ہے۔ لیکن جو عورت ان پڑھ ہو کچھ جانتی نہ ہو

اُسے کوئی شعور نہ ہو تو وہ کیسے جان سکتی ہے کہ پتی کی خدمت کیسے کرنی چاہیئے؟
وہ عورت کیا کرے؟"

اَن پورنا کچھ دیر تک آشا کا منہ تکتی رہی۔ پھر ایک ٹھنڈی سانس لیکر کہا
—— "بیٹی! میں بھی تو اَن پڑھ ہوں۔ لیکن پھر بھی بھگوان کی یاد اور
سیوا کرتی ہوں"۔

آشا نے کہا —— "وہ تمہارے دل کی بات جانتے ہیں، اس لئے
خوش ہوتے ہیں۔ اور سوامی اگر ہو کر بھی کی سیوا سے خوش نہ ہو تو؟"

اَن پورنا نے کہا —— "سب کو خوش کرنے کی طاقت ہر ایک میں
نہیں ہوتی بیٹی! عورت اگر بے پناہ عقیدت بھگتی اور کوشش کے ساتھ اپنے
خاوند کی خدمت کرے، گھر کے کام میں دل لگائے پھر بھی اس کا سوامی اُس
کی خوبیوں کو نظر انداز کر دے تو ان خدمتوں پر پرماتما خوش ہوتا ہے! وہی
پھل دیتا ہے"۔

آشا نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ اَن پورنا کی اس نصیحت سے اپنے دل
کو مطمئن کرنا چاہتی تھی۔ لیکن اُسے کسی طرح بھی اس بات پر یقین نہ آتا تھا کہ
جس خدمت کو سوامی پسند نہیں کرتا اُسے پرماتما پسند کر کے اس کا صلہ دیتا
ہے۔ وہ پھر سر جھکا کر موسی کے پاؤں دبانے لگی۔

اَن پورنا نے اس کا ہاتھ کھینچ کر اُسے اور بھی اپنے قریب کر لیا۔ اور اس
کی پیشانی چوم کر اپنے روندھے ہوئے گلے کو بڑی مشکل سے صاف کر کے کہا۔
—— "جتنی دکھ اور مصیبت میں جو نصیحت ملتی ہے، وہ دُکھ اور مصیبت کے
دیکھے بغیر صرف سننے سے نہیں مل سکتی۔ ایک وقت میں نے بھی تیری عمر میں
دنیا سے بیوپار کر کے لینے دینے کا سلسلہ چاہا تھا۔ اس وقت میں بھی تیری ہی

طرح سوچتی تھی۔ کہ جس کی خدمت کروں گی، اُسے خوشی کیوں نہ ہوگی؟ جس کی پوجا کرونگی اس کا پرساد کیوں نہ ملیگا؟ لیکن قدم قدم پر مجھے یہی معلوم ہوا کہ ایسا نہیں ہوتا۔ آخر ایک دن سب سمجھ لیا تو معلوم ہوا کہ ماضی کی خدمت مٹی ہوگئی کیئے کرائے پر پانی پھر گیا۔ بالآخر دنیا سے رشتہ توڑ کر یہاں آ بیٹھی۔ اور اب یہ معلوم ہوا کہ میرا کچھ بھی ضائع نہیں گیا۔ بیٹی جن سے اصل لین دین کا تعلق ہے جو دنیا میں سب کے مہاجن ہیں۔ وہی میرے سب کاموں کو ——— سیوا، پوجا اور بھلائی کی کوشش کو قبول کر رہے ہیں ''

آشا بستر پر پڑے پڑے کافی رات گئے تک بہت سی باتیں سوچتی رہی تو بھی اچھی طرح سمجھ نہ سکی۔ لیکن اُسے اپنی موسی سے بے حد عقیدت تھی اور وہ اس پر اعتبار کرتی تھی۔ وہ موسی کی بات کو اچھی طرح نہ سمجھ سکنے کے باوجود اس پر یقین لے آئی ——— موسی نے جس کو سارے سنسار پر ترجیح دی ہے وہ صرف پرماتما ہے اُسی بھگوان کے لئے اس تاریکی میں اپنے بستر پر اٹھ کر بیٹھ کر بار بار اُسے پرنام کرتی رہی اور کہا ——— ''میں بچی ہوں تمہیں نہیں جانتی صرف اپنے ہی کو جانتی ہوں۔ اس لئے اگر کوئی گناہ ہوگیا ہو تو معاف کرنا۔ ناتھ! میں اپنے سوامی کی خدمت میں جو سیوا عقیدت کے ساتھ پیش کرتی ہوں اُسے قبول کرنے کے لئے کہتا۔ وہ میری خدمت کو قبول نہیں کریں گے صرف پاؤں سے ٹھکرا دیں گے تو میں مرجاؤں گی۔ میں اپنی موسی کی طرح نیک نہیں ہوں جو صرف تمہارا ہی سہارا لے کر جی سکوں گی''

یہ کہہ کر آشا نے بار بار ہاتھ جوڑ پرماتما کو پرنام کیا۔ آشا کے چچا نے کلکتے واپس جانے کا ارادہ کیا۔ رخصت ہونے سے ایک دن پہلے انّ پورنا نے آشا کو اپنی گود میں بٹھا کر کہا ——— ''چنی! میری بیٹی! مجھے دنیا کے دکھ

اور مصیبتوں سے بچانے کی طاقت مجھ میں نہیں۔ میری یہی نصیحت ہے کہ تجھے کہیں سے بھی چاہے کتنا ہی دکھ ملے، مگر تو اپنے یقین، اپنی بھگتی اور اپنے دھرم کو نہ چھوڑنا"

آشا نے موسی کے پاؤں کی خاک اپنی پیشانی پر لگا کر کہا ــــــ

"موسی تمہاری دعا سے ایسا ہی ہوگا"

(۳۰)

آشا کلکتے لوٹ آئی۔ مایا نے منہ پھلا کر کہا ــــــ "وہاں جا کر مجھے بھول ہی گئیں۔ اتنے دن پردیس رہیں۔ وہاں سے ایک خط بھی نہ لکھنا چاہیے تھا؟"

آشا نے کہا ــــــ "تم نے کیوں نہ لکھا؟"

مایا نے کہا ــــــ "میں پہلے کیوں لکھتی؟"

آشا نے اپنی باہیں مایا کے گلے میں ڈال کر اپنی غلطی کا اعتراف کیا اور کہا ــــــ "تم جانتی ہو بہن، مجھے لکھنا نہیں آتا۔ اور خصوصاً تم ایسی پڑھی لکھی سلیقہ شعار حسینہ کو چٹھی لکھتے ہوئے مجھے اپنی علمی کم مائگی پر ندامت محسوس ہوتی ہے"

دیکھتے ہی دیکھتے دونوں سہیلیوں کے گلے شکوے ختم ہو گئے۔ اور دونوں آپس میں لپٹ گئیں۔

مایا نے کہا ــــــ "تم نے ہر وقت اپنے سوامی کے پاس بیٹھ بیٹھ کر اُن کی عادت خراب کر دی ہے۔ اگر ہر گھڑی کوئی آدمی ان کے پاس نہ بیٹھا رہے تو اُن سے رہا نہیں جاتا"

آشا نے کہا ــــــ "اسی لئے تو میں اپنے سوامی کو تمہارے سپرد کر گئی تھی۔ کس طرح ساتھ رہنا ہوتا ہے یہ تم مجھ سے زیادہ جانتی ہو"

مایا نے کہا —— "دن کو تو انھیں کسی نہ کسی طرح کالج بھیجکر بیفکر ہو جاتی تھی۔ مگر رات کو کسی طرح بھی جان نہ بچتی تھی۔ گفتگو کرتی ہوگی، یہاں بیٹھ کر کتاب پڑھنی ہوگی سننی ہوگی —— یہ کہہ کر کسی طرح چھوڑتے ہی نہ تھے۔"

آشا نے کہا —— "کیسے چھوڑتے سکھی! تم تو لوگوں کو مرغوب ہو پھر لوگ تم کو کیوں چھوڑنے لگے؟"

مایا نے کہا —— "برا نہ ماننا بہن! تمہارے سوامی کی حالت دیکھ کر مجھے تو کبھی کبھی یہ خیال ہونے لگتا ہے کہ شاید میں تسخیر کا علم جانتی ہوں۔"

آشا نے ہنس کر کہا —— "تم نہیں جانتی تو اور کون جانتا ہے؟ تمہارا یہ علم اگر مجھے بھی حاصل ہو جاتا تو اپنے آپ کو خوش قسمت سمجھتی۔"

مایا نے کہا —— "کیوں اس کی بربادی کے ارادے ہیں؟ گھر میں جو موجود ہے اسی کی حفاظت کرو۔ کسی دوسرے کو قابو میں لانے کی کوشش نہ کرنا! بڑا جھنجھٹ ہوتا ہے!"

آشا نے مایا کا منہ بند کرتے ہوئے کہا —— "چپ رہو! کیا بک رہی ہو؟"

کاشی سے واپسی کے بعد پہلی ملاقات میں مہندر نے آشا سے کہا —— معلوم ہوتا ہے موسی کے پاس تم بڑے آرام میں تھیں، اسی لئے تو خوب موٹی ہو آئی ہو۔"

آشا کو بڑی شرم محسوس ہوئی۔ اُس نے سوچا میرے جسم کو موٹا نہ ہونا چاہئیے تھا میں بڑی بیوقوف ہوں، میری کوئی بات بھی اچھی نہیں ہوتی۔ دل اس قدر غمگین ہونے کے باوجود بھی یہ کمبخت جسم موٹا ہو گیا ہے۔ ایک تو پہلے ہی اپنے

دل کی بات کہنے کے لئے الفاظ نہیں ملتے، اس پر یہ جسم ایسا ہو گیا ہے کہ دکھیا دل کی دکھی باتوں پر کسی کو یقین ہی نہ آئے۔

آشا نے آہستہ سے کہا —— "آپ کیسے رہے ہے؟"

اگر پہلے کے دن ہوتے تو مہندر مذاق کے ساتھ اپنے دل کی حقیقت یوں بیان کرتا —— "بالکل مردہ ہو رہا تھا، یا مر رہا تھا" —— لیکن آج وہ آشا کے ساتھ ہنس کر بات بھی نہ کر سکا۔ اس نے قناعت سے کہا —— "اچھا رہا ہوں، کچھ برا نہیں رہا۔"

آشا نے مہندر کی طرف دیکھا —— وہ پہلے کی نسبت کچھ کمزور سا ہو گیا ہے۔ چہرہ اترا ہوا ہے، رنگ زرد پڑ گیا ہے۔ آنکھوں میں ایک طرح کی چمک سی آگئی ہے۔ اس کے پیٹ میں جیسے بھوک نے آگ لگا رکھی ہے وہ آگ جیسے اُسے اندر ہی اندر جلائے جا رہی ہے۔

کچھ دیر خاموش رہ کر مہندر نے پوچھا —— "چاچی تو اچھی طرح ہے؟"

اس سوال کے جواب میں چاچی کی خیر و عافیت کی خبر ملنے پر کسی اور موضوع پر بات کرنا مہندر کے لئے اشد مشکل ہو گیا اُسے کوئی بات ہی نہ سوجھتی تھی پاس ہی ایک پھٹا پرانا اخبار پڑا تھا۔ اس کو اٹھا کر اچاٹ دل سے وہ پڑھنے لگا۔ آشا سر جھکا کر سوچنے لگی۔ اتنے دنوں کے بعد ملاقات ہوئی ہے لیکن پھر بھی انھوں نے اچھی طرح دل کھول کر بات نہیں کی یہاں تک کہ اچھی طرح آنکھوں سے آنکھیں ملا کر دیکھا بھی نہیں۔ یہ کیا بات ہے؟ میرے خط نہ لکھنے سے تو ناراض نہیں ہو گئے؟ یا میں موسی کے کہنے سننے پر کاشی میں بہت دن رہ آئی ہوں۔ اسلئے چڑ گئے ہیں؟ آشا مہندر کی ناراضگی کو اپنی غلطی پر محمول کرتے ہوئے دل ہی دل میں چپ چاپ اس غلطی کی کھوج کرنے لگی۔

مہندر کالج گیا اور لوٹ بھی آیا۔ شام کو ناشتے کے لئے مٹھائی وغیرہ لیکر لکشمی خود آئی۔ آشا بھی گھونگٹ نکالے تھوڑی دور کواڑ پکڑے کھڑی تھی۔ کمرے میں اور کوئی نہ تھا۔

لکشمی نے بیتاب ہو کر پوچھا ——— "کیا آج تیری طبیعت اچھی نہیں مہندر؟"

مہندر نے کہا ——— "نہیں ماں! طبیعت تو اچھی ہے"

لکشمی نے کہا ——— "تو پھر کچھ کھاتا کیوں نہیں؟"

مہندر نے جھنجھلا کر کہا ——— "واہ! کھا نہیں رہا تو اور کیا کر رہا ہوں؟"

گرمی کا موسم آ گیا تھا۔ مہندر شام کو ایک ہلکی سی ریشمی چادر اوڑھے چھت پر ادھر اُدھر ٹہلنے لگا۔ مہندر کو بڑی امید تھی کہ آج بھی حسب معمول کتاب سنانا بند نہ ہوگا۔ "آنند مٹھ" ختم ہونے والا ہے، صرف دو تین باب باقی رہ گئے ہیں۔ ماما چاہے کتنی سخت دل ہو لیکن وہ کتاب ضرور پڑھ کر سنا جائیگی۔ مگر شام گئی رات ہو چکی اور کتاب سننے سنانے کا وقت بھی گزر چکا۔ لیکن مہندر کی آرزو بر نہ آئی۔ انتہائی مایوس ہو کر اسے آخر کار پلنگ پر سونے کے لئے جانا پڑا۔

شرمیلی آشا ہار سنگار کر کے آہستہ آہستہ کمرے میں آئی۔ دیکھا ——— مہندر پلنگ پر لیٹا ہوا ہے۔ اُسے آگے بڑھنے میں شرم محسوس ہونے لگی۔ آج آشا اپنے پلنگ پر مہندر کے بلائے بغیر کیسے جا کر سوئے گی؟ وہ دروازے کے پاس بہت دیر تک کھڑی رہی۔ لیکن مہندر کے جاگنے کی کوئی علامت نظر نہ آئی۔

آشا آہستہ آہستہ ایک ایک قدم بڑھاتی ہوئی پلنگ کی جانب بڑھی

چلنے میں زیور کی جھنکار پیدا ہوتی تو آشا شرم کے مارے زمین میں گڑ جاتی
ڑکتے ہوئے دل کو ہاتھوں میں تھامے مسہری کے پاس جا پہنچی۔ اس نے دیکھا
ہندر سو رہا ہے۔ آشا کو ایسا محسوس ہوا کہ اس کا سارا ناز سنگار اس کا
علہ اڑا رہا ہے۔ اس نے چاہا کہ کہیں دوسری جگہ جا کر سو رہے۔

آشا نے پلنگ پر پاؤں رکھا، لیکن بے سود، اس سے اتنا شور ہوا جتنا
قدر ہلا کہ مہندر اگر فی الحقیقت سویا بھی ہوتا تو جاگ پڑ. لیکن آج اس کی
نہ کھلی۔ مہندر سویا نہیں بلکہ جاگ رہا تھا۔ وہ پلنگ کے ایک کنارے منہ پھیر
ورہا تھا۔ آشا اس کی پیٹھ کے قریب منہ رکھ کر چپ چاپ سو رہی۔ مہندر
بھی منہ پھیر کر سو رہا تھا۔ لیکن یہ بات اس سے پوشیدہ نہ تھی۔ کہ آشا چپ
پ آنسو بہا رہی ہے۔ لیکن بہت سوچنے کے بعد بھی مہندر یہ فیصلہ نہ کر سکا
کس طرح آشا کی عزت اور اس کے ساتھ پیار کر سکے۔ اسے گفتگو کے
کا کوئی ڈھنگ ہی نظر نہ آتا تھا۔ وہ دل ہی دل میں اپنے آپ کو مطعون
نے لگا۔ لیکن اس سے اس کے دل پہ چوٹ سی لگی۔ بات شروع کرنے
کی صورت نظر نہ آئی۔

دوسرے دن صبح ہی آشا اپنے توہین زدہ ساز سنگار سمیت پلنگ سے
ر چلی گئی۔ وہ مہندر کو اپنی صورت نہ دکھا سکی۔

(۳۱)

آشا سوچنے لگی —— "آخر ایسا کیوں ہوا؟ مجھ سے کونسا قصور
ہے؟" اصل وجہ اس کی نظر نہ گئی۔ اسے خواب و خیال بھی نہ تھا۔ کہ
ر مایا سے محبت کر سکتا ہے۔ دنیا کے اونچ نیچ سے وہ یکسر نا آشنا تھی
کے نزدیک مہندر وہی پہلا مہندر تھا۔

مہندر آج وقت سے پہلے ہی کالج چلا گیا۔ پہلے جب وہ کالج جایا کر
تھا، تو آشا کھڑکی کے پاس کھڑی رہتی تھی۔ مہندر ایک دو مرتبہ گاڑی سے
جھانک کر آشا کو دیکھ لیا کرتا تھا۔ یہ ہر روز کا معمول تھا۔ معمول کے مطا
آج بھی گاڑی کا نام سن کر آشا پتلی کی طرح دوڑتی ہوئی کھڑکی کے قریب
چلی گئی۔ مہندر کی نگاہ بھی عادت کی وجہ سے اوپر اٹھ گئی۔ مہندر نے دیکھا۔
آشا اوپر کھڑی ہے، ابھی تک نہائی دھوئی نہیں، کپڑے میلے ہیں، بال بکھرے
ہیں، منہ سوکھ رہا ہے۔ دیکھ کر مہندر نے نگاہ نیچی کر لی اور کتاب پڑھنے لگا۔
آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر خاموش گفتگو نہیں ہوئی۔ اور نہ معلوم وہ ہونٹوں کی م
کہاں اڑ گئی تھی۔

گاڑی چلی گئی ——— آشا اسی جگہ زمین پر پڑ رہی۔ دنیا اس کی آ
میں اندھیر تھی۔

یکایک آشا کے دل میں آیا ——— "سمجھی! بہاری بابو کاشی گئے ہ
غالباً یہ خبر سن کر مجھ پر ناراض ہیں۔ اس عرصہ میں اور تو کوئی واقعہ ہوا ہی نہ
لیکن اس میں میرا کیا قصور ہے؟"

سوچتے سوچتے ایک لمحہ کے لئے آشا سکتے میں آگئی۔ معاً اسے خدشہ
پیدا ہوا ——— مہندر کو وہم ہو گیا ہے کہ بہاری کے کاشی جانے کے
آشا کا بھی کچھ تعلق ہے دونوں کی صلاح سے یہ کام ہوا ہے۔ چھی
ایسا وہم! کیسی شرم کی بات ہے! ایک تو بہاری کے ساتھ اپنا نام
ہی ادھوری سی ہو رہی تھی اندیشہ ہے اگر مہندر ایسا شک ظاہر کرے
خودکشی کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ لیکن اگر کوئی شک کی وجہ ہے تو
اسے صاف صاف الفاظ میں بیان کیوں نہیں کرتا؟ اگر کوئی قصور ہوا ہے تو اسکی سز

ں دی جاتی۔ صاف الفاظ میں کیوں نہیں کہتا۔ آشا سے شرماتا اور چھپتا
ں ہے؟ آشا دل ہی دل میں اس قسم کی باتیں سوچنے لگی۔

مہندر چلتی گاڑی میں ایک نگاہ ڈال کر آشا کے مرجھائے ہوئے چہرے کو
گیا تھا۔ وہ ایک جھلک سارا دن اس کے دل پر نقش رہی۔ کالج میں لیکچر
دوران میں آشا اپنے بکھرے ہوئے خشک بالوں کے ساتھ کھوئی کھوئی صورت
مہندر کو کھڑکی میں کھڑی نظر آتی تھی۔ اور اپنی روشنی سے دل کی تاریکی کو
یں بدل دیتی تھی۔

کالج کا کام ختم کر کے مہندر باغ کی روش کے کنارے کنارے ٹہلنے لگا
ٹہلتے شام ہونے کو آئی۔ لیکن وہ فیصلہ نہ کر سکا کہ اس کو آشا کے ساتھ
سلوک کرنا چاہیئے ——— ہمدردانہ فریب یا بے ریا سنگدلی و بے رخی
دونوں میں سے کونسی چیز مناسب ہے؟

آخر کار مہندر نے یہ کہہ کر اپنے دل کو تسلی دی کہ اب بھی وہ آشا سے جس
ت کرتا ہے۔ اتنی محبت دوسری عورتوں کے حصہ میں نہیں آئی۔ اس محبت
—— اس عشق کو پا کر آشا کیوں نہ مطمئن رہیگی؟ مایا اور آشا دونوں کو
نے کے لئے مہندر کے دل میں جگہ ہے۔ مایا کے ساتھ وہ پاکیزہ محبت رکھتا
اس سے بیوی کے فرائض میں کوئی کوتاہی نہ ہوگی۔

س طرح اپنے آپ کو سمجھا کر مہندر نے دل سے بہت بھاری بوجھ اتار
مایا اور آشا کسی کے ساتھ بھی تعلقات منقطع کئے بغیر وہ دو ماہ یا دن
ور گھر میں اپنی زندگی آرام سے گذار سکے گا۔ یہ سوچ کر مہندر کا دل
سے پھولا نہ سمایا۔ آج شام کو بہت جلد بستر پر جا کر آشا کے ساتھ ہنسی خوشی
بت ——— پیار محبت ——— ہنسی دل لگی کر کے

اس کے دل کا تمام گرد و غبار دور کر دوں گا ——— یہ فیصلہ کر کے جہ
جلدی سے گاڑی پر سوار ہو کر گھر کی جانب چلا۔

کھانے کے وقت آشا نہ آئی۔ مہندر یہ سمجھ کر کہ سونے کے وقت تو آئے
پلنگ پر لیٹا رہا۔ مگر اس سونے کمرے میں سونے بستر پر لیٹے ہوئے مہندر ر
سونے دل میں کس کی حسین یاد چٹکیاں لینے لگی؟ آشا کے ساتھ پہلے جو ہر
نیا ڈرامہ کھیلا جاتا تھا اس کی یاد؟ نہیں! سورج کی روشنی کے سامنے ج
چاند ماند پڑ جاتا ہے، ویسے ہی اس کے دل میں، پرانے راگ کی یاد پھیکی پڑ
تھی اور اب وہاں ایک شوخ حسینہ کی مورتی نے معصوم و سادہ لڑکی کے حسن
کو چھپا کر اپنا قبضہ جما لیا تھا۔

مایا کے ساتھ اس دن وش ورکش[1] کے سلسلے میں جو چھینا چھپٹی ہوئی
مہندر کو اس کی یاد آگئی۔ شام کے وقت مایا مہندر کو کپال کنڈلا پڑھ کر سنا
کرتی تھی آہستہ آہستہ وقت گذرتا جاتا اور کافی رات ہو جاتی تھی۔ اور مایا کی
ایسے معلوم ہوتی جیسے کسی سریلے ساز سے نغمات پریشاں ہو رہے ہوں۔ اس
رات کا سناٹا ایک عجیب سماں باندھ دیتا تھا۔ یکایک وہ اپنے آپ کو سنبھ
کر کتاب بند کر کے اٹھ کھڑی ہوتی تھی۔ مہندر کہتا ——— "تم کو سیڑ
کے نیچے تک پہنچا آؤں!"

یہ سب باتیں بار بار یاد آنے سے مہندر کے جسم میں بجلی سی دوڑ نے
اب رات زیادہ ہو چلی تھی۔ مہندر کے دل میں امید پیدا ہو گئی۔ کہ اب
آتی ہوگی۔ مگر آشا نہ آئی۔

جب گھڑی نے ایک بجایا تو مہندر سے نہ رہا گیا۔ وہ پلنگ سے ب

---

[1] بنگالی زبان کے دو ناول

ے تو تم آشا کو چاہتے ہو ـــــــ اس سے محبت کرتے ہو۔ وہ بھی
وٹ تھا ـــــــ اور اب تم یہ سمجھتے ہو کہ تم مجھے چاہتے ہو ـــــــ
ـــــــ مجھ سے پریم کرتے ہو۔ یہ بھی جھوٹ ہے۔ تم صرف اپنے آپ کو چاہتے ہو
محبت کی آگ سے میں جل رہی ہوں۔ لیکن اس آگ کو بجھانے کے لئے پانی
رے پاس نہیں۔ اس بات کو میں نے اچھی طرح دیکھ لیا ہے۔ میں تم سے بار بار
ہوں۔ کہ تم میرا پیچھا چھوڑ دو۔ ڈھیٹ بن کر مجھے شرمندہ نہ کرو۔ اب میری
ں کھیلنے کی ہوس بھی مر چکی ہے۔ اب پکارنے پر بھی تمہیں کوئی جواب نہ ملیگا
ں میں تم نے مجھے بے رحم لکھا ہے۔ کہ یہ بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن مجھ میں کچھ
ھی ہے۔ اسی لئے تمہیں جواب دے رہی ہوں۔ اگر اس خط کا جواب تم
یا تو سمجھو نگی کہ اب میرا چھٹکارا یہاں سے بھاگے بغیر نہیں ہو سکتا۔"
چٹھی پڑھتے ہی جیسے ایک دم آشا کے سب سہارے ٹوٹ گئے۔ جسم کی
شریانوں میں جیسے خون منجمد ہو گیا۔ اس میں سانس لینے کی بھی سکت نہ رہی
کی آنکھوں میں دنیا اندھیر ہو گئی۔ آشا دیوار، پھر الماری اور اس کے
ت کو پکڑتے پکڑتے زمین پر بیٹھ گئی۔ چند لمحوں کے بعد ہوش سنبھال کر
نے پھر چٹھی کو پڑھنے کی کوشش کی۔ لیکن اس کا بھولا بھالا دل کسی طرح بھی اس
ے مطلب کو نہ سمجھ سکا۔ صرف اس چٹھی کے کالے کالے حروف اس کی آنکھوں کے
نے ناچنے لگے۔ یہ کیا ہو گیا! کیوں ہو گیا! کیسے ہو گیا! وہ کیا کرے! کس کو پکارے!
ں اس کی سمجھ میں نہ آیا۔ اس کا دل ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگا۔ جیسے ڈوبتا
دمی اپنے بچاؤ کے لئے ہاتھ پاؤں مارتا ہے۔ اسی طرح آشا بھی اپنے بچاؤ کی
ش کرنے لگی۔ لیکن کچھ بھی ہاتھ نہ آیا۔ ساری کوشش رائیگاں ثابت ہوئی آخرکار
لمبی سانس لے کر بیساختہ پکار اٹھی "موہن!"

بک میں لکھ کر دھوبی کو دے رہی تھی۔

مہندر حقیقت میں بھولا بھالا غیر محتاط آدمی تھا۔ اس لیئے اس نے آشا سے کہہ رکھا تھا کہ کپڑے دھوبی کو دینے سے پہلے ان کی جیبیں اچھی طرح دیکھ لیا کرے۔ مہندر کی جیب میں ہاتھ ڈالتے ہی ایک چھٹی آشا کے ہاتھ آ گئی۔

یہ چھٹی اگر سانپ بن کر آشا کو ڈس لیتی تو اچھا تھا۔ کیونکہ اس کا زہر چند منٹ میں اس کا کام تمام کر دیتا۔ لیکن یہ زہر جسم میں سرایت کر کے موت سے زیادہ اذیت دینا ہے۔

اس کھلی چھٹی کو باہر نکال کر آشا نے دیکھا کہ یہ چھٹی مایا کی لکھی ہوئی ہے۔ پل بھر میں آشا کا چہرہ زرد پڑ گیا۔ چھٹی لیکر وہ دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ اور دل کو ہاتھ سے تھام کر وہ پڑھنے لگی۔ اس میں لکھا تھا ————

"مجھ سے تم کیا چاہتے ہو؟ محبت؟ تمہیں یہ بھیک مانگنے کا خیال کیسے پیدا ہوا؟ پیدائش کے وقت سے لیکر اب تک تم نے محبت ہی پائی ہے۔ لیکن پھر بھی تمہاری ہوس، تمہارا لالچ ختم نہیں ہوتا!

دنیا میں میرے لئے محبت کرنے اور پانے کی کوئی جگہ نہیں۔ اسلیئے میں کھیل کھیل کر محبت کی آرزو مٹا لیتی ہوں۔ جب تم کو فرصت تھی تو تم بھی اس جھوٹ موٹ کے کھیل میں شامل ہوتے تھے لیکن کیا کھیل کی چھٹی کبھی ختم نہ ہو گی۔ چھٹی ختم ہو گئی! اس وقت گھر سے تمہیں پکارا جا رہا ہے۔ اب کیوں کھیل کے میدان کی طرف جھانک رہے ہو؟ میرا تو گھر ہی نہیں، میں اکیلے بیٹھ کر کھیلوں گی۔ تم کو نہیں بلاؤں گی۔

تم نے لکھا ہے مجھ سے محبت کرو۔ کھیل کے دوران میں یہ بات سنی جا سکتی تھی مگر سچ پوچھو تو میں اس بات پر اعتبار نہیں کرتی۔ ایک وقت تم یہ سمجھ

آیا چھت پر جا کر دیکھا ـــــــ موسم گرما کی دلکش چاندنی چھٹکی ہوئی
کلکتے کا سناٹا اور نیند کی حکومت ایسا معلوم ہوتا تھا. جیسے سمندر پر طوفان کے
سکون طاری ہو گیا ہو۔

مہندر کی محبت نے اسے از حد بے چین کر دیا. جب سے آشا کاشی سے
ہے. مہندر نے مایا کو نہیں دیکھا. چاندنی رات کا سناٹا اور سرد ہوا کے مخمور
نکے مہندر کو مایا کی طرف دھکیل کرلے جانے لگے. مہندر سیڑھیوں سے نیچے اتر گیا
مایا جس کمرے میں رہتی اور سوتی تھی. اس کے سامنے آ کر مہندر نے دیکھا
بستر بچھا ہوا ہے. لیکن اس پر کوئی سویا ہوا نہیں. گھر کے اندر پاؤں کی آہٹ
چھجے پر سے مایا پکار اٹھی۔

"کون ہے؟"

مہندر نے محبت بھرے لہجے میں کہا ـــــــ "مایا! میں ہوں۔" یہ کہہ
ہ ایک دم مایا کے پاس پہنچ گیا۔

گرمی کی رات ہونے کے سبب چھجے پر چٹائی ڈالے لکشمی اور مایا لیٹی
تھیں۔

لکشمی نے کہا ـــــــ "مہندر، اتنی رات گئے تم یہاں کیسے آئے ہو؟"
مایا نے اپنی گھنی پلکوں کو اٹھا کر مہندر پر ایک تیر چھوڑا. مہندر جواب دیئے
چپ چاپ وہاں سے چلا گیا۔۔

(۳۲)

دوسرے دن صبح ہی سے بادل گھرے ہوتے تھے. انتہا کی گرمی سے جلا
آسمان سرد ہو گیا تھا. آج بھی مہندر وقت سے پہلے ہی کالج چلا گیا. اس کے
ے ہوئے کپڑے اسی طرح چاندنی پر رکھے تھے. آشا مہندر کے کپڑے گن گن کر لوٹ

محبت بھرے دل سے یہ الفاظ نکلتے ہی آشا کے دل سے ٹپ ٹپ آنسو گر
لگے۔ وہ زمین پر بیٹھی دیر تک روتی رہی۔
اس نے مصمم ارادہ کر لیا کہ اس چٹھی کو پھر کوٹ کی جیب میں رکھ کر کوٹ
کو کھونٹی پر لٹکا دوں گی دھوبن کو نہیں دوں گی۔ یہ ارادہ کر کے آشا خوابگاہ میں
آئی اُدھر دھوبن میلے کپڑوں کی گٹھڑی کا سہارا لے کر سو گئی تھی۔ آشا مہند
کا کوٹ اٹھا کر اس کی جیب میں چٹھی رکھ رہی تھی۔ کہ اتنے میں آواز آئی —
"بہو کھیر والی"!
آشا جلدی سے چٹھی اور کوٹ کو پلنگ پر پھینک کر اوپر آپ بیٹھ گئی۔
مایا نے اندر آکر کہا — "دھوبی کے گھر کپڑے بدل جاتے ہیں، ا
لئے جن کپڑوں پر نشان نہیں وہ کپڑے نشان لگانے کے لئے میں لیجاتی
آشا مایا کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھ سکی۔ کہیں چہرے کے تاثر
سے دل کی باتیں مایا نہ سمجھ لے۔ اسی خیال سے وہ کھڑکی کی طرف منہ پھیر
آسمان کی طرف دیکھنے لگی۔
مایا آشا کے چہرے کی طرف دیکھ کر ٹھٹک گئی۔ اور دل میں کہا —
"اوہو! سمجھ گئی! اسے کل رات کا حال معلوم ہو گیا ہے۔ مگر سارا غصہ مجھ
سے جیسے سارا قصور میرا ہو"
مایا نے آشا سے بات کرنے کی کوشش نہ کی، وہ کپڑے چھانٹ کر
سے چلی گئی۔
آشا کو مایا سے بے حد محبت تھی۔ اُسے اپنی پیاری سہیلی کی لکھی ہوئی
ایک مرتبہ اور پڑھنے کی خواہش پیدا ہوئی۔ آشا چٹھی کھول کر دیکھ رہی تھی
گھبرایا ہوا کمرے میں داخل ہوا۔ اچانک کوئی بھولی بسری بات یاد آجائے

وجہ سے وہ کالج کا لیکچر چھوڑ کر گھر چلا آیا تھا۔ آشا نے وہ چھٹی دھوتی کے آنچل میں چھپالی۔ مہندر بھی آشا کو کمرے میں دیکھ کر قدرے ٹھٹک گیا۔ اور پھر فوراً کمرے میں چاروں طرف نظر دوڑانے لگا۔ آشا جانتی تھی کہ مہندر کی آنکھیں کس کھوج میں ہیں لیکن اسے کوئی ایسی ترکیب نہ سوجھ سکی کہ وہ ہاتھ کی چھٹی جوں کی توں رکھ کر کمرے سے بھاگ جائے۔

مہندر ایک ایک کر کے میلے کپڑوں کی تلاشی لینے لگا۔ مہندر کی اس بیتابی کو دیکھ کر آشا سے نہ رہا گیا۔ اس نے چھٹی اور کوٹ فرش پر پھینک دیا اور داہنے ہاتھ سے پلنگ کا پایہ تھام کر دوسرے ہاتھ سے اپنا منہ چھپا لیا مہندر نے فوراً چھٹی کو اٹھالیا اور لمحہ بھر کے لئے سناٹے میں رہ کر اس نے آشا کی طرف دیکھا۔

اس کے بعد آشا کو مہندر کے پاؤں کی آواز سنائی دی۔ وہ سیڑھیاں اُتر رہا تھا ——— اُسی وقت دھوبن نے کہا ——— بہو جی! کپڑے دینے ہیں اور کتنی دیر کرو گی؟ بہت دیر ہو گئی ہے۔ مجھے دور جانا ہے۔"

(۳۳)

لکشمی نے آج صبح مایا کو نہیں پکارا۔ مایا معمول کے مطابق بھنڈار خانے میں گئی۔ لکشمی نے اس کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھا۔

مایا نے کہا ——— "بوا جی! معلوم ہوتا ہے تمہاری طبیعت خراب ہے؟ طبیعت خراب ہونے کی بات ہی ہے۔ کل رات مہندر بابو نے کام ہی ایسا کیا! ایک دم پاگل کی طرح چلے آئے مجھے تو اس کے بعد نیند ہی نہیں آئی۔"

لکشمی منہ لٹکائے رہی اس نے کوئی جواب نہ دیا۔

مایا نے پھر کہا ——— "شاید چینی کے ساتھ کوئی کھٹ پٹ ہو گئی

ہو گی۔ اسی لئے نالش کرنے یا فیصلہ کرانے میرے پاس آئے ہو نگے —— رات بھر نہ رہ سکے! بوآجی! تم چاہے جو کہو، تمہارے لڑکے میں ہزاروں خوبیاں ہوں لیکن صبر تو رتی بھر بھی نہیں! اسی لئے تو میری اس کی بنتی نہیں۔"

لکشمی نے جھنجلا کر کہا —— "بہو! تم جھوٹ بک رہی ہو —— مجھے آج کوئی بات اچھی نہیں لگتی۔"

مایا نے کہا —— "بوآجی! مجھے بھی آج کچھ اچھا نہیں لگتا۔ تمہیں سن کر دکھ ہوگا۔ اسی لئے میں ابھی تک جھوٹی باتیں بنا کر تمہارے لڑکے کا قصور چھپانے کی کوشش کر رہی تھی۔ لیکن اب ایسا ہو گیا ہے کہ کچھ چھپ نہیں سکتا۔"

لکشمی نے کہا —— "اپنے لڑکے کا قصور میں اچھی طرح جانتی ہوں۔ لیکن تم ایسی خوبیوں کی مالک ہو یہ نہ جانتی تھی۔"

مایا نہ جانے کیا کہنا چاہتی تھی۔ لیکن اس نے فوراً اپنے آپ کو سنبھال کر کہا —— "یہ بات ٹھیک ہے بوآجی! کوئی کسی کو نہیں جانتا۔ کیا اپنے ہی دل کو سارے جانتے ہیں؟ کیا تم نے بھی کبھی اپنی بہو سے ناراض ہو کر مجھ گن دان کے ذریعے اپنے لڑکے کو بھلانا نہیں چاہا تھا؟ ذرا سوچ کر تو دیکھو!"

لکشمی آگ بگولا ہو گئی۔ اس نے گرج کر کہا —— "چڑیل! بیٹے کے سلسلے میں ماں پر تو ایسا بہتان باندھتی ہے؟ تیری زبان کٹ نہ جائے گی؟"

مایا نے برا نہ مانا اور کہا —— "بوآجی! ہم عورتوں کی جیت ہی اسی میں ہوتی ہے۔ مجھ میں کیا خوبی تھی۔ یہ میں اچھی طرح نہ سمجھ سکی —— مگر تم نے سمجھ لیا کوئی خوبی ضرور تھی۔ ورنہ ایسے حالات ہرگز پیدا نہ ہوتے۔ میں نے بھی کچھ سمجھ کر اور کچھ بے سمجھے پھندا ڈالا ہے۔ ہم عورتوں کی فطرت ہی یہ ہے۔"

غصے کے مارے لکشمی کے منہ سے بات نہ نکل سکی —— وہ اس

کوٹھری سے نکل کر تیزی کے ساتھ باہر چلی گئی۔ مایا نے اس کوٹھڑی میں کچھ دیر جوں کی توں کھڑی رہی۔ اس کی آنکھوں سے غصّے کے مارے شعلے نکل رہے تھے صبح کا کام ختم کر کے لکشمی نے مہندر کو بلا بھیجا۔ مہندر سمجھ گیا کہ کل رات والے معاملے کی پڑتال ہوگی۔ اسی وقت مہندر کو مایا کی طرف سے اپنی چٹھی کا جواب ملا تھا۔ اور اس کو پڑھ کر اس کا دل بہت بے قرار ہو رہا تھا۔ جیسے پانی کی موج ایک طرف ٹکرا کر دوسری طرف جا کر پھر آ کر اپنے پہلے مقام پر زور سے ٹکراتی ہے۔ اسی طرح مہندر کا دل جس میں کئی قسم کے خیالات کی لہریں اٹھ رہی تھیں۔ وہ مایا کی طرف سے ٹکر کھا کر لمحہ بھر کے لئے پیچھے ہٹا اور پھر بڑے زور سے اسی طرف جا رہا تھا ایسی حالت میں ماں کے ساتھ سوال و جواب کرنے کی ہمت کیسے تھی؟ وہ خوب جانتا تھا کہ ماں جب مایا کی طرف بے وقت جانے کے متعلق ڈانٹے گی تو وہ غصّے میں آ کر اپنے دل کی تمام کیفیت ظاہر کر دے گا۔ اور ایسا کرنے سے گھر میں ایک ہنگامہ بپا ہو جائے گا۔ مہندر نے سوچا کہ اس وقت گھر سے دور جا کر گھر کی باتوں کے متعلق کچھ سوچا جائے۔ یہ فیصلہ کر کے اس نے نوکر سے کہا۔۔۔ "ماں سے جا کر کہہ دو کہ ابھی تو مجھے ایک ضروری کام سے کالج جانا ہے لوٹ کر آؤنگا۔" جیسے کوئی لڑکا پڑھنے سے جی چرا کر سکول سے بھاگ جاتا ہے۔ ایسے ہی مہندر بھی جلدی سے کپڑے بدل کر بغیر کچھ کھائے پیئے گھر سے بھاگ نکلا مایا کی جس چٹھی کو وہ بار بار پڑھ رہا تھا۔ اور صبح سے جیب میں رکھے ہوئے ادھر ادھر ٹہل رہا تھا۔ اسے وہ اپنے کوٹ کی جیب ہی میں بھول گیا۔

کچھ دیر تک بڑے زور کی بارش ہو کر بند ہو گئی لیکن مطلع ابھی تک صاف نہیں ہوا تھا۔ آج مایا کی طبیعت از حد بے چین تھی۔ وہ گھر کے تمام کپڑے اکٹھے کر کے ان پر سیاہی سے نشان لگا رہی تھی۔ رم جھم، رم جھم پھر بوندا باندی ہونے

گی ۔ مایا اپنے کمرے کے فرش پر بیٹھی تھی۔ سامنے کپڑوں کا ڈھیر لگا تھا۔ نوکرانی ایک ایک کپڑا اٹھا کر دے رہی تھی اور مایا اس پر نشان لگا رہی تھی۔ اتنے میں مہندر آواز دیئے بغیر کمرے میں آگیا۔ نوکرانی اسے دیکھ کر کپڑے چھوڑ، منہ ڈھانپ کر باہر چلی گئی۔

مایا ہاتھ کا کپڑا پھینک کر بجلی کی طرح اٹھ کھڑی ہوئی اور کہا ——

"جاؤ، اس کمرے سے نکل جاؤ۔"

مہندر نے کہا —— "کیوں میں نے کیا کیا ہے؟"

مایا نے کہا —— "کیا کیا ہے؟ بزدل، نامرد، تم کر ہی کیا سکتے ہو؟ نہ تو محبت کرنا جانتے ہو۔ اور نہ فرائض ادا کرنے کی تمیز رکھتے ہو۔ پھر مجھے کیوں سب کے سامنے بدنام کرتے ہو؟"

مہندر نے شکستہ دل کے ساتھ کہا —— "میں تم سے محبت نہیں کرتا؟ کیا کہتی ہو مایا؟"

مایا نے کہا —— "ہاں میں یہی کہتی ہوں۔ چرا کر، چھپا کر، کبھی ادھر کبھی ادھر —— تمہاری یہ چوروں کی سی حالت دیکھ کر مجھے تم سے نفرت ہو گئی ہے تم جاؤ!"

مہندر نے محبت بھرے لہجے میں کہا —— "تم مجھ سے نفرت کرتی ہو؟"

مایا نے کہا —— "ہاں! نفرت کرتی ہوں"

مہندر کا لہجہ بدل گیا۔ اس نے کہا —— "مایا ابھی اس کا پرائشچت کرنے کا وقت ہے۔ میں اگر ہنگامہ نہ کروں۔ سب کچھ چھوڑ کر چل دوں۔ تو تم میرے ساتھ چلنے کے لئے تیار رہو؟"

یہ کہتے کہتے مہندر نے مایا کے دونوں ہاتھ پکڑ کر اسے زور سے اپنی طرف

کھینچ لیا۔ مایا نے کہا —— "چھوڑ دو، مجھے دکھ ہوتا ہے!"
مہندر نے کہا —— "بولو! تم میرے ساتھ چلو گی؟"
"نہیں جاؤں گی، کسی طرح نہیں جاؤں گی!"
کیوں نہیں جاؤ گی؟ تم ہی مجھے بربادی کی طرف یہاں تک کھینچکر لائی ہو اب تم مجھے چھوڑ نہیں سکو گی۔ تمہیں چلنا ہی ہوگا!
یہ کہہ کر مہندر نے پوری طاقت کے ساتھ مایا کو اپنے سینے سے لگا لیا اور کہا —— تمہاری نفرت بھی آج مجھے اپنے ارادے سے باز نہ رکھ سکیگی، میں تمہیں ساتھ ہی لیجاؤنگا اور جس طرح بھی ہو تمہیں میرے ساتھ محبت کرنی پڑیگی
مایا نے کوشش کر کے اپنے آپ کو مہندر کے بازوؤں سے چھڑا لیا۔
مہندر نے کہا —— "تم نے چاروں طرف آگ لگا رکھی ہے۔ اب اس آگ کو بجھا بھی نہ سکو گی اور بھاگ بھی نہ سکو گی"
یہ کہتے کہتے مہندر کی آواز بلند ہو گئی۔ اس نے زور سے کہا —— "مایا! تم نے ایسا کھیل کیوں کھیلا؟ اب اسے کھیل کہہ دینے سے تم چھٹکارا حاصل نہیں کر سکتیں! اب تمہاری اور میری موت ایک ہی ساتھ ہو گی!"
اتنے میں لکشمی نے اندر آکر کہا —— "مہندر کیا کرتے ہو؟"
مہندر نے اپنی نظر مایا کے چہرے سے ہٹا کر ماں کی طرف دیکھا اور پھر مایا کی طرف دیکھ کر کہا — میں سب کچھ چھوڑ کر جاتا ہوں بتاؤ کیا تم میرے ساتھ چلو گی؟"
مایا نے ایک غضب آلود نظر سے لکشمی کو دیکھا۔ اور اس کے بعد مہندر کا ہاتھ پکڑ کر کہا —— "ہاں چلوں گی!"
مہندر نے کہا —— تو آج کا دن ٹھہرو۔ میں جاتا ہوں۔ کل سے تمہارے سوا اس دنیا میں میرا کوئی نہ ہوگا!"

یہ کہہ کر مہندر چلا گیا۔

اسی وقت دھوبن نے آکر کہا ——— "بہو! اب میں اور زیادہ دیر نہیں ٹھہر سکتی۔ اگر آج فرصت نہیں تو میں کل آکر کپڑے لے جاؤں گی۔"

نوکرانی نے آکر کہا ——— "بہو! سائیس کہتا ہے کہ گھوڑے کے لئے دانہ ختم ہو گیا ہے۔"

مایا سات دن کا دانہ تول کر اصطبل میں بھیج دیا کرتی تھی۔ اور خود کھڑکی کے پاس کھڑے ہو کر گھوڑے کو دانہ کھاتے دیکھ آیا کرتی تھی۔

نوکر نے آکر کہا ——— "بہو جی! شمبھو (دوسرا نوکر) آج بابو (دینا ناتھ) سے جھگڑ پڑا ہے اور کہتا ہے کہ مالکن اگر تیل کے پیسے کا حساب سمجھ لیں تو اپنا حساب چکا کر میں کہیں اور نوکری کر لوں۔"

دنیا کا ——— گھر کا ——— سب کام پہلے ہی کی طرح چل رہا تھا!

(۳۴)

بہاری بھی میڈیکل کالج میں پڑھتا تھا۔ عین امتحان سے کچھ عرصہ پیشتر ہی اس نے پڑھنا چھوڑ دیا۔ اگر کوئی اس پر حیرت کا اظہار کرتا تھا۔ تو بہاری کہتا ——— "ڈاکٹر بن کر دوسروں کی صحت کا خیال رکھوں گا۔ اس وقت اپنی صحت کا بھی تو خیال رکھنا چاہیئے!"

اصل بات یہ تھی کہ بہاری کو ایک ہی کام نہ تھا، ہر وقت کچھ نہ کچھ کرتے رہنا اس کی فطرت تھی۔ اس کے بغیر وہ رہ نہیں سکتا تھا ——— لیکن شہرت کی تمنا، روپے کی آرزو یا زندگی کے لئے فکر و تشویش کا اس کے دل میں نام و نشان بھی نہ تھا۔ کالج سے ڈگری حاصل کرکے پہلے وہ شبو پور میں انجینیری سیکھنے

گیا۔ بہاری انجینیری کی جتنی تعلیم اور ہاتھ سے کام کرنے کی جتنی مہارت حاصل کرنا ضروری سمجھتا تھا۔ اتنی تعلیم و مہارت حاصل کرنے کے بعد وہ میڈیکل کالج میں داخل ہو گیا۔ مہندر اس سے ایک سال پہلے ہی میڈیکل کالج میں داخل ہو چکا تھا کالج کے طالبعلموں میں مہندر اور بہاری کی دوستی مشہور تھی وہ لوگ ہنسی مذاق میں ان دونوں کو "شیام دیش کے توام بھائی" کہا کرتے تھے۔ گذشتہ سال مہندر امتحان میں فیل ہو گیا اور دونوں دوست پھر "ہم درجہ" ہو گئے۔ لیکن یکایک سب یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ نہ جانے کیوں دونوں دوست ایک دوسرے سے الگ الگ رہنے لگے ہیں۔ بہاری کو جہاں مہندر سے ملاقات کا اندیشہ ہوتا تھا وہاں جاتا ہی نہ تھا۔ اور جاتا بھی تھا تو جلد ہی چلا آتا تھا۔ پروفیسروں اور طلبا کو یقین تھا کہ بہاری اچھے نمبروں سے پاس ہو کر شہرت و عزت حاصل کرے گا۔ لیکن اس نے درمیان ہی، عین وقت پر کالج چھوڑ دیا امتحان میں شامل نہیں ہوا۔

بہاری کے گھر کے پاس ایک جھونپڑی میں ایک غریب برہمن منوہر ناتھ رہتا تھا۔ وہ ایک پریس میں کمپوزیٹر تھا۔ اور وہاں سے اُسے بارہ روپے ماہوار ملتے تھے۔ اُسی میں گذارہ کرتا تھا۔ بہاری نے اس سے کہا ——— "تم اپنے لڑکے کو میرے پاس رہنے دو۔ میں خود اسے لکھنا پڑھنا سکھاؤں گا۔"

برہمن نے خوش ہو کر اپنا آٹھ برس کا لڑکا ——— بسنت، بہاری کو سونپ دیا۔ بہاری اسے اپنے ڈھنگ سے تعلیم دینے لگا۔ اس کے باپ سے کہہ دیا ——— میں اسے دس برس کی عمر سے پہلے کتاب نہیں پڑھاؤں گا سب زبانی سکھاؤں گا۔

بہاری، اسی بسنت کے ساتھ کھیل کھیل کر قلعے کے میدان، علی پور کے

گنوسالہ شوپوری کے بڑے باغ اور عجائب گھر وغیرہ میں گھوم پھر کر دن گذارنے لگا

اس دن ــــــ جس دن کا ذکر پہلے باب میں ہو چکا ہے، تیسرے پہر سے بارش ہو رہی تھی۔ بہاری گھر کی دوسری منزل کے بڑے کمرے میں لیمپ جلائے بیٹھا بسنت کو کھیل کھیل میں حساب سکھا رہا تھا۔ اتنے میں نوکر نے آکر کہا ــــــ "بابو جی، ایک عورت ... ..."

بات پوری بھی نہ ہونے پائی تھی کہ مایا اندر آپہنچی

بہاری نے حیرت سے پوچھا ــــــ کیا معاملہ ہے بڑی بہو؟"

مایا نے کہا ــــــ "یہاں تمہارے گھر کی عورتوں میں سے کوئی نہیں"

"کوئی گھر کی ہے نہ باہر کی۔ صرف بواجی ہیں، وہ گاؤں میں رہتی ہیں"

"اچھا تو تم مجھے اپنے گاؤں کے مکان میں بھیج دو"

"وہاں میں تمہیں کیا کہہ کر لے جاؤں گا"

"نوکرانی کہہ کر۔ وہاں میں گھر کا سب کام کروں گی"

"بواجی کو کچھ حیرت نہ ہوگی۔ انھوں نے مجھ سے کبھی نوکرانی نہ ہونے کی شکایت نہیں کی۔ اچھا، پہلے یہ بتاؤ کہ تم نے یہ ارادہ کیوں کیا۔ بسنت، جاؤ جاکر سو جاؤ"

بسنت چلا گیا۔ مایا نے کہا ــــــ "باہر سے واقعہ سن کر تم اندر کی بات کچھ بھی نہ سمجھ سکو گے"

"مان لو اگر نہ سمجھ سکا یا غلط ہی سمجھا تو؟"

"اچھا، نہ ہو غلط ہی سمجھ لینا۔ میں کہے دیتی ہوں ــــــ "مہندر مجھے چاہتا ہے"

"یہ خبر تو کچھ نئی نہیں اور ایسی بھی نہیں کہ دوبارہ سننے کو جی چاہے"

تمہیں بھی بار بار سنانے کی خواہش نہیں ہے، لئے تمہارے پاس آئی ہوں مجھے سہارا دو پناہ دو"

"تمہاری خواہش نہیں؟ تو یہ مصیبت کون لایا؟ مہندر جس راہ پر جا رہا تھا ہم
ہ سے اسے ہٹایا کس نے؟"

"میں نے، اب تم سے کچھ نہیں چھپاؤں گی، میں بری ہوں یا جو کچھ ہوں ایکبار
ری طرف ہو کر میرے دل کی حالت سننے کی کوشش کر دیکھو۔ اپنے دل کی دھڑکتی ہوئی آگ
ا سے میں نے مہندر کے گھر میں آگ لگائی ہے ایکبار محسوس ہوا تھا کہ میں مہندر کو چاہتی ہوں مگر یہ میری بھول تھی

"یہ تو میں جانتا ہوں! لیکن جو محبت کرتا ہے وہ اس طرح کہیں آگ لگا سکتا ہے؟"

"بہاری بابو یہ تمہارے شاستر کی بات ہے، اس وقت بھی میں یہ سب باتیں سننے
قابل نہیں ہوئی۔ بہاری بابو اپنا شاستر ایک طرف رکھکر ایک بار دل کی باتیں جاننے والے۔ پرماتما
طرح میرے دل پر نظر ڈالو میں اپنا بھلا برا سب تمہارے سامنے کھول کر بیان کرنا چاہتی ہوں"

گہری سانس لیکر مایا نے کہنا شروع کیا ——— "سنو بہاری بابو! میں اسوقت بے شرم بنکر
رہی ہوں تم مجھے اس کام سے روک سکتے تھے۔ مہندر مجھے چاہتا ضرور ہے لیکن وہ بالکل اندھا ہے
——— مجھے پہچانتا نہیں، ایکدفعہ محسوس ہوا تھا کہ تم نے مجھے پہچانا ہے۔ ایک بار تمہیں مجھ
ے عقیدت بھی ہوئی تھی: سچ بتاؤ۔ آج اس بات کو چھپانے کی کوشش نہ کرنا!"

بہاری نے کہا ——— "سچ کہوں گا۔ بیشک اس دن مجھے تم سے عقیدت
ی تھی"

مایا نے کہا ——— "تم نے بھول نہیں کی، بہاری بابو اگر مجھے پہچانا تھا مجھ
سے عقیدت ہوئی تھی تو وہیں کیوں رک گئے؟ میں آج شرم و حجاب کو بالائے طاق
رکھ کر تمہارے پاس آئی ہوں۔ اور پوری بے حجابی سے تم
سے کہہ رہی ہوں کہ ———
نے مجھے کیوں نہ چاہا ———

مجھ سے محبت کیوں نہ کی؟ میری قسمت ہی ایسی تھی۔ تم بھی آشا ہی کی محبت میں ڈوب گئے۔ نہیں، تم غصہ نہ کر سکو گے۔ بیٹھو بہاری بابو۔ میں کوئی بات چھپا نہ کہوں گی۔ تم آشا کو چاہتے ہو —— اس بات کا خیال جب تمہیں خود ہی نہ تھا۔ جب بھی میں جانتی تھی۔ لیکن یہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آشا میں تم لوگوں نے ایسی کیا چیز دیکھ پائی ہے؟ اچھا یا برا۔ اس میں کیا ہے؟ کیا پرماتما نے مرد کو دو آنکھیں ہی دی ہیں؟ دل کو اندھا ہی بنایا ہے؟"

بہاری اٹھ کر کھڑا ہو گیا، بولا —— "آج تم مجھ کو جو کچھ سناؤ گی سب سنوں گا۔ لیکن جو بات کہنے کی نہیں اسے زبان پر نہ لانا۔ یہی تم سے ایک درخواست ہے۔"

مایا نے کہا —— "بہاری بابو تمہیں کہاں چوٹ پہنچتی ہے، یہ میں جانتی ہوں —— لیکن جس کی عقیدت میں نے پائی تھی اور جس کی محبت پاکر میری زندگی کامیاب مقصد ہو جاتی، اس کے پاس، جس درد و غم سے مجبور ہو رات کے وقت خوف، شرم اور شکوک کو پرے پھینک کر میں دوڑی آئی ہوں —— درد، وہ غم کتنا بھیانک ہوگا، اس کا ذرا اندازہ کرو۔ میں سچ کہتی ہوں، اگر آشا کو محبت کی نظر سے نہ دیکھتے تو میرے ذریعے وہ یوں تباہ و برباد نہ ہوتی۔"

بہاری کا چہرہ فق پڑ گیا۔ اس نے کہا —— "آشا کو کیا ہوا؟ تم نے اس کا کیا کیا؟"

"مہندر اپنا سب گھر بار چھوڑ کر، مجھے ساتھ لے کر کل باہر جانے کو تیار ہے۔"

بہاری نے گرج کر کہا —— "یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ کسی طرح نہیں ہو سکتا۔"

"کسی طرح نہیں؟ مہندر کو آج کون روک سکتا ہے؟"

"تم روک سکتی ہو"

مایا تھوڑی دیر خاموش رہی۔ پھر بہاری کی آنکھوں میں آنکھیں جما کر بولی
——— کس کے لئے روکوں گی؟ تمہاری آشا کے لئے؟ کیا میرے ذاتی رنج و
راحت کچھ نہیں؟ تمہاری آشا کا بھلا ہو، مہندر کے گھر میں عیش و راحت کا
دور دورہ رہے۔ اس لئے میں اپنی زندگی کے آرام و راحت کا خیال ترک کر دوں
پس پشت ڈال دوں؟ اتنی نیک اور سیدھی میں نہیں۔ اس طرح کی مذہبی کتاب
میں نے نہیں پڑھی۔ میں جو کچھ چھوڑوں گی اس کے عوض مجھے کیا ملے گا؟"

بہاری کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا، اس نے کہا ——— "تم نے بہت
سی باتیں صاف صاف کہنے کی کوشش کی۔ اب میں بھی ایک صاف بات کہتا ہوں
آج جس واقعہ کی محرک ہوئی ہو۔ اور اس وقت جو باتیں کر رہی ہو۔ ان کا
ماخذ ساختہ تم نے جو لٹریچر پڑھا ہے، اس سے چرایا ہوا ہے۔ اس میں بارہ
آنے ناول اور ڈرامہ ہے۔"

"ڈرامہ! ناول!"

"ہاں ڈرامہ، ناول! اور وہ بھی اونچے درجے کے نہیں۔ تمہاری یہ سب
ادنیٰ درجے کے ناولوں اور دوسرے گھٹیا ادب کی صدائے بازگشت ہیں
یہ کی ہیروئن سٹیج پر ہی اچھی معلوم ہوتی ہے۔ اُسے گھر میں رکھنے سے
نہیں چلتا۔"

مایا کا غصّہ اور جلال لمحہ بھر میں نہ جانے کہاں چلا گیا۔ وہ مسحور ناگن کی طرح
ہو کر خاموش ہو گئی۔ بہت دیر کے بعد بہاری کی طرف دیکھے بغیر مایا نے نرم
لہجے میں کہا ——— "تم مجھ سے کیا کرنے کو کہتے ہو؟"

"کوئی غیر معمولی کام کرنے کی خواہش نہ کرو۔ عام عورتوں کی سیدھی عقل جو

ہے وہی کرو۔ اپنے گاؤں جاکر رہو۔"

"جاؤں کیسے؟"

"زنانہ ڈبے میں بٹھا کر میں تمہیں تمہارے گاؤں کے اسٹیشن تک پہنچا آ

"تو آج رات کو میں یہیں سو رہوں؟"

"نہیں، مجھے اپنے آپ پر اعتماد نہیں۔"

مایا بہاری کے پاؤں سے لپٹ گئی۔ اور اسکے دونوں پاؤں کو

سے چھاتی سے لپٹا کر بولی ——— "پران ناتھ! اتنی کمزوری رہنے دو۔ ایک

پتھر کے دیوتا کی طرح تقدس کی مورتی نہ بن جاؤ۔ بُرے کو پیار کر کے

سے بُرے بھی بن جاؤ!"

بہاری لمحہ بھر کے لئے خود کو سنبھال نہ سکا۔ اُسکے دل اور جسم کی سب

کمزور ہو گئیں۔ مایا اس کی اس حالت کا اندازہ کرتے ہی اس کے پاؤں چھ

گھٹنوں کے بل کھڑی ہو گئی۔ اور چوکی پر بیٹھے ہوئے بہاری کے گلے میں د

باہیں ڈال کر کہنے لگی ——— "میری زندگی کے سامان! میں جانتی

تم ہمیشہ کے لئے میرے نہیں ہو سکتے۔ لیکن آج ایک گھڑی بھر کے لئے تم

پیار کرو ——— میرے ہو جاؤ۔ اس کے بدلے میں اپنے اُسی

جنگل میں چلی جاؤں گی۔ کسی سے کچھ نہ چاہوں گی۔ پریتم! میں تم سے آ

ایسی چیز چاہتی ہوں جسے مرتے دم تک دل میں رکھ سکوں۔"

یہ کہہ کر مایا نے آنکھیں بند کر کے اپنے نرم و نازک رخسار اور ہو

بہاری کے سامنے بڑھا دیئے۔ لمحہ بھر کے لئے دونوں بے حس و حر

سارا کمرہ خاموش رہا۔ اس کے بعد ایک لمبی سانس لے کر آہستہ آہستہ

دونوں ہاتھ اپنی گردن سے الگ کر کے بہاری دوسری چوکی پر جا بیٹھ

تے ہوئے لہجہ کو صاف کر کے کہا ——— "رات کو ایک بجے ایک گاڑی جاتی ہے"

مایا نے قدرے ٹھہر کر آہستہ کہا ——— "اسی گاڑی میں جاؤنگی"

اتنے میں ننگے بدن ننگے پاؤں بسنت بہاری کے پاس آ کھڑا ہوا۔ بہاری چھا ——— "ابھی سونے کے لئے نہیں گئے؟"

بسنت نے کوئی جواب نہ دیا۔ اسی طرح کھڑا رہا۔ مایا نے اس کی طرف ہاتھ پھیلا دیئے۔ بسنت پہلے کشمکش میں پڑ گیا۔ پھر آہستہ مایا کے پاس چلا گیا۔ مایا دونوں ہاتھوں سے اُسے سینے سے آنسو بہانے لگی۔

(۳۵)

ممکن بھی ممکن ہو جاتا ہے۔ اور ناقابلِ برداشت بھی قابلِ برداشت ہو ہے ——— اگر ایسا نہ ہوتا تو مہندر کے گھر میں اس دن وہ رات نہ مہندر شام کو مایا سے اپنے ساتھ چلنے کا وعدہ لے کر گھر سے چلا گیا۔ رات ایک دوست کے پاس بورڈنگ ہاؤس میں رہا گھر نہیں آیا۔ اس س نے مایا کے نام ایک خط لکھکر ڈاک میں ڈالدیا۔ خط میں صرف چلنے کے لئے تیار رہنے کی تاکید کی تھی۔

دوسرے دن وہ خط مہندر کے پاس پہنچا۔ آشا میں اٹھنے کی بھی ہمت اس نے چارپائی پکڑ لی تھی۔ نوکر ہاتھ میں خط لئے آیا۔ بولا ——— "بہو جی، چٹھی ہے!"

جلدی سے سر اٹھا کر آشا نے چٹھی لے لی۔ اس نے دیکھا ——— کے ہاتھ کی لکھی ہوئی چٹھی ہے، مایا کے نام۔ اسی لمحے آشا کا سر پھر

تکیے پر گر گیا، اور اس نے چپ چاپ چٹھی نوکر کو واپس دے دی۔ نوکر نے پوچھا ——— "یہ چٹھی کس کو دینی ہے؟"

آشا نے کہا ——— "مجھے نہیں معلوم۔"

رات کے آٹھ بجے ہونگے کہ مہندر آندھی طرح جھپٹتا ہوا مایا کے کمرے کے سامنے آکھڑا ہوا۔ اس نے دیکھا ——— کمرے میں روشنی نہیں، تاریکی چھائی ہوئی ہے۔ دیا سلائی جلا کر دیکھا تو کمرہ سونا پڑا تھا مایا تھی نہ اس کا سامان! مہندر نے پکارا ——— "مایا!"

لیکن کوئی جواب نہ ملا۔ اس نے دل میں کہا ——— "میں بڑا نادان ہوں، بڑا بیوقوف ہوں۔ اس وقت اسے اپنے ساتھ لے جانا چاہیئے تھا۔ ضرور ماں نے مایا سے ایسی باتیں کہی ہیں کہ وہ گھر میں نہیں رہ سکی۔"

اس خیال کے آتے ہی وہ مضطرب ہو کر ماں کے کمرے میں گیا۔ اس کمرے میں بھی روشنی نہ تھی ——— لیکن دوسری طرف کا کواڑ کھلا ہونے کی وجہ سے اس تاریکی میں بھی معلوم ہو گیا کہ لکشمی بستر پر پڑی ہے۔ مہندر ایک دم غضبناک لہجے میں بولا ——— "ماں، تم نے مایا سے کیا کہا سنا ہے؟"

لکشمی نے کہا ——— "میں نے تو کچھ نہیں کہا۔"

مہندر نے اسی طرح جوش میں کہا ——— "تو پھر وہ کہاں گئی؟"

"میں کیا جانوں؟"

"تم نہیں جانتیں؟ اچھا، میں اس کا پتہ لگانے جاتا ہوں۔ وہ کہیں بھی ہو میں اسے ڈھونڈ نکالوں گا۔"

یہ کہہ کر مہندر تیزی سے چلا گیا۔ لکشمی جلدی سے اٹھ کر اس کے پیچھے جا

ئی کہنے لگی —— "مہندر، ارے مہندر، لوٹ آ، میری ایک بات سنتا جا"
مہندر ایک سانس کے وقفے میں گھر سے نکل گیا اور لمحہ بھر بعد ——
میں آکر اس نے دربان سے پوچھا —— "بڑی بہو کہاں گئی ہیں؟"
دربان نے کہا —— "ہم لوگوں سے کچھ کہہ نہیں گئی ہیں۔ ہم لوگ
بھی نہیں جانتے ہیں"

مہندر نے زور سے ڈانٹ کر کہا —— "نہیں جانتا؟"
دربان نے نرمی سے کہا —— "نہیں بھیا، میں نہیں جانتا"
مہندر نے دل میں سمجھ لیا کہ اُن لوگوں کو بھی پتہ نہ بتانے کے لئے
پڑھا دیا گیا ہے۔ وہ کلکتہ کے ہجوم میں گھس کر دیکھتے ہی دیکھتے
ہوں سے غائب ہو گیا۔

(۳۶)

بہاری کو اندھیری رات میں اکیلے بیٹھ کر سوچنے کی عادت نہ تھی، وہ
ی وقت اپنے بارے میں سوچ بچار نہ کرتا تھا۔ وہ اکثر لکھنے پڑھنے ہی
رہتا تھا۔ اور فرصت کے اوقات میں ادھر ادھر کے کاموں میں لگا رہتا
ن اچانک ایک دن بینیتر کے واقعے نے اسے جیسے دنیا بھر سے الگ
اب وہ اپنے پر زبردستی کام لاد کر اپنے ساتھی دل کو کسی طرح کچھ
کی فرصت نہیں دینا چاہتا تھا۔
لیکن آج وہ اپنے دل کو کسی طرح بہلا کر نہ رکھ سکا۔ ایک دن بینیتر
نے مایا کو اس کے گاؤں پہنچا دیا تھا۔ لیکن اسی وقت سے اس کا دل
ت میں ایک تنہائی، ایک بیکسی سی محسوس کر رہا تھا۔
ات کے نو بجے ہونگے۔ بہاری گھر کی سامنے والی چھت پر موسم گرما

کی ہلکی ہوا اور تاریک فضا میں کرسی ڈالے بیٹھا تھا۔

آج شام اس نے بسنت کو نہیں پڑھایا تھا۔ اُسے شام ہی سے جاکر سو رہنے کو کہہ دیا تھا۔ دیر تک وہ اس تاریکی بیٹھا اپنی اور مہندر کی گذشتہ زندگی پر غور کرتا رہا۔ یکایک گھبرا کر وہ اُٹھ کھڑا ہوا اور کسی اور طرف دل لگانے کے لئے جلدی سے بڑے کمرے کی روشنی میں چلا گیا۔

کونے پر تپائی پر ریشمی کپڑے سے ڈھکی ہوئی ایک تصویر رکھی تھی، بہاری کپڑا ہٹا کر تصویر ہاتھ میں اٹھا کر لیمپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ اور پوری توجہ سے دیکھنے لگا۔

وہ تصویر آشا اور مہندر کی تھی بیاہ کے کچھ ہی دن بعد اتار گئی تھی۔ تصویر کے نیچے مہندر نے اپنے ہاتھ سے "مہندر" اور آشا نے اپنے ہاتھ سے "آشا" لکھ دیا تھا۔

بہاری نے اس تصویر کو ہاتھ میں لیکر خود کو نفرین کر کے مایا کو اپنے دل سے نکال کر دور کر دینا چاہا۔ لیکن مایا کے وہ محبت سے بیقرار اور جوش سے نرم و نازک دونوں ہاتھ اس کے پیروں کو پکڑے ہی رہے، بہاری اپنے دل میں کہنے لگا ——— "محبت کی ایسی حسین دنیا تو نے چوپٹ کر دی!" لیکن مایا کے اس اوپر اٹھے ہوئے چہرے کی دعوت، بوسہ اس سے کہنے لگی ——— "میں تم کو چاہتی ہوں۔ دنیا بھر میں میں نے تمہیں کو پسند کیا۔"

لیکن بہاری کی بات کا کیا یہی جواب ہے؟ وہ تصویر ہاتھ میں لئے خیالات میں کھویا ہوا بیٹھا تھا۔ کہ سامنے سے آواز سن کر چونک پڑا۔ آنکھ اٹھا کر دیکھا ——— سامنے سے مہندر آرہا ہے۔ بہاری چونک کر اٹھ کھڑا ہوا اس کے ہاتھ سے وہ تصویر گر گئی۔ لیکن اسے کچھ خبر نہ ہو

مہندر نے آتے ہی ایک دم پوچھا ——— "مایا کہاں ہے؟"
بہاری آگے بڑھ کر مہندر کا ہاتھ پکڑ کر بولا ——— "مہندر بھیا، ذرا بیٹھو! میں تم سے بہت سی باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"
"بیٹھنے اور باتیں کرنے کے لئے میرے پاس وقت نہیں۔ بتاؤ ——— مایا کہاں ہے؟"
"تم جو سوال کر رہے ہو اس کا جواب اتنے اختصار سے نہیں دیا جا سکتا تمہیں اس جواب کے لئے ذرا صبر سے بیٹھنا ہو گا۔"
"کیا مجھے دھتکارو گے، ڈانٹو گے؟ میں جانتا ہوں کہ میں پاکھنڈی ہوں، نیچ، ذلیل اور دغا باز ——— جو کچھ تم کہنا چاہتے ہو وہ سب کچھ ہوں۔ لیکن بات یہ ہے کہ تم جانتے ہو مایا کہاں ہے یا نہیں جانتے؟"
"جانتا ہوں"
"مجھے بتاؤ گے یا نہیں؟"
"نہیں!"
"تمہیں بتانا ہو گا۔ تم نے اسے بہکا پھسلا کر یہاں لا کر چھپا رکھا ہے وہ میری ہے، مجھے لوٹا دو۔"
"وہ تمہاری نہیں، میں اسے بہکا کر یہاں نہیں لایا۔ وہ خود میرے پاس چلی آئی ہے۔"
"تم جھوٹ کہتے ہو!"
اتنا کہہ کر مہندر باہر نکل گیا۔ اور دوسرے کمرے کے بند دروازے پر بار بار دھکا دے کر پکارنے لگا ——— "مایا! مایا!"
اندر سے رونے کی آواز سن کر مہندر بول اٹھا ——— "مایا

ڈرو نہیں۔ میں مہندر رہوں۔ تمہیں چھڑا کر لے جاؤں گا۔ کوئی تمہیں بند کر کے نہیں رکھ سکے گا۔"

یہ کہہ کر مہندر نے زور سے دروازے کو دھکا دیا۔ دروازہ کھل گیا۔ مہندر جوش میں اندر داخل ہوا۔ اندر گہری تاریکی تھی۔ مبہم سائے کی طرح اُسے دکھائی دیا جیسے بستر پر کوئی سسکتا ہوا سکڑ کر تکیے سے لپٹ گیا ہے۔

بہاری نے جلدی سے کمرے میں آ کر بسنت کو گود میں اٹھا لیا اور تسلّی دیتے ہوئے کہا "ڈرو نہیں بسنت، ڈرنے کی کوئی بات نہیں، بالکل کوئی بات نہیں۔"

مہندر وہاں سے نکل کر تیزی سے نیچے اوپر ادھر اُدھر ہر جگہ مایا کو ڈھونڈنے لگا۔ مگر جب کہیں مایا کا عکس تک دکھائی نہ دیا تو لاچار پھر وہیں پہنچا۔ معصوم بسنت ابھی سسک رہا تھا۔ اور بہاری اُسے بستر پر بٹھا کر اُسے تھپک تھپک کر سلانے کی کوشش کر رہا تھا۔ مہندر نے کہا ——

"مایا کو تم نے کہاں رکھا ہے؟"

بہاری نے کہا —— "بھیا گڑ بڑ نہ مچاؤ۔ تم نے اس بچے کو خواہ مخواہ ڈرا دیا ہے۔ اس سے اس کی طبیعت خراب ہو جانے کا اندیشہ ہے —— میں کہتا ہوں مایا کی خبر سے تمہیں کوئی مطلب نہیں۔"

مہندر نے دانت پیستے ہوئے کہا —— "سادھو مہاتما، اب تو دھرم کا سوانگ نہ بنا۔ میری عورت کی یہ تصویر لے کر رات کو تو کس دیوتا کا دھیان کر کے کونسا پاکیزہ اور مقدس منتر جپ رہا تھا؟ پاپی! دغا باز!"

یہ کہتے کہتے مہندر نے وہ تصویر زمین پر پھینک دی اور اسی پر جوتے سمیت پیر زور سے رکھ دیا۔ تصویر کا شیشہ چور چور ہو گیا۔ پھر مہندر نے تصویر

نکال کر ٹکڑے ٹکڑے کر کے بہاری پر پھینک دی۔ مہندر کی یہ پاگلوں کی سی حالت دیکھ کر بہاری خوف کے مارے رو پڑا۔ غصّہ، افسوس اور رنج و غم کے مارے اس کا گلا بھر آیا۔ اس نے انگلی سے دروازے کی طرف اشارہ کر کے کہا ——— "جاؤ!"

مہندر آندھی کی طرح باہر چلا گیا ———!

(۳۷)

ادھر سواریوں سے خالی زنانے ڈبے میں بیٹھی ہوئی مایا نے جب کھیتوں کے سلسلے میں درختوں کے درمیان بسے ہوئے ایک گاؤں کو دیکھا تو اسے سادہ اور بے تصنع دیہاتی زندگی کی یاد آ گئی۔ اس کے جی میں آیا کہ میں درختوں کی اس گھری چھاؤں کے گھیرے میں اپنے بناتے ہوئے تخیلی گھروندے میں اپنی پیاری کتابیں لیکر، قیام شہر کے تمام دکھ درد، جلن اور زخم کی کسک سے چھٹکارا پا کر کچھ وقت راحت و اطمینان سے رہوں۔

گاڑی تیزی سے جا رہی تھی۔ کہیں کہیں آم کے باغوں سے آتی ہوئی بور کی مسحور کن مہک اس کے دل میں گاؤں کی راحت بھر جاتی تھی۔ مایا کے دل کی حالت بدل گئی۔ اس نے اپنے دل میں کہا ——— "اچھا ہی ہوا۔ اب مجھ سے اپنی زندگی کے متعلق زیادہ کشمکش، زیادہ جدوجہد نہیں ہو سکتی۔ اب سب بھول جاؤں گی۔ ہر قسم کے افکار کو چھوڑ کر آرام کی نیند سوؤں گی۔ گاؤں کی سیدھی سادی عورت بن کر گھر اور گاؤں کے کام کاج میں آرام اور اطمینان کے ساتھ اپنی زندگی گزار دوں گی۔"

تپتے ہوئے دل میں اس طرح راحت و سکون کی امید بھر کر مایا نے اپنی کٹیا میں پاؤں رکھا۔ لیکن! آہ سکون کہاں ہے؟ ہر طرف وحشت سی! ہر سمت ویرانی سی!

چاروں طرف جو کچھ ہے۔ وہ پریشان، بکھرا ہوا اور گرد آلود۔ بہت دن سے مکان بند تھا۔ اس لئے یکایک کھول کر اندر جانے سے اس کی متعفن ہوا میں مایا کا دم گھٹنے لگا۔

مایا جس وقت گھر پہنچی، شام ہو چکی تھی۔ گھر تاریکی سے لبریز تھا۔ کسی طرح سرسوں کا تیل ڈال کر مٹی کا دیا جلایا ہی تھا۔ کہ اس کے دھوئیں اور مدھم روشنی سے گھر کی ویرانی اور بھی زیادہ معلوم ہونے لگی۔ پہلے جو حالت اسے تکلیف نہ پہنچاتی تھی، بری معلوم نہ ہوتی تھی۔ وہ اب ناقابل برداشت ہونے لگی' اس کے باغی دل نے کہا ——— "یہاں تو گھڑی بھر بھی نہ رہا جا سکے گا۔ طاق میں دو ایک کتابیں اور ماہوار رسالے بہت بری حالت میں پڑے تھے۔ انھیں چھونے کو بھی جی نہ چاہا۔ باہر آم کے باغ میں جھینگروں اور مچھروں کی بھنبھناہٹ بڑھنے لگی۔ ہوا نام کو بھی نہ تھی۔

مایا کے پاس پہلے اس کی ساس کی بوا ایک بڑھیا رہتی تھی۔ وہ ادھر ادھر گھر میں تالا لگا کر اپنی بیٹی کو دیکھنے داماد کے گھر چلی گئی تھی۔ مایا سے گھر میں اکیلے رہا نہیں گیا۔ وہ اپنی پڑوسنوں کے یہاں پہنچی۔ مایا کو دیکھ کر پڑوس کی عورتیں چونک سی گئیں۔ ایک نے آہستہ سے دوسری کے کان میں کہا ——— "ارے باپ رے، مایا تو خوب گوری چٹی ہو آئی ہے، کپڑے لتے سب چست اور صاف ستھرے ہیں۔ بالکل میم صاحب بن گئی ہے"! اور وہ عورتیں آپس میں نہ جانے کیا کیا اشارے کرکے ایک دوسری کے منہ کی طرف دیکھنے لگیں جیسے انھوں نے جو افواہیں سنی تھیں، اُن کا ثبوت بھی مل گیا۔

مایا کو قدم قدم پر محسوس ہونے لگا۔ کہ وہ ہر لحاظ سے اپنے گاؤں سے بہت دور چلی گئی ہے۔ آج اپنے ہی گاؤں میں! اپنے ہی گھر میں اس کیلئے جگہ نہیں

ایک گھڑی بھر کے لئے اُسے کہیں چین نہیں مل سکتا۔

ڈاک گھر کے بوڑھے چپڑاسی کو مایا بچپن ہی سے جانتی پہچانتی تھی۔ دوپہر دن مایا گاؤں کے تالاب میں نہانے کے لئے گئی۔ اتنے میں ڈاکیہ چمڑے کا بیگ کندھے پر ڈالے ادھر سے ہوکر نکلا۔ اُسے دیکھتے ہی مایا انگوچھا اور دھوتی سب کچھ کنارے چھوڑ کر اس کے پاس گئی اور بولی —— "کلو کاکا، کوئی میرے نام کی چھٹی ہے؟"

بوڑھے نے مختصر سا جواب دیا —— "نہیں"

مایا نے مضطرب ہوکر کہا —— "ذرا دیکھو! شاید نکل آئے"

یہ کہہ کر مایا نے گاؤں کی آٹھ دس چھٹیاں جو اس کے ہاتھ میں تھیں لے لیں۔ الٹ پلٹ کر دیکھا۔ اس کے نام کی کوئی چھٹی نہ تھی۔ مایا اُداس منہ لئے واپس گھاٹ پر پہنچی۔ تو اس کی ایک سہیلی نے طنزیہ لہجے میں کہا "کیوں ری مایا۔ تو چھٹی کے لئے اتنی بے چین کیوں ہو رہی ہے؟" اور ایک بڑھیا بول اٹھی —— "ڈاک سے چھٹی آئے، ایسا نصیب کس کا! ہمارے تو مرد، دیور، بھائی سب پردیس میں کام کرتے ہیں۔ مگر ڈاکیہ ہم پر تو کبھی مہربانی نہیں کرتا"

اسی طرح بات بات میں طنز صاف اور طعنے تیز ہونے لگے۔ مایا اپنے آپ کو سب گاؤں والوں سے الگ رکھنے کی کوشش کرنے لگی۔ اس سے گاؤں والے اور بھی چڑ گئے۔ چھوٹے سے گاؤں میں جہاں گنتی کے آٹھ دس گھر ہوتے ہیں اپنے کو سب سے الگ چھپا کر رکھنے کی کوشش بیکار ہے۔ یہاں چوٹ کھائے ہوئے زخمی دل کو لے کر ایک کونے میں —— اندھیرے میں —— تنہائی میں اس کی مرہم پٹی اور دیکھ بھال کا موقعہ نہیں ملتا —— اِدھر اُدھر سے سب کی تیز متجسسانہ نظر آکر اسی زخم پر پڑتی ہے۔

دوسرے دن ڈاک کا وقت گذرتے ہی مایا گھر کا دروازہ بند کر کے چٹھی لکھنے لگی :۔

بہاری بابو!

ڈرنا نہیں ۔ میں تمہیں محبت نامہ لکھنے نہیں بیٹھی ۔ تم میرے خیر خواہ ہو، میں تمہیں پرنام کرتی ہوں ۔ میں نے جو پاپ کیا ہے تم نے اس کی سخت سزا دی ہے اور تمہاری زبان سے نکلتے ہی میں نے اس سزا کو بسر و چشم منظور کر لیا ہے دکھ یہی ہے کہ تم یہ نہ دیکھ سکے کہ سزا کتنی سخت ہے — ! اگر دیکھتے — اگر جان سکتے تو تمہیں رحم آ جاتا ۔ مگر میں بد قسمت اس رحم و ہمدردی سے بھی محروم رہی ۔ تمہیں یاد کر کے دل ہی دل میں تمہارے قدموں پر سر رکھ کر، میں اسے بھی کسی طرح برداشت کر لوں گی ۔ لیکن جیلخانے کا قیدی کیا کھانا بھی نہیں پا سکتا؟ اچھا اور عمدہ کھانا نہیں — جتنی اور جیسی غذا نہ ملنے سے زندگی نہ بچ سکتی ہو، وہ بھی نہیں ملتی! تمہاری دو سطری چٹھی ہی میری اس جلا وطنی کی سزا میں غذا کے برابر ہے ۔ وہ بھی اگر نہ ملے تو ناتھ! یہ جلا وطنی کی سزا پھانسی کی سزا سے بھی بڑھ کر ہے ۔ میرا اتنا سخت امتحان نہ لینا میرے منصف!

میرے اس پاپی دل کے غرور کی حد نہ تھی ۔ کبھی خواب میں بھی میں نے نہ تصور نہ کیا تھا کہ کسی کے آگے مجھے اس طرح سر جھکانا پڑے گا ۔ تمہاری فتح ہوئی، اب میں مقابلہ نہیں کر سکتی، مجھ پر رحم کرو ۔ مجھے زندہ رہنے دو ۔ اس جنگل میں رہنے کے لئے تھوڑا بہت سہارا ضرور دیتے رہو ۔ اگر وہ ملتا رہا ۔ تو مجھے کوئی تمہارے اختیار سے باہر نہ نکال سکے گا ۔ صرف اتنی ہی دکھ کی بات جتا کر میں چٹھی کو ختم کرتی ہوں — اور جو باتیں دل میں بھری ہیں انھیں کہنے کے لئے مضطرب ہو دل پھٹا جا رہا ہے ۔ لیکن میں اقرار کر چکی ہوں کہ وہ

باتیں تمہیں نہ جتاؤنگی۔

تمہاری ——— بڑی بہو (مایا)

چھٹی لکھ مایا نے لیٹر بکس میں ڈال دی۔ پاس پڑوس کے آدمی دیکھکر چھی، چھی کرنے اور دانتوں تلے انگلی دبانے لگے ——— کہنے لگے ——— "گھر کا دروازہ بند کر کے چھٹی لکھتی ہے۔ چھٹی کے لئے ڈاکیئے کے سر پر سوار رہتی ہے۔ دو دن کلکتے میں رہ کر شرم وحیا پر پانی پھیر کر بالکل برباد ہو گئی ہے!"

تیسرے دن بھی بہاری کا خط نہ آیا۔ مایا دن بھر کاٹھ کی پتلی کی طرح چپ چاپ سناٹے میں بیٹھی رہی۔ اس نے گھر کا دروازہ بند کر لیا۔ باہر کا آنا جانا بالکل چھوڑ دیا۔

مایا نے سنا تھا ——— دل کو یکسو کر کے جس کو پکارا جائے وہ ضرور آتا ہے ——— آئے بغیر اس سے رہا نہیں جاتا۔ اسی لئے ہاتھ جوڑ کر آنکھیں بند کر کے وہ بہاری کو پکارنے لگی ——— "میری زندگی سنسان ہے۔ چاروں طرف سناٹا ہی سناٹا، ویرانی ہی ویرانی ہے ——— اس ویرانی کو دور کرنے کے لئے ایک بار تم آؤ۔ تمہیں آنا ہی ہوگا۔ میں تمہیں کسی طرح نہ چھوڑوں گی!"

بہاری کے خیال میں جب شام کے وقت چراغ بتی کے بغیر تاریک گھر اور بھی تاریک ہو رہا تھا۔ دروازے پر کسی نے دھکا دیا۔ سنتے ہی مایا جلدی سے اٹھ کھڑی ہوئی اور پورے یقین کے ساتھ دوڑ کر دروازہ کھولتے کہہ اٹھی ——— "بہو، آگئے؟" اسے پختہ یقین ہو گیا کہ اس وقت اور کوئی انسان اس کے دروازے پر نہیں آسکتا۔

مہندر نے جوش کے ساتھ جواب دیا —— "ہاں، آگیا ہوں مایا!"
مایا انتہائی نفرت سے کہہ اٹھی —— "جاؤ، جاؤ، یہاں سے چلے جاؤ! اس وقت چلے جاؤ!"

مہندر یکایک حیران و مبہوت سا رہ گیا!

اتنے میں: "ہاں ری مایا۔ تیری ساس کی بوا آگر کل ——" کہتے کہتے ایک بوڑھی پڑوسن مایا کے دروازے کے پاس آئی مگر دروازے پر مہندر کو دیکھتے ہی "امئیا!" کہتی ہوئی ہاتھ بھر کا گھونگٹ نکال کر جلدی سے بھاگ گئی۔

(۳۸)

گاؤں بھر میں ایک گڑبڑ مچ گئی۔ بڑے بوڑھے درگا جی کے مندر میں جمع ہو کر آپس میں کہنے لگے —— "یہ تو کبھی برداشت نہیں کیا جا سکتا کلکتے میں کیا ہوتا ہے —— اُسے نہ سننے میں بھی کوئی حرج نہ تھا۔ لیکن اس طرح چٹھی پر چٹھی لکھ کر مہندر کو گاؤں میں بلا کر کھلم کھلا ایسی جرأت! ایسی بے حیائی تو کبھی برداشت نہیں کی جا سکتی!"

مایا کو آج بہاری کے خط کی یقینی امید تھی۔ لیکن یہ امید بر نہ آئی۔ وہ اپنے دل میں کہنے لگی —— "مجھ پر بہاری کا کیا اختیار ہے؟ میں نے کیوں اس کا حکم سنا اور مانا؟ میں نے اس سے کیوں کہا۔ کہ وہ میرے لئے جو تجویز کرے گا میں اُسے منظور کر لوں گی؟ دو حرف کا خط تک نہیں؟"

اس کے دل میں ایک آگ سی بھڑک اٹھی۔ اس نے کہا ——
کسی اور کے لئے ہوتا تو میں اتنا دکھ درد برداشت بھی کر لیتی۔ لیکن اس کے لئے مجھ سے یہ سب برداشت نہ ہو سکے گا۔ یہ بیکسی، یہ بن باس، یہ لوگوں کی

مذمت اور طعنے، یہ بے عزتی، مجھے صرف آشا کے لئے برداشت کرنی پڑیگی ہر لحظہ اٹھانی پڑے گی؟ اتنے بھاری بوجھ کو میں نے خود ہی اپنے سر کیوں لے لیا؟ میں سب کچھ تباہ و برباد کرنے کا عہد پورا کر کے کیوں نہ آئی۔ میں بیوقوف ہوں، نادان ہوں۔ میں نے کیوں بہاری کو چاہا؟ میں اپنا سب کچھ کیوں اس کے حوالے کر دیا؟"

مایا کاٹھ کی تپلی کی طرح بیٹھی تھی۔ کہ اس کی ساس کی بوا اپنی بیٹی کو دیکھکر لوٹ کر گھر آئی۔ آتے ہی اس نے کہا ——— "حرامی" کلموہنی، یہ سب کیا باتیں سنائی دے رہی ہیں؟"

مایا نے کہا ——— "جو کچھ سنائی دے رہا ہے، سب سچ ہے۔"

"تو یہ کلنک لیکر گاؤں میں آنے کی کیا ضرورت تھی؟ یہاں کیوں آئی؟"

مایا کے دل میں خوفناک ہلچل مچی ہوئی تھی، وہ ضبط کر کے خاموش بیٹھی رہی۔ رصبا نے پھر کہا۔ ——— اب تو یہاں نہیں رہ سکتی۔ مجھ سے یہ سب باتیں برداشت نہ ہوں گی۔ تُو نے چار آدمیوں میں سر اونچا کرنے کے قابل نہیں رہنے دیا! اسی وقت نکل جا یہاں سے!"

مایا نے کہا ——— "میں ابھی چلی جاؤنگی۔"

اسی وقت اچانک مہندر نہائے اور کھانا کھائے بغیر پاگلوں کی طرح خشک بکھرے ہوئے بالوں سے بھیانک چہرہ لئے وہاں آپہنچا۔ رات بھر جاگنے کے باعث اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ چہرہ اترا ہوا تھا۔ اس نے کسی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھا ہی نہیں۔ سیدھے مایا کے پاس آکر کہا ——— "مایا، میں ایسا بزدل نہیں کہ تمہیں یہاں کے لوگوں کے طعنے اور بے عزتی برداشت کرنے کے لئے تنہا چھوڑ جاؤں۔ میں نے فیصلہ کر لیا کہ جس طرح بھی ہو، تمہیں یہاں

سے لے جاؤں۔ میں آج تمہیں چھو کر قسم کھاتا ہوں، کہ تم جب، جو بھی چاہو گی، وہی ہوگا۔"

مایا نے پرسکون لہجے میں کہا —— "میں تمہارے ساتھ چلوں گی، تمہاری گاڑی ہے؟"

"ہاں!"

اتنے میں بڑھیا نے باہر نکل کر مہندر سے کہا —— "مہندر، تم مجھے نہیں پہچانتے۔ لیکن تم میرے اپنے ہو —— "غیر نہیں ہو" تمہاری ماں لکشمی میرے ہی گاؤں کی لڑکی ہے۔ گاؤں کے ناطے میں اس کی موسی ہوں میں، تم سے پوچھتی ہوں، یہ کیا ڈھنگ ہیں؟ تمہارے گھر میں جورو ہے، ماں ہے اور تم ایسے بے حیا بن کر پاگل ہوئے پھرتے ہو؟"

مہندر خاموش کھڑا رہا۔ بڑھیا نے پھر کہا —— جانا ہو تو ابھی جاؤ، اسی وقت جاؤ! میرے گھر کے دروازے پر کھڑے نہ ہو بس ایک لمحہ بھر کی دیر نہ کرو

یہ کہہ کر بڑھیا نے اندر سے کواڑ بند کر لئے۔ مایا نہائے اور کھانا کھائے بغیر میلے کپڑے پہنے، خالی ہاتھ ڈیوڑھی سے نکل کر گاڑی میں جا بیٹھی۔ جب مہندر گاڑی پر سوار ہونے لگا تو مایا نے کہا —— "نہ، سٹیشن دور نہیں، تم ٹہلتے ٹہلتے پیدل جاؤ۔"

مہندر نے کہا —— "پھر گاؤں کے سب لوگ مجھے نہیں دیکھیں گے؟"

"ابھی کچھ لوگوں کی شرم شاید باقی ہے؟" یہ کہکر مایا نے گاڑی کا دروازہ بند کر لیا اور گاڑیبان سے کہا —— "سٹیشن چلو۔"

(۳۹)

مہندر کہیں چلا گیا! —— اس فکر سے لکشمی کا کھانا پینا اور سونا

ائب ہو گیا۔ دینا ناتھ نے چاروں طرف مہندر کی تلاش کی۔ جہاں اس کے
نے کی امید نہ تھی، وہاں بھی اسے ڈھونڈا۔ اسی دوران میں مایا کو ساتھ لیکر
ہندر کلکتے لوٹ آیا۔ "پٹیل ڈانگہ" میں ایک مکان کرائے پر لیکر اور وہاں مایا کی
ائش کا انتظام کر کے وہ اپنے گھر آیا۔
ماں کے کمرے میں جاکر مہندر نے دیکھا ——— اندھیرا ہو رہا ہے۔
ولی روشنی کے لئے لالٹین ایک آڑ میں رکھ دی گئی ہے۔ لکشمی بیمار کی طرح
تر پر پڑی ہے۔ آشا پائینتی بیٹھی آہستہ آہستہ انکے پاؤں پر ہاتھ پھیر رہی
ے۔ اتنے دنوں کے بعد گھر کی بہو نے خود ہی ساس کے پاؤں کے پاس اپنی جگہ
لی ہے۔
مہندر کے آتے ہی آشا چونک کر اٹھ کھڑی ہوئی اور کمرے سے باہر چلی گئی
ندر نے زبردستی دل سے کشمکش کو دور کر کے کہا ——— "ماں یہاں
اچھی طرح سے لکھ پڑھ نہیں سکتا۔ میں نے کالج کے پاس ہی ایک مکان کرائے
لے لیا ہے، وہیں رہونگا"۔ لکشمی نے انگلی سے بستر کے مرے کی طرف
رہ کرتے ہوئے کہا ——— "مہندر ذرا بیٹھ جا"۔
مہندر شرماتا ہوا سا بستر کے ایک طرف بیٹھ گیا۔ لکشمی نے کہا ———
ہندر، جہاں تیرا جی چاہے رہ، لیکن میری بہو کو تکلیف نہ دے"۔
مہندر خاموش رہا۔ لکشمی نے کہا ——— "اپنی بدقسمتی سے میں اب
یسی نیک بہو کو پہچان نہ سکی تھی (یہ کہتے کہتے لکشمی کا گلا بھر آیا) مگر تو نے اتنا
کر اور اتنا مان کر بھی آخر اسے ایسے دکھ میں کیوں ڈالا؟"
اب لکشمی کی آنکھوں سے آنسوؤں کی دھار بہہ نکلی۔ مہندر اگر وہاں سے
بھاگ سکتا تو جیسے اس کی جان بچ سکتی مگر یکا یک اس سے اٹھا نہ گیا

ماں کے بستر پر ایک کنارے تاریکی میں سمٹا ہوا چپ چاپ بیٹھا رہا۔

تھوڑی دیر کے بعد لکشمی نے کہا ——— "آج رات تو یہیں رہے گا نا؟"

"نہیں۔"

"کب جائے گا؟"

"ابھی۔"

لکشمی اٹھ کر بیٹھ گئی ——— "بہو سے ایک بار اچھی طرح ملے گا بھی نہیں؟"

مہندر خاموش رہا۔ لکشمی نے کہا ——— "بہو کے یہ دو تین دن کس طرح گزر رہے ہیں۔ یہ تو کچھ بھی نہیں سمجھ سکا۔ بے شرم! تیری یہ سنگدلی دیکھ میری چھاتی پھٹ گئی!"

یہ کہکر لکشمی کٹی ہوئی شاخ کی طرح بستر پر گر گئی۔ مہندر کو بھاگنے کا موقع ملا وہ بستر سے اٹھ کر کمرے سے باہر نکل گیا اور آہستہ آہستہ بے آواز قدم رکھتا زینے سے اوپر اپنے کمرے کی طرف چلا۔ اسکی بالکل خواہش نہ تھی کہ آشا سے ملاقات ہو۔ جیسے ہی اس نے اوپر چھت پر پاؤں رکھا کمرے کے سامنے بنی ہوئی برساتی میں زمین پر لیٹی ہوئی آشا دکھائی دی۔ آہٹ سن کر آشا جلدی سے کپڑے سمیت اٹھ کر بیٹھی۔ اس وقت مہندر اگر ایک بار "چنی" کہکر پکارتا تو وہ اس کا سارا قصور جیسے اپنے ہی سر لے لیتی اور معافی مانگنے والے مجرم کی طرح مہندر کے دونوں پیروں سے لپٹ کر اپنی زندگی کا سب رونا رو ڈالتی لیکن مہندر اس پیار سے نام کو زبان پر نہ لا سکا۔ آشا شرم کے مارے گویا مر گئی۔ اٹھ کر کھڑے ہو کر چلے جانے کی کون کہے ——— سانس لینے میں بھی اُسے جیسے شرم محسوس ہونے لگی۔ مہندر نے اس سے کچھ نہ کہا۔ وہ چپ چاپ آہستہ آہستہ چھت پر ٹہلنے

لگا ——— اور تصورات میں کھو گیا۔

ٹہلتے ٹہلتے ایک لمبی سانس لیکر مہندر نے آشا کی طرف دیکھا، زبردستی
روکے ہوئے آنسوؤں سے ——— اس کا دل بھرا ہوا تھا۔ وہ ذرا بھی
حرکت نہ کر رہی تھی ——— بے حرکت اور خاموش بیٹھی تھی۔ رات کی تاریکی،
ماں کے آنچل کی طرح اس کی شرم اور یاس و غم کو چھپائے ہوئے تھی۔

مہندر ٹہلتے ٹہلتے یکایک نہ جانے کیا کہنے کے لئے آشا کے پاس آکر کھڑا
ہو گیا۔ یہ دیکھ کر آشا کے سارے جسم کا خون اس کے کانوں میں آکر سنسنانے
لگا۔ اس نے آنکھیں بند کرلیں۔ مہندر کیا کہنے آیا تھا، وہ کچھ فیصلہ نہ کر سکا
کہنے کی بات ہی کیا تھی! مگر کچھ نہ کچھ کہے بغیر لوٹا بھی نہیں گیا۔ اس نے کہا۔
——— "چابیوں کا گچھا کہاں ہے؟"

چابیوں کا گچھا بستر کے گدے کے نیچے رکھا تھا۔ آشا اٹھ کر کمرے کے اندر
گئی۔ مہندر بھی اس کے پیچھے پیچھے گیا۔ گدے کے نیچے سے چابیوں کا گچھا نکال کر
آشا نے سامنے رکھدیا۔ مہندر نے گچھا اٹھا کر اپنی الماری کے تالے میں ایک
ایک کر کے سب چابیاں لگانا شروع کیں۔ آشا سے رہا نہ گیا۔ اس نے آہستہ
سے کہا ——— "اس الماری کی چابی میرے پاس نہیں تھی۔"

چابی کس کے پاس تھی یہ بات آشا کے منہ سے نہیں نکل سکی لیکن مہندر
سمجھ گیا۔ آشا جلدی سے کمرے سے باہر چلی گئی۔ تاریک چھت پر ایک کونے
کی طرف منہ پھیر کر وہ اپنے امڈے ہوئے سیلاب گریہ کو زبردستی دبا کر چپ
چاپ آنسو گرانے لگی۔ لیکن بہت دیر تک آنسو بھی نہ بہا سکی۔ یکایک
یاد آگیا کہ مہندر کے کھانے کا وقت ہو گیا ہے ——— اور وہ جلدی
سے نیچے اتر گئی۔

لکشمی نے پوچھا ——— "مہندر کہاں ہے بہو؟"

"اوپر ہیں۔"

"پھر تو کیوں اتر آئی؟"

آشا نے سر جھکائے کہا ——— "ان کے کھانے کا ——"

بات کاٹتے ہوئے لکشمی نے کہا ——— "کھانے پینے کا انتظام میں کئے دیتی ہوں۔ تو ذرا تیل لگا کر منہ دھو کر اچھے صاف کپڑے پہن لے۔ اپنی نئی بنارسی ساڑھی پہن کر جلدی سے آ۔ میں تیرے بال باندھ دوں۔"

آشا ساس کے اس محبت آمیز اصرار کو ٹال نہ سکی۔ سنگار کے بعد وہ آہستہ آہستہ زینہ طے کر کے اوپر گئی۔ جھانک کر دیکھا ——— مہندر چھت پر نہ تھا دھیرے دھیرے دروازے کے پاس آ کر دیکھا، کمرے کے اندر بھی نہ تھا کھانے کی تھالی بھی ویسے ہی رکھی تھی۔

چابی نہ ہونے کی وجہ سے مہندر نے تالا توڑ ڈالا تھا۔ اور الماری سے کچھ ضروری کپڑے اور کتابیں لے کر کہیں چلا گیا تھا۔

دوسرے دن ایکادشی تھی، علیل اور نحیف و نزار لکشمی بستر پر پڑی تھی۔ آشا ہولے ہولے ساس کے پاس گئی۔ اور ان کے پاؤں پر نرم نرم ہاتھ پھیرتی ہوئی کہنے لگی ——— "ماں، تمہارے لئے دودھ اور پھل رکھے ہیں، لے آؤں؟"

لکشمی اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اور آشا کو گود میں لے کر اس کے آنسوؤں سے بھیگے ہوئے رخساروں کو پیار سے بار بار چومنے لگی۔ پھر پوچھا ———

"بہو، مہندر کیا کر رہا ہے؟"

آشا نے آہستہ سے کہا ——— "وہ چلے گئے۔"

"کب چلا گیا؟ مجھے تو معلوم بھی نہیں ہوا"
"وہ تو کل رات ہی چلے گئے تھے۔"

(۴۰)

پہلی رات کو جب مایا کو ٹیل ڈانگے کے گھر میں چھوڑ کر مہندر کپڑے اور کتابیں لینے اپنے گھر گیا تو مایا تنہائی میں اپنے بارے میں غور کرنے لگی۔

اُسے اپنی بے سہارا حالت جتنی صاف دکھائی دینے لگی۔ اتنا ہی وہ اپنے دل کو پختہ کرنے لگی۔ اُسے اپنے لئے کچھ نہ کچھ کوشش، کوئی نہ کوئی تدبیر کرنا ہی ہوگی اس طرح وہ نہیں رہ سکتی۔

جس دن مایا نے بہاری سے اپنی محبت کا اظہار کیا تھا۔ اسی دن سے اُس کے ضبط کا بند ٹوٹ گیا تھا۔ جس بیتاب بوسے کو وہ بہاری کے منہ کے پاس سے لوٹا لائی تھی۔ اُسے دنیا میں اور کہیں جگہ نہیں۔ مایا اسے مقدس نذر لانے کی طرح رات دن اسی دیوتا کے واسطے لئے پھرتی ہے۔ اس کی فطرت ہے کہ وہ کسی کام کو ایک دم چھوڑ دینا نہیں چاہتی۔ اس کا دل بالکل مایوس ہونا جانتا ہی نہیں۔ وہ روز پورے یقین سے کہا کرتا ہے کہ میری یہ پوجا بہاری کو قبول کرنا ہی پڑے گی۔

مایا کی اس محبت کے ساتھ خودداری کا احساس بھی مل گیا۔ بہاری کے سوا مایا کے لئے اور کوئی ٹھکانا نہیں۔ مہندر کو تو مایا نے خوب اچھی طرح جان پہچان لیا ہے اس پر بار ڈالا جائے تو وہ برداشت نہیں کر سکتا۔ اُسے چھوڑ دینے سے اُسے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ عورت کے لئے جس یقینی حتمی اور معتمد آسرے یا سہارے کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ بہاری ہی سے مل سکتا ہے۔ آج بہاری کو چھوڑ دینے سے مایا انتہائی مصیبت میں گرفتار ہے۔

جس دن مایا گاؤں چھوڑ کر آنے لگی تھی۔ اُس دن اُس نے مہندر کو سٹیشن سے ملحقہ ڈاکخانے میں بھیج کر خاص طور سے کہلوا دیا تھا۔ کہ اس کے نام کی چھٹیاں کھٹنے نئے پتے پر بھیج دیا جایا کریں۔ اس بات کو مایا کسی طرح نہیں مان سکی کہ بہاری اس کے خط کا جواب ہی نہ دے گا۔ اس نے دل ہی دل میں کہا ——

"میں سات دن تک جواب کا انتظار کرونگی۔ اس کے بعد دیکھا جائے گا"

یہ کہہ کر مایا اٹھی اور تاریکی میں لپٹے ہوئے کمرے کا بیرونی دروازہ کھولکر بے دل سی راستے کی طرف دیکھنے لگی۔ سڑک پر گیس کی تیز روشنی ہو رہی تھی۔ بہاری اس شہر میں ہے۔ یہاں سے دو ہی ایک گلی پار کر کے بہاری کے دروازے پر پہنچا جا سکتا ہے۔ اس مکان کے ا[illegible] ہوئے کمرے میں سناٹے کے سکون میں بہاری اکیلا کرسی پر بیٹھا ہوگا۔ اور شاید اس کے پاس ہی وہ برہمو لڑکا بسنت —— وہی سڈول، حسین گورے رنگ کا بڑی بڑی آنکھوں والا بھولا بھالا لڑکا —— تصویروں کی کتاب لئے اپنی مرضی کے مطابق صفحے الٹ پلٹ رہا ہوگا۔

آہستہ آہستہ اس دن کی پوری تصویر جیسے آنکھوں کے سامنے آگئی۔ پیار اور محبت کی لہروں سے مایا کا دل بھر گیا —— سنسنی سی دوڑ گئی۔

اسی طرح سوچتے سوچتے رات کے دس بج گئے۔ اتنے میں مہندر آپہنچا۔ بند دروازے کے پاس کھڑے ہو کر دروازہ کھٹکھٹانے میں مہندر کو بڑی شرم محسوس ہونے لگی۔ جس نشے میں اُس نے ساری دنیا کو کچھ نہیں سمجھا وہ نشہ آج کہاں ہے؟ راہ میں آنے جانے والے ناواقف لوگوں کے سامنے بھی آج اُسے حجاب سا کیوں معلوم ہو رہا ہے۔

نوکر نیا تھا۔ وہ بھی اندر سو رہا تھا۔ دروازہ کھلوانے کے لئے بہت چلانا

پکارنا پڑا۔ بے جانے پہچانے نئے مکان کی تاریکی میں پہنچتے ہی مہندر کا دل بجھ گیا۔ جن چیزوں کا وہ عادی ہو چکا تھا، ان کی کمی اُسے بہت ہی کھٹکی۔ اُس نے سوچا ——— یہاں کی یہ کمی مجھے پوری کرنی ہوگی۔ گھر کا تمام بندوبست کا بار میرے ہی سر ہے۔

مہندر نے کبھی اپنے یا پرائے آرام کے لئے فکر نہ کی تھی ——— آج سے ایک نئے گھر کی دیکھ بھال اس کو کرنی ہوگی۔ سیڑھی پر ایک مٹی کے تیل کا چراغ بہت سا دھواں اُگلتا ہوا ٹمٹما رہا تھا۔ اس نے سوچا ——— کل اس کی جگہ ایک اچھی سی لالٹین یا لیمپ لا کر لگانا ہوگا۔ برآمدہ پار کر کے سیڑھی کے چڑھنے کا راستہ تھا۔ اور نل کے پانی سے کیچڑ ہو رہا تھا۔ اُس نے سوچا ——— مستری کو بلا کر اتنی جگہ سیمنٹ سے پختہ کروا دینی ہوگی۔ ایسے ہی سب کام خود کرنے ہونگے۔ یہ خیال آتے ہی اس کی تکان گویا اور بھی بڑھ گئی۔ سیڑھی کے پاس کچھ دیر ٹھہر کر مہندر نے اپنے آپ کو سنبھال لیا۔ اور مایا سے اُسے جو محبت تھی اُسے اور ابھارا۔ خود کو سمجھایا کہ اتنے دن تک ساری دنیا کو بھول کر جسے چاہا تھا، آج اُسے حاصل کر لیا ہے۔ آج دونوں کے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں۔ لیکن کسی رکاوٹ کا نہ ہونا ہی آج سب سے بڑھ کر رکاوٹ ہے۔ آج مہندر خود ہی اپنے لئے پردہ حائل ہو رہا ہے

مایا نے مہندر کو راہ ہی میں آتے دیکھ لیا تھا۔ اس نے اُٹھ کر لیمپ جلایا اور کشیدے کا کام ہاتھ میں لے کر کاڑھنے لگی۔ یہ کشیدہ کاری ہی مایا کا قلعہ ہے اس کی آڑ میں اُسے بڑی مدد ملتی ہے۔

مہندر نے کمرے میں آ کر کہا ——— "مایا، یہاں تمہیں ضرور ہر قسم کی تکلیف ہوتی ہوگی"

مایا نے کشیدہ کاڑھتے کاڑھتے ہی کہا —— "مجھے تو کوئی بھی تکلیف معلوم نہیں ہوتی!"

مہندر نے کہا —— "میں دو تین دن میں اور سب سامان لے آؤنگا۔ جب تک تمہیں اور تھوڑی سی تکلیف برداشت کرنا ہوگی۔"

"نہیں، یہ کسی طرح نہ ہوگا۔ تم اور کچھ سامان نہ لانا، یہاں جو کچھ ہے، وہی ضرورت سے زیادہ ہے۔"

"میں بدقسمت بھی کیا اسی 'ضرورت سے زیادہ' میں شامل ہوں؟"

"تم خود کو اتنا زیادہ نہ سمجھو!"

قدرے ٹھہر کر مایا نے کہا —— "تم اپنی کتابیں اور کپڑے یہاں کیوں لے آئے ہو؟"

"انھیں میں اپنی ضرورت کی چیزوں ہی میں سمجھتا ہوں۔ یہ ضرورت سے زیادہ والی چیزوں میں نہیں۔"

"جانتی ہوں۔ لیکن ان کو یہاں لائے کیوں؟"

"یہ ٹھیک ہے —— یہاں کوئی ضروری چیز زیب نہیں دیتی۔ —— مایا ان کتابوں وتابوں کو اٹھا کر راستے میں پھینک دو میں کچھ بھی نہیں کہونگا۔ مگر کہیں اُن کے ساتھ مجھے بھی دور نہ پھینک دینا —— !"

یہ کہہ کر اسی بہانے ذرا آگے سرک کر مہندر نے کتابوں کی پوٹلی مایا کے پیروں کے پاس رکھ دی۔

مایا متین انداز سے کشیدہ کاڑھتے ہی کاڑھتے سر اٹھائے بغیر بولی "مہندر بابو، یہاں تم نہ رہ سکوگے۔"

مہندر نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا —— "کیوں مایا تم مجھے دور

کیوں رکھنا چاہتی ہو؟ تمہارے لئے سب کچھ چھوڑ کر کیا میں یہی پاؤنگا؟"
مایا نے کہا ——— "میں اپنے لئے تمہیں سب کچھ چھوڑنے دونگی"
مہندر بول اٹھا ——— "اب یہ تمہارے بس کی بات نہیں رہی۔ چاروں طرف سے، سارا خاندان، ساری دنیا، مجھ سے الگ ہو گئی ہے۔
——— صرف ایک تم ہی ہو مایا ——— مایا ——— ملیا ——— ؟"
یہ کہتے کہتے مہندر لوٹ گیا اور پورے زور سے مایا کے دونوں پاؤں پکڑ کر انھیں بار بار چومنے لگا۔
مایا زبردستی پاؤں چھڑا کر اٹھ کھڑی ہوئی اور بولی ——— "مہندر بابو تم نے کیا اقرار کیا تھا؟ یاد نہیں؟؟"
مہندر نے بڑی مشکل سے خود کو سنبھال کر کہا ——— "یاد ہے میں نے قسم کھائی تھی کہ جو تمہاری مرضی ہوگی وہی ہوگا. میں اس قسم کو نبھانے کے لئے تیار ہوں۔ کہو، کیا کرنا ہوگا؟"
"تم اپنے گھر جا کر رہو؟"
"کیا میں ہی تمہاری نفرت کے قابل ہوں؟ اگر یہی بات ہے تو مجھے یہاں تک اپنے ساتھ گھسیٹ کیوں لائیں۔ جو تمہارے کام کی چیز نہیں اس کا شکار کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ سچ کہنا، کیا میں اپنی مرضی سے تمہارے پاس بندھنے گیا تھا، یا تم ہی نے اپنی مرضی سے مجھے بندھن میں ڈالا ہے؟ کیا تم مجھ سے اسی طرح کھیل کھیلو گی؟ یہ بھی کیا مجھے سہنا پڑے گا اچھا جب بھی میں اپنی بات کو نبھاؤں گا۔ جس گھر کو میں نے خود لات مار کر اپنی جگہ غارت کر دی ہے۔ اسی گھر میں جا کر رہونگا"
مایا فرش پر بیٹھ کر پھر چپ چاپ کشیدہ کاڑھنے لگی۔ مہندر کچھ دیر

تک ایک ٹک نگاہ سے مایا کی طرف دیکھتا رہا اور پھر بول اٹھا ——
"سنگدل، مایا تم بے رحم اور سنگدل ہو! میں انتہائی بد قسمت ہوں کہ تم پر فریفتہ ہوا!"

مایا ڈورا نکالنے میں ایک "بھول" کر کے اسے لیمپ کے پاس لیجا کر بڑی کوشش سے کھولنے لگی مہندر کا دل چاہا کہ مایا کے اس پتھر کے دل کو اپنی سخت مٹھی میں لیکر زور سے مسل ڈالوں! اس سنگدلی اور نفرت کو زور سے دھکا دیکر زور بازو سے پست کر ڈالوں! وہ کمرے سے باہر نکل کر پھر لوٹ آیا، بولا —— "میں نہ رہونگا تم اکیلی رہو گی تو تمہاری حفاظت کون کرے گا؟ تمہیں ڈر نہ لگے گا؟"

مایا نے کہا —— "اس کا تم خوف نہ کرو۔ بوا جی نے تمہاری خادمہ کو جواب دے دیا ہے۔ وہ آج سے میرے یہاں چلی آئی ہے۔ دروازے کا تالا بند کر کے ہم دونوں بے کھٹکے سو رہیں گی۔"

خیالات کی کشمکش سے چھٹکارا پانے کے لئے مہندر جلدی سے مکان سے نکل گیا۔ راستے میں چلتے چلتے اس نے سوچا کہ وہ بھی مایا کی نفرت کے جواب میں بے پروائی دکھائے گا۔ بھلا کبھی کسی مرد کی اتنی بڑی بے عزتی ہوئی ہے؟ —— لیکن اس کی وجہ کیا ہے؟ مجھ سے ایسا برتاؤ کرنے کی ہمت اسے کیونکر ہوئی؟ اس وقت اس کا میرے سوا اور کون مددگار اور سہارا ہے؟ سوچتے سوچتے اسے یاد آگیا —— بہاری ہے! یکایک دم بھر کے لئے اس کے سینے کا سارا خون جیسے جم گیا۔ مایا کو بہاری ہی کا سہارا ہے وہ اسی کو چاہتی ہے۔ سوچتے سوچتے مہندر کو شک ہوا کہ بہاری کے ساتھ مایا کی خط و کتابت ہو رہی ہے۔ اور مایا کو اسی طرف سے آسرا ملا ہے۔

مہندر کے پاؤں بہاری کے گھر کی طرف اٹھ گئے۔ جب بہاری کے مکان

پر پہنچکر مہندر نے دروازہ کھٹکھٹایا تو رات زیادہ نہیں گئی تھی۔ کئی دھکے دینے پر کہار نے دروازہ کھول کر کہا —— "بابو جی گھر میں نہیں ہیں!"
مہندر چونک اٹھا۔ اس نے سوچا —— "اس وقت بہاری ضرور مایا کے پاس گیا ہوگا۔ اسی لئے مایا نے اتنی رات کو بے دردی سے میری ایسی تحقیر کی، اور میں بھی پیٹ کر نکالے ہوئے گدھے کی طرح چلا آیا ہوں!"
اس نے کہار سے پوچھا —— "بجو! بابو گھر سے کب گئے ہیں؟"
بجو نے کہا —— "انھیں یہاں سے گئے چار پانچ دن ہو گئے۔ وہ کہیں مغرب کی طرف گئے ہیں"
یہ سنکر مہندر کی جان میں جان آئی۔ وہ اوپر جا کر بہاری کے کمرے میں کوچ پر آنکھیں بند کر کے لیٹ گیا۔ لیٹتے ہی اسے گہری نیند آ گئی۔
مہندر نے جس رات بہاری کے یہاں آ کر اودھم مچایا تھا۔ اس کے دوسرے ہی دن بہاری یہ فیصلہ کئے بغیر کہ کہاں جانا ہوگا مغرب کی طرف چلا گیا تھا
دوسرے دن جب مہندر بیدار ہوا تو گیارہ بج گئے تھے۔ اٹھتے ہی سامنے کی تپائی پر نظر پڑی۔ دیکھا —— مایا کے ہاتھ کی بہاری کے نام لکھی ہوئی ایک چٹھی پیپرویٹ کے نیچے رکھی ہے۔ مہندر نے جلدی سے اسے اٹھا لیا
چٹھی اسی طرح بند تھی، اس نے کانپتے ہوئے ہاتھ سے چٹھی کھول کر پڑھنا شروع کیا۔ یہی چٹھی مایا نے اپنے گاؤں سے بہاری کو لکھی تھی۔ چٹھی کا ایک ایک لفظ مہندر کو جیسے ڈسنے لگا۔ مہندر خود ملتجی ہو رہا ہے اور بہاری روگرداں ہے، پھر بھی آج مایا نے مہندر کو دھکیل کر اسی بہاری کو پسند کیا ہے۔ مہندر کو بھی مایا نے دو ایک چٹھیاں لکھی ہیں، مگر بہاری کی اس چٹھی کے سامنے وہ بالکل بناوٹی ہیں، بیوقوف کو بہلانے کے کورے بہانے ہیں، سراسر فریب ہیں

مالک کے نہ ہونے پر بھی معمول کے مطابق بھجو چائے بنا لایا اور ناشتے کے لئے بازار سے مٹھائی بھی لے آیا۔ مہندر نے ناشتہ کیا۔ آج غسل کرنا بھول ہی گیا تپتی ہوئی ریت پر جیسے مسافر تیزی سے پاؤں اٹھا اٹھا کر چلتا ہے۔ ویسے ہی مہندر بھی لمحہ بھر بعد مایا کی جلانے والی چٹھی پر نظر دوڑانے لگا۔

"اس چٹھی کو جیب میں رکھ کر شام سے پہلے ہی مہندر مایا کے مکان پر آپہنچا مہندر کا اترا اور مرجھایا ہوا چہرہ دیکھ کر مایا کو ترس آگیا۔ اس نے سمجھا کہ مہندر ساری رات سڑکوں پر مارا مارا پھرتا رہا ہے۔ اس سے پوچھا ——

"کل رات کو گھر نہیں گئے؟"

"نہیں!"

"اور ابھی تک تم نے کچھ کھایا پیا بھی نہیں؟"

یہ کہہ کر وہ اسی وقت کھانے کا بندوبست کرنے کے لئے تیار ہوئی مہندر نے کہا —— "رہنے دو، رہنے دو، میں کھا آیا ہوں۔"

"کہاں"

"بہاری کے گھر پر۔"

لمحہ بھر کے لئے مایا کا چہرہ زرد پڑ گیا۔ گھڑی بھر خاموش رہ کر اس نے خود کو سنبھال لیا اور پوچھا —— "بہاری بابو اچھے تو ہیں؟"

"اچھے ہی ہیں۔ وہ تو مغرب کی طرف چلے گئے۔" یہ بات مہندر نے اس طرح کہی، جیسے بہاری آج ہی باہر گیا ہے مایا کا چہرہ ایک بار پھر اتر گیا اس نے پھر خود کو سنبھال کر کہا —— "ایسے بے چین آدمی تو دیکھے ہی نہیں معلوم ہوتا ہے ہم لوگوں کی سب خبر انھیں ہو گئی۔ کیا وہ بہت ناراض ہو گئے ہیں؟"

"معلوم تو ہوتا ہے، ورنہ ایسی ناقابل برداشت گرمی کے دنوں میں کوئی شوقیہ اجنبی مقامات پر گھومنے جاتا ہے؟"

"انھوں نے کچھ میری بھی بات کی تھی؟"

"بات کرنے کو اور کیا ہے؟ لو بہاری کی چھٹی ہے —— !"

یہ کہکر مہندر نے وہ چھٹی مایا کے ہاتھ میں دیدی اور خود تیز نظر سے اس کے چہرے کی طرف دیکھنے لگا۔ مایا نے فوراً چھٹی دیکھی —— چھٹی کھلی ہوئی ہے۔ لفافے پر اس کے اپنے ہاتھ سے بہاری کا پتہ لکھا ہوا ہے۔ لفافہ سے خط نکالکر دیکھا —— اُسی کے ہاتھ کا لکھا ہوا خط! الٹ پلٹ کر اچھی طرح دیکھا، اس میں کہیں ایک لفظ بھی بہاری کے ہاتھ کا نہ تھا۔ قدرے خاموش رہ کر اس نے کہا —— "تم نے چھٹی پڑھی ہے؟"

مہندر نے جھوٹ بولا —— "نہیں!"

مایا نے خط کے ٹکڑے کر ڈالے اور پھر ان ٹکڑوں کو رتی رتی نوچ کر کھڑکی سے باہر پھینک دیا۔ مہندر نے کہا —— "میں گھر جاتا ہوں"

مایا نے اس کا کوئی جواب نہ دیا۔ مہندر نے پھر کہا —— تمہاری جو خواہش ہوگی، وہی کروں گا۔ سات دن تک اپنے گھر میں رہوں گا۔ کالج جاتے وقت روز آکر نوکرانی کے ذریعے یہاں کا سب بندوبست کر جایا کروں گا تم سے مل کر تمہیں دق نہ کروں گا۔"

مہندر کی کوئی بات مایا کو سنائی دی یا نہیں، یہ نہیں کہا جاسکتا، اس نے کچھ جواب نہ دیا۔ کھلے دروازے سے تاریک آسمان کی طرف دیکھتی رہی۔ مہندر اپنے سامان کی گٹھڑی لے کر چلا گیا ——"

رات کانٹوں کے بستر پر لوٹنے کے بعد صبح سورج کی کرنوں کے کمرے

میں آتے ہی یکایک مایا کو شک ہوا کہ شاید بہاری باہر نہ گیا ہو اور اُسے دھوکا دینے کے لیے مہندر نے جھوٹ کہا ہو؟ اس وقت نوکرانی کو بلا کر کہا —— "اسی وقت بہاری کے گھر جا کر وہاں کا حال لے آ"

گھنٹے بھر بعد نوکرانی نے آکر کہا —— "بہاری بابو کا گھر بالکل بند ہے دروازے پر دھکا دینے پر نوکر نے آ کہا کہ بابو گھر میں نہیں، مغرب کی طرف سیر کو گئے ہیں"

اب مایا کے دل میں کسی قسم کا شک و شبہ نہ رہا ——

۴۱

رات ہی کو مہندر اٹھ کر چلا گیا —— یہ سن کر لکشمی اپنی بہو پر بہت ہی ناراض ہوئی۔ اس نے سمجھا کہ آشا کی بک جھک سے اُکتا کر ہی مہندر چلا گیا ہے اس نے آشا سے پوچھا —— "کل رات مہندر کیوں چلا گیا؟"

آشا نے سر جھکا کر کہا —— "میں نہیں جانتی"

"تم نہیں جانتیں تو اور کون جانے گا؟ اُسے کچھ کہا سنا تھا؟"

"نہیں!"

لکشمی کو اس "نہیں" پر اعتبار نہ آیا۔ ایسا بھی کہیں ہو سکتا ہے؟ اُس نے پوچھا —— "کل کس وقت گیا؟"

مایا نے اور بھی نادم ہو کر کہا —— "یہ بھی نہیں جانتی"

لکشمی نے ڈپٹ کر کہا —— "تم کچھ بھی نہیں جانتیں، ابا لکل ننھی نادان ہو! یہ سب تمہاری چالا کی ہے!"

آشا نے چپ چاپ سر جھکا کر جھڑکی سن لی۔ اور اپنے کمرے میں جا کر رونے لگی۔

شام کے وقت پروہت جی اور ان کی بہن جو ٹونے جادو میں بڑی ماہر
سمجھی جاتی تھی آ پہنچی۔ لکشمی نے پروہت جی سے آشا کی جنم پتری اور ہاتھ
دیکھنے کے لئے اصرار کیا۔ اتنے میں لکشمی کو اپنے کمرے کے ساتھ والے اندھیرے
برآمدے میں کسی کے پاؤں کی دبی ہوئی آہٹ معلوم ہوئی۔ اُسے محسوس ہوا
جیسے کوئی چھپ کر جانے کی کوشش کر رہا ہے۔ اُس نے پکارا — "کون ہے؟"
کچھ جواب نہ مِلا۔ اُس نے پھر پکارا — "ادھر کون جا رہا ہے؟"
تو مہندر چپ چاپ کمرے میں آ پہنچا۔ آشا خوش کیا ہوتی —
مہندر کی ندامت دیکھ کر اس کا دل جیسے ندامت سے بھر گیا۔ اب مہندر کو اپنے
گھر میں چوروں کی طرح آنا پڑتا ہے! ادھر گھر میں پروہت اور اس کی بہن کو
دیکھ کر مہندر دل ہی دل میں چڑ گیا۔ اس کی ماں اور عورت دونوں بیوی کو تاویذوں
کی مدد سے اُسے بس میں کرنے کے لئے ان جاہل نادانوں کے چکر میں پھنس رہی
ہیں۔ اُس نے ماں سے کہا — "ماں، میں ذرا اُوپر جاتا ہوں۔"
ماں نے سوچا — مہندر شاید اُوپر تنہائی میں بہو سے کچھ بات چیت
کرنا چاہتا ہے۔ اُس نے جلدی سے رسوئی گھر میں جا کر آشا سے جو مہندر
کے کھانے کا انتظام کرنے گئی تھی۔ کہا — "جاؤ، جاؤ، ذرا جلد اُوپر
جاؤ۔ مہندر کو شاید کچھ ضرورت ہے۔"
آشا دھڑکتے ہوئے دِل سے شرم سے پاؤں رکھتی اُوپر گئی۔ ساس کی
بات سے وہ سمجھی تھی کہ مہندر نے اُسے بلایا ہے۔ لیکن وہ یکایک کمرے میں
پاؤں نہیں رکھ سکی۔ وہ تاریکی میں دروازے کی آڑ سے اندر جھانکنے لگی۔ مہندر
اس وقت بے دِل و متفکر سا فرش پر تکیے کے سہارے لیٹا ہوا چھت کی کڑیاں
گن رہا تھا وہی مہندر ہے، وہی سب کچھ ہے، لیکن کتنا تغیر آ گیا ہے۔

آشا اندھیرے میں کھڑی ہو کر جتنا مہندر کے متعلق غور کرنے لگی، اتنا ہی اُسے یقین ہونے لگا۔ کہ وہ ابھی بابا کے پاس سے آیا ہے۔ اُس کی آنکھوں میں وہی بابا کی مورتی سمائی ہے۔ اس کے کانوں میں وہی بابا کی آواز گونج رہی ہے۔ اس کے دل میں وہی بابا کی تمنا چھپی ہوئی ہے —— بابا کا مہندر آشا کے نزدیک گویا غیر محرم ہے —— غیر محرم سے بھی زیادہ! وہ کسی بھی طرح کمرے میں نہ جا سکی۔

اتنے میں مہندر کی اچاٹ نظر کڑیوں سے ہٹ کر دیوار پر آئی۔ اس کی نظر کے ساتھ ہی آشا نے بھی دیکھا کہ سامنے دیوار پر مہندر کی تصویر کے پاس آشا کی تصویر بھی لٹکی ہوئی ہے۔ جی چاہا کہ دوڑ کر اس کو آنچل سے چھپا لوں —— کھینچکر باہر پھینک دوں —— !

آخر مہندر کی اُداس اور اچاٹ نگاہ دیوار سے فرش پر آئی۔ آشا ان دنوں اپنی بیوقوفی کو مٹانے کے لئے، شام کے وقت، کام کاج اور ساس کی دیکھ بھال سے فارغ ہو کر رات گئے تک تنہائی میں پڑھا کرتی تھی۔ اس کی کتابیں اور کئی ماہوار رسائل کی فائیلیں ایک طرف رکھی تھیں۔ یکایک اُکتائے ہوئے انداز سے مہندر نے ان میں سے ایک کتاب کھینچ لی۔ اور اُسے اِدھر اُدھر پلٹ کر دیکھنے لگا۔ آشا کا جی چاہا کہ چلاتی ہوئی دوڑ کر جائے اور فوراً کتاب چھین لے۔ جب اُس نے سوچا کہ اُس کے کچے ہاتھ کے حروف پر مہندر کی ناقدانہ نظر پڑے گی تو وہ لمحہ بھر وہاں نہ ٹھہر سکی اور تیزی سے نیچے اُتر گئی۔

مہندر کے لئے کھانا پروسا ہوا رکھا تھا۔ لکشمی سمجھی تھی کہ مہندر اپنی بیوی سے تنہائی میں بات چیت کر رہا ہوگا۔ اسی لئے اُس نے وہاں کھانا لے جا کر خلل انداز ہونا مناسب نہ سمجھا۔ آشا کے نیچے آتے ہی لکشمی نے مہندر کو اطلاع

دی کر کھانا تیار ہے۔ مہندر کھانا کھانے آیا تو آشا نے جلدی سے کمرے
میں جا کر اپنی تصویر اُتار لی۔ اور کونے میں صندوق کے نیچے پھینک دی۔ اور
اپنے پڑھنے کی سب کتابیں بھی وہاں سے اٹھا کر لے گئی۔

کھانا کھانے کے بعد مہندر پھر اپنے سونے کے کمرے میں آ بیٹھا۔ لکشمی نے
اِدھر اُدھر دیکھا، آس پاس کہیں بہو کا پتہ نہ تھا۔ آخر باورچی خانے کے دالان
میں آ کر دیکھا ——— آشا اس کے لئے دودھ گرم کر رہی ہے۔ حقیقت میں
اس کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ کیونکہ جو نوکرانی لکشمی کے لئے دودھ گرم کیا کرتی تھی
وہ پاس ہی کھڑی تھی۔ لکشمی نے کہا ——— "یہ کیا بہو، یہاں کیا کر رہی ہو؟
جاؤ، اوپر جاؤ!"

آشا اوپر جا کر ساس کے کمرے میں بیٹھ رہی۔ لکشمی نے بہو کا یہ برتاؤ
دیکھ کر اُسے ڈانٹ کر کہا ——— "بہو، یہ تمہارا کیا برتاؤ ہے؟ تمہاری
خوش قسمتی سے تمہارا سوامی اگر گھر آیا بھی تو تم اس طرح مُنہ لٹکائے کونے کونے
میں کیوں چھپتی پھرتی ہو؟"

آشا خود ہی کو مجرم جان کر آنکھیں کھائے ہوئے ہاتھی کی طرح اوپر چلی گئی
اور ایک سانس میں کمرے کے اندر جا کھڑی ہوئی۔ دس بج گئے تھے۔ مہندر
بستر کے سامنے کھڑا متفکر انداز سے مسہری کو جھاڑ رہا تھا اور دل
ہی دل میں عہد کر رہا تھا۔ کہ وہ مایا کے اس سلوک کا جواب دیگا۔ جس طرح بھی
ہو وہ اپنے دل کو آشا کی طرف متوجہ کر کے مایا کے اس برتاؤ کا بدلہ چکانے
کی کوشش کرے گا۔

آشا جیسے ہی کمرے میں داخل ہوئی مہندر کا بے دلی سے مسہری جھاڑنا
بند ہو گیا۔ لیکن اب وہ کس لفظ سے، کیا کہہ کر آشا سے گفتگو شروع کرے ———

—— یہ ایک مشکل مسئلہ درپیش آگیا۔ بڑی کوشش سے خشک ہنسی ہنس کر جو بات منہ میں آئی کہہ گیا "دیکھتا ہوں، تم نے بھی میری طرح پڑھنے میں دل لگایا ہے! ابھی میں نے یہاں جو کتابیں اور رسائل دیکھے تھے وہ سب کہاں چلے گئے؟"

بات صرف بے تکی یا بیگار ٹالنے کے انداز ہی کی نہ تھی۔ اس سے مہندر نے آشا کے دل پر گہری چوٹ پہنچائی۔ خود مہندر نے محسوس کیا کہ بات جس طرح کہنا چاہیے تھی نہیں کہی گئی۔ وہ پھر اسی طرح سہری کو جھاڑنے لگا۔ اور خیالات میں کھو گیا۔ یکایک ایک ہلکی سی آواز سن کر اس نے گھوم کر دیکھا —— آشا ابھی تک کمرے میں تھی۔

دوسرے دن صبح مہندر نے ماں سے کہا —— "لکھنے پڑھنے کے لئے مجھے ایک الگ کمرہ چاہیے۔ چاچی جی جس گھر میں رہتی تھیں، اسی گھر میں رہوں گا۔"

ماں خوش ہو گئی۔ جب تو مہندر گھر ہی میں رہیگا! شاید بہو کے ساتھ میل ملاپ ہو گیا! میری بہو بڑی سلیقہ شعار اور سمجھ دار ہے، مہندر اسے کبھی نہیں چھوڑ سکتا۔ وہ جلدی سے بولی "اچھا بیٹا، میں اس گھر کو ٹھیک کروائے دیتی ہوں۔"

اس کے بعد اس نے فوراً آنچل سے چابی کھول کر ساتھ کا مکان کھلوا دیا اور اس کی صفائی کی دھوم مچا دی حکم ہونے لگا —— "جاؤ بہو! ایک صاف جازم نکال لاؤ، اس گھر میں میز نہیں۔ یہاں ایک میز لگوا دینا ہوگی، اس دیئے سے یہاں کا کام نہیں چلے گا، اوپر سے لیمپ بھجوا دو —— وغیرہ وغیرہ

اس طرح ساس بہو دونوں نے مل کر اپنے گھر کے "راج ادھیراج" کے لئے ان پورنا کے گھر میں "راج آسن" (تخت شاہی) تیار کر دیا۔ مہندر نے ان دو "خاداؤں" کی طرف ذرا بھی دھیان نہیں دیا۔ وہ اپنی کتابیں اور ضروری سامان لیکر نئے گھر میں جا بیٹھا۔ اور لمحہ بھر وقت ضائع کئے بغیر پڑھنے میں مستغرق ہو گیا۔

شام کو کھانا کھانے کے بعد مہندر پھر پڑھنے بیٹھ گیا۔ کوئی یہ نہ سمجھ سکا کہ وہ اپنے پہلے کمرے میں سوئے گا یا نیچے؟ لکشمی نے بڑی کوشش اور محنت سے آشا کا بناؤ سنگار کر کے کہا —— "جاؤ تو بہو، مہندر سے پوچھ آؤ۔ اس کا بستر کہاں بچھے گا؟"

آشا ڈرتی ہوئی نیم جان سی مہندر کے کمرے میں داخل ہوئی۔ مہندر نے پاؤں کی آہٹ سن کر سر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا، کتاب دیکھتے دیکھتے ہی کہہ دیا —— "ابھی مجھے دیر ہے —— کل صبح بھی اٹھکر پڑھنا ہے گا —— میں نہیں سوؤں گا۔"

کمرے سے باہر نکلتے ہی لکشمی نے خشک اور تیز لہجے میں پوچھا "کیوں، کیا ہوا؟"

آشا نے آہستہ سے کہا —— "وہ ابھی پڑھ رہے ہیں، نیچے ہی سوئیں گے۔"

یہ کہکر وہ اپنی خوابگاہ میں آکر لیٹ گئی۔ اُسے کسی پہلو کل نہیں پڑتی تھی۔ ساری جگہ اس کے لئے دوپہر کی تپتی ہوئی ریت کی طرح جسم سوز ہو رہی تھی۔ تھوڑی دیر اور گذرنے پر کسی نے بند دروازے پر دھکا دے کر کہا —— "بہو، دروازہ کھول!"

آشا نے جلدی سے اٹھ کر کواڑ کھول دیئے۔ لکشمی اوپر آنے کے باعث

تھک کر ہانپ رہی تھی۔ سانس لینے میں اُسے دِقت محسوس ہو رہی تھی۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی وہ بستر پر بیٹھ گئی۔ اور قدرے دم لیکر بھرائی ہوئی آواز میں بولی ـــــ "بہو تمہارے یہ کیسے ڈھنگ ہیں؟ اوپر آکر دروازہ بند کرکے لیٹ گئی ہو! تم نہیں سمجھتیں کہ یہ وقت بگڑنے اور لڑنے کا نہیں۔ اِتنا دُکھ جھیل کر بھی تمہیں سمجھ نہیں آئی! جاؤ نیچے جاؤ!!"

آشا نے آہستہ سے کہا ـــــ "اُنہوں نے اکیلے رہنے کیلئے کہا ہے"

"انہوں نے کہا اور تم نے مان لیا۔ غصّے میں آدمی نہ جانے کیا کہہ ڈالتا ہے اس پر کیا یوں بگڑ بیٹھنا چاہیئے؟ اِتنے غرور سے کام نہیں چل سکتا، جاؤ، جلدی جاؤ!"

آشا مجبور ہو کر پھر مہندر کے کمرے میں پہنچی۔ مہندر کے سامنے میز پر کتاب کھلی پڑی تھی۔ اور وہ میز پر دونوں پیر پھیلائے کرسی کی پُشت پر سر جھکائے نہایت محویت کے عالم میں نہ جانے کیا سوچ رہا تھا۔ آہٹ سُن کر وہ چونک پڑا اور گھوم کر دیکھنے لگا۔ اُسے یکایک ایسا شبہ ہوا جیسے وہ جس دیوی کے دھیان میں ڈوبا ہوا تھا وہی اُسے وردان دینے کے لئے آگئی ہے۔ لیکن آشا کو دیکھ کر جیسے اس کا دِل بُجھ سا گیا۔ پیر میز سے اتار کر اُس نے کھلی ہوئی کتاب ہاتھ میں لے لی۔

آشا مہندر کے سامنے آکر خاموش کھڑی ہو گئی۔ اب مہندر سے پڑھنے کا فریب نہ رچایا جا سکا۔ اُس نے آنکھ اُٹھا کر آشا کی طرف دیکھا۔ آشا نے آہستہ سے کہا ـــــ "ماں کی سانس پھول رہی ہے۔ تم ذرا چل کر دیکھ لو تو اچھا ہے۔"

مہندر نے پوچھا ـــــ "وہ کہاں ہیں؟"

"اپنے سونے کے کمرے میں ہیں، اُن سے سویا نہیں جاتا۔"
"تو چلو، اُنہیں دیکھ آئیں۔"
بہت دِنوں کے بعد آشا سے اِتنی باتیں ہو جانے سے مہندر کو اپنے دِل کا بوجھ کچھ ہلکا معلوم ہُوا۔ خاموشی۔ قلعے کی ناقابل شکست و عبور دیوار کی طرح، دونوں کے درمیان اپنی سیاہ چادر پھیلائے کھڑی تھی۔ مہندر کے پاس اسے توڑنے کا کوئی ہتھیار نہ تھا ـــــــ اسی دوران میں گویا آشا نے اپنے ہاتھ سے اُس قلعے کی چھوٹی سی کھڑکی کھول دی۔
لکشمی کی خوابگاہ کے دروازے پر آشا باہر کھڑی رہی۔ مہندر اندر گیا۔ مہندر کو بے وقت کمرے میں آتے دیکھ کر لکشمی ڈر گئی۔ اُس نے سمجھا، شاید آشا سے پھر کچھ لڑائی جھگڑا ہو گیا ہے۔ اُس نے پوچھا ـــــــ "مہندر، ابھی تک سویا نہیں؟"
مہندر نے کہا ـــــــ "ماں، کیا تمہاری سانس زیادہ پھُول رہی ہے؟"
لکشمی نے خود کو سنبھال کر کہا ـــــــ "جا، تُو جا کر آرام کر، مجھے تو روز کا مرض ہے۔"
"نہیں ماں ایک بار اچھی طرح دیکھ لینا بہتر ہوگا۔ یہ مرض معمولی نہیں۔"
"اچھی طرح دیکھنے اور معائنہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ میری یہ بیماری اچھی ہونے والی نہیں۔"
"اچھا، آج رات بھر کے لئے ایک خواب آور دوا دیتا ہُوں کل اچھی طرح دیکھا جائے گا۔"
"بہت سی دوائیں کھا چکی ہوں، دوا سے مجھے کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ مہندر بہت رات ہو گئی ہے، اب جا کر سو جا۔"

"تمہاری طبیعت ذرا ٹھیک ہو جائے تو جاؤں گا۔"

اب لکشمی نے دروازے کی آڑ میں کھڑی بہو کو مخاطب کر کے کہا "بہو، تم اتنی رات کو مہندر کو دق کرنے کے لئے یہاں کیوں لے آئی ہو؟"

آشا نے کمرے میں آ کر مہندر سے کہا ——— "جاؤ، تم سونے کے لیے جاؤ، میں ماں کے پاس رہوں گی۔"

مہندر نے آشا کو آڑ میں لے جا کر کہا ——— "میں ایک ڈرامنگا دیتا ہوں شیشی میں دوا ونس دوا ہوگی۔ ایک اونس دوا پلانے پر نیند نہ آئے تو ایک گھنٹے بعد باقی دوا بھی پلا دینا۔ رات کو ذرا طبیعت بے چین ہو، تو مجھے ضرور خبر دینا۔"

یہ کہہ کر مہندر اپنے نئے گھر میں چلا گیا۔ آشا آج جس صورت میں مہندر کو دکھائی دی وہ مورتی مہندر کے لئے نئی تھی۔ اس آشا میں شرم اور جھجک نہیں، عاجزی نہیں، یہ آشا اپنے حقوق کو اپنے ہاتھ میں لئے ہوئے ہے۔

لکشمی یہ سوچ کر بہو پر دل ہی دل میں بہت خوش ہوئی کہ بہو کو میرا اتنا خیال ہے، وہ میری تکلیف نہ دیکھ سکی مہندر کو بلا لائی۔ لیکن منہ سے اس نے کہا ——— "بہو، میں نے تو تمہیں سونے کے لئے بھیجا تھا۔ تم وہاں سے مہندر کو کیوں گھسیٹ لائیں؟"

آشا نے اس کا کوئی جواب نہ دیا۔ پنکھا ہاتھ میں لے کر ان کے پیچھے بیٹھ کر ہوا کرنے لگی۔

لکشمی نے کہا ——— "جاؤ بہو، سونے کے لئے جاؤ۔"

آشا نے نرمی سے کہا ——— "وہ مجھے یہیں بیٹھنے کے لئے کہہ گئے ہیں۔"

آشا جانتی تھی کہ اس خبر سے لکشمی خوش ہو گی کہ مہندر ماں سے ماں کی خدمت میں لگا گیا ہے ——— !

(۴۳)

لکشمی نے جب صاف طور پر اچھی طرح دیکھ لیا کہ آشا مہندر کے دل کو بہلا کر اپنے قابو میں نہیں رکھ سکتی تو سوچا ——— کم سے کم میری بیماری ہی کے باعث اگر مہندر کو گھر میں رہنا پڑے تو بھی اچھا ہے۔ اب لکشمی کو یہ خوف ہوا کہ کہیں میری بیماری ایک دم اچھی نہ ہو جائے! اسی خوف سے وہ دوا کو آشا سے چھپا کر ادھر اُدھر پھینک دینے لگی۔

مہندر کا جی اچاٹ تھا۔ وہ لکشمی کی حالت پر زیادہ نگاہ نہ رکھ سکتا تھا۔ لیکن آشا نے دیکھا۔ کہ ساس کی بیماری کسی طرح کم نہیں ہوتی بلکہ بڑھتی ہی جاتی ہے۔ وہ سوچنے لگی کہ مہندر اچھی طرح سوچ وچار کر دوا نہیں دیتے۔

ایک دن شام کے وقت تکلیف زیادہ بڑھ جانے پر لکشمی کو بہاری کی یاد آئی۔ بہاری کئی دنوں سے نہیں آیا۔ یہ سوچ کر اُس نے آشا سے کہا

"بہو، تم جانتی ہو آج کل بہاری کہاں ہے؟"

آشا نے سمجھ لیا کہ ہمیشہ سے بیماری اور تکلیف کے وقت بہاری ہی ان کی دیکھ بھال کرتا آیا ہے۔ اسلئے تکلیف میں بہاری کی یاد آئی ہے۔ اس کے دل سے ایک لمبی سانس نکل پڑی۔

لکشمی نے کہا ——— "معلوم ہوتا ہے۔ مہندر نے بہاری سے لڑائی کر لی ہے۔ یہ مہندر نے بہت برا کیا۔ اُسے بہاری ایسا خیر خواہ اور ہمدرد دوست مل نہیں سکتا ———"

یہ کہتے کہتے اس کی دونوں آنکھیں چھلک آئیں۔ آہستہ آہستہ آشا کو

بھی بہت سی باتیں یاد آگئیں۔ موقع موقع پر بہاری نے نادان آشا کو خبردار کرنے کی کئی کوششیں کی تھیں۔ انھیں کوششوں کے باعث وہ آہستہ آہستہ آشا کے دل سے اُترتا گیا تھا۔

تھوڑی دیر متفکر انداز سے خاموش رہ کر یکایک پھر لکشمی نے کہا ——

"بہو، اگر بہاری یہاں رہتا تو یہ نوبت نہ آنے پاتی۔ اس بُرے وقت میں وہ ہماری حفاظت کر سکتا تھا"

آشا چپ چاپ بیٹھی سوچتی رہی۔ لکشمی نے ایک سانس لیکر کہا —— "اگر بہاری کو میری بیماری کی خبر مل جائے تو وہ آئے بغیر نہیں رہ سکتا"

آشا نے سمجھا —— لکشمی کی خواہش ہے کہ بہاری کو خبر دی جائے بہاری کے بغیر وہ تندرست نہیں ہو سکتیں۔

کمرے کا لیمپ بجھا کر چاندنی میں دروازے کے پاس مہندر چپ چاپ کھڑا تھا —— پڑھنے میں اس کا جی نہیں لگتا تھا۔ گھر میں بھی کوئی راحت نہ تھی۔ ماں اور آشا سے ملنا اس کے لیے ناقابلِ برداشت سے ہو رہا تھا۔ اُس نے پختہ عہد کیا تھا کہ کم سے کم سات دن تک تو مایا سے بالکل نہ ملے گا اس عہد کے پورا ہونے میں ابھی دو دن اور باقی تھے۔ یہ دو دن کس طرح کٹیں گے؟

پیچھے پاؤں کی آہٹ سن کر وہ سمجھ گیا کہ آشا آئی ہے، پھر بھی وہ اس انداز سے، جیسے سُنا ہی نہیں، چپ چاپ مُنہ دوسری طرف کئے کھڑا رہا۔ آشا سب ڈھنگ سمجھ گئی۔ جب بھی لوٹی نہیں، پیچھے کھڑی ہو کر بولی —— "ایک بات ہے، وہ کہکر جاتی ہوں"

مہندر نے گھوم کر کہا — "جاؤ گی کیوں، ذرا بیٹھ ہی نہ جاؤ!"
آشا نے اس انسانیت پر دھیان نہ دے کر کھڑے ہی کہا — "بہاری بابو کو ماں کی بیماری کی خبر دینا مناسب ہے۔"
بہاری کا نام سنتے ہی مہندر کے دل میں چوٹ لگی۔ اس نے خود کو سنبھال کر کہا — "کیوں مناسب ہے؟ کیا تمہیں میرے علاج پر یقین نہیں آتا؟"
آشا کے دل میں یہ خیال جم گیا تھا کہ مہندر اچھی طرح دل لگا کر غور سے مریضہ کو نہیں دیکھتا، پوری پوری کوشش نہیں کرتا۔ اس لیے اس کے منہ سے نکل گیا — "کہاں! ماں کی بیماری تو روز بروز بڑھتی جاتی ہے!"
اس عام اور سیدھی سادی بات کے اندر کی گرمی مہندر سے پوشیدہ نہ رہی۔ ایسی سخت جھڑکی تو بیوقوف آشا نے آج تک کبھی نہیں دی! مہندر نے تحیر آمیز ناراضگی سے کہا — "اب تو شاید مجھے تم سے ڈاکٹری سیکھنا پڑے گی!"
آشا تیز لہجے میں کہہ اٹھی — "ڈاکٹری تو نہیں، مگر ماں کی خدمت کرنا سیکھ سکتے ہو۔"
آشا سے ایسا جواب پا کر مہندر کے تحیر کی کوئی حد نہ رہی۔ اس سے مہندر جیسے اور بھی چڑ گیا۔ اور آشا کے جلال کا جواب دینے کے لئے، چٹکی لیتے ہوئے کہا — "تمہارے بہاری بابو کو میں نے اس گھر میں آنے کے لئے کیوں منع کیا ہے — یہ تو تم جانتی ہی ہو۔ معلوم ہوتا ہے۔ پھر اُن کی یاد آ گئی ہے۔"
آشا تیزی سے اس کے کمرے سے نکل گئی۔ جیسے شرم و حیا کی آندھی

اُسے اُڑا لے گئی۔ شرم اُسے اپنے لئے نہ تھی۔ بلکہ جو آدمی خود جرم و گناہ میں سراسر غرق ہے۔ وہ بھی ایسی بے حیائی کی بات زبان پر لا سکتا ہے ــــــ اس کے لئے تھی۔ ایسی بڑی بے شرمی تو شرم و حیا کے پہاڑوں سے بھی نہ ڈھکی جا سکے گی!"

آشا کے جاتے ہی مہندر کو پورے طور پر اپنی شکست معلوم ہوئی۔ اس سے پہلے، اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔ کہ آشا کبھی، کسی حالت میں اس طرح اُسے دھتکار سکتی ہے۔ اتنے دن کے بعد مہندر کو کھٹکا ہوا کہ آشا کی یہ مایوسی اور غم کہیں نفرت میں نہ بدل جائے۔

اُدھر بہاری کی یاد آتے ہی مایا کی فکر نے مہندر کو بےچین کر دیا۔ کون جانے بہاری مغرب سے واپس آیا ہے یا نہیں۔ اس دوران میں مایا اس کا پتہ بھی معلوم کر سکتی ہے۔ مایا سے بہاری کی ملاقات ہونا بھی ناممکن نہیں۔ اب مہندر کو اپنا عہد پورا کرنا دشوار ہو گیا۔

رات کو لکشمی کی تکلیف اور بھی بڑھ گئی۔ اس سے رہا نہیں گیا ــــــ اس نے خود آدمی بھیجکر مہندر کو بلایا۔ مہندر کے آنے پر لکشمی نے بڑی مشکل سے بول کر کہا ــــــ "مہندر، بہاری کو دیکھنے کی مجھے بڑی تمنا ہے، بہت دنوں سے آیا نہیں!"

آشا ساس کو پنکھا جھل رہی تھی۔ وہ چُپ چاپ سر جھکائے بیٹھی رہی، مہندر نے کہا ــــــ "بہاری یہاں نہیں ہے۔ مغرب کی طرف سیر کو گیا ہے۔"

لکشمی نے کہا ــــــ "میرا دل کہتا ہے کہ وہ یہیں ہے۔ تجھ پر ناراض ہے۔ اسی لئے نہیں آتا۔ تجھے میری قسم، کل ایک بار تو اس کے گھر جا۔"

مہندر نے کہا ——— "اچھا جاؤں گا"
آج ہر ایک بہاری ہی کو بُلاتا ہے، پُکارتا ہے! مہندر کو محسوس ہوا کہ ساری دُنیا نے مجھے چھوڑ دیا ہے۔

۴۴

دوسرے دِن صبح سویرے ہی مہندر بہاری کے گھر پہنچا۔ دیکھا دروازے کے پاس بہت سی بیل گاڑیوں پر نوکر اور مزدور سامان لاد رہے ہیں۔ اُس نے بھجو سے پوچھا ——— "معاملہ کیا ہے؟"

بھجو نے کہا ——— "بابو نے گنگا کے کنارے بستی پر ایک باغ لیا ہے۔ وہیں سب اسباب جا رہا ہے۔"

مہندر نے پوچھا ——— "بابو گھر میں ہیں؟"

بھجو نے کہا ——— "وہ صرف دو دن کلکتے میں رہ کر کل باغ چلے گئے ہیں۔"

یہ سُنتے ہی مہندر کے دل میں شک کے سانپ نے سر اُٹھایا۔ وہ موجود نہ تھا۔ اس دوران میں بلا شبہ بہاری اور بنودنی سے ملاقات ہوئی ہے۔ اُس نے چشمِ تصور سے دیکھا کہ اس وقت بنودنی کے دروازے پر بیل گاڑیوں پر اسباب لادا جا رہا ہے۔ اُسے یقینی طور پر معلوم ہوا کہ اسی لئے بہاری نے مجھ بیوقوف کو اپنے مکان سے اتنی دور بھیج دیا ہے۔
لمحہ بھر دیر کئے بغیر مہندر اپنی گاڑی پر سوار ہو کر بنودنی کے دروازے کے سامنے جا پہنچا۔ وہاں سفر کی کوئی تیاری نہ تھی۔ اُسے خوف ہوا مبادا یہ کام پہلے ہی کیا جا چکا ہو۔ زور سے دروازے کو دھکا دیا۔ اندر سے بڑھا نوکر نے دروازہ کھولا۔ دروازہ کھولتے ہی مہندر نے پوچھا ——— "گھر میں

سب خیریت ہے نا؟"

"جی ہاں، سب خیریت ہے۔"

مہندر نے اوپر جا کر دیکھا، مایا غسل کے لئے گئی ہے، وہ خوابگاہ میں جا کر، رات مایا جس بستر پر لیٹی تھی ——— اُس پر لیٹ گیا۔ اُس نے اس نرم بستر کو دونوں ہاتھوں سے سمیٹ کر سینے کے نیچے دبا لیا۔ اور اُسے سونگھ کر، اُس پر منہ رکھ کر بار بار کہنے لگا ——— "بے رحم! بے رحم!"

اس طرح دل کا بخار نکال لینے کے بعد وہ بیٹھ کر مایا کے آنے کا انتظار کرنے لگا۔ بیٹھا نہ گیا تو اُٹھ کر اِدھر اُدھر ٹہلنے لگا۔ ٹہلتے ٹہلتے اس کی نظر بستر کے نیچے ایک اخبار پر پڑی۔ اُس نے یونہی بے دلی سے اخبار اُٹھا لیا۔ اخبار اُٹھاتے ہی اس کی نظر بہاری کے نام پر پڑی۔ لکھا تھا ——— "کم تنخواہ پانے والے کلرک لوگ جب بیمار پڑ جاتے ہیں تو انہیں بڑی تکلیف اُٹھانا پڑتی ہے۔ ان لوگوں کا مفت علاج اور دیکھ بھال کرنے کے لئے بہاری بابو نے گنگا کے کنارے رہنے پر ایک باغ لیا ہے۔ اور اس وقت وہاں ایک ساتھ پانچ آدمیوں کی رہائش کا پورا انتظام ہے ——— وغیرہ

مہندر نے سوچا ——— مایا نے یہ خبر ضرور پڑھی ہے۔ پڑھ کر اس کے دل میں کیا جذبات پیدا ہوئے ہونگے۔ ضرور وہ اس جانب کھنچی ہوگی۔

مایا کے پاؤں کی آہٹ سُنکر مہندر نے جلدی سے اخبار لپیٹ کر اپنے نیچے رکھ لیا۔ مایا کمرے میں داخل ہوئی تو مہندر اس کے چہرے کی طرف دیکھ کر متحیر رہ گیا۔ اس میں ایک قسم کا حسین تغیر آگیا تھا۔ وہ جیسے گذشتہ کئی دنوں سے آگ جلا کر تپسیا کر رہی تھی۔ اس کا جسم دُبلا پتلا ہو گیا تھا۔ اور اس دُبلے پن کے باعث اُسکے خشک چہرے پر گویا ایک قسم کا جلال جھلک رہا تھا

مایا نے بہاری کے جواب کی اُمید ترک کر دی تھی۔ اس نے تصور سے اپنے متعلق بہاری کی نفرت کا اندازہ لگا لیا تھا ——— اور اس نفرت کی آگ میں دن رات چپ چاپ جل رہی تھی۔ اُس نے اچھی طرح سوچ سمجھ لیا تھا کہ اب وہ مہندر کو کسی طرح اپنے سے دُور نہیں رکھ سکے گی۔ اس چھوٹے سے گھر میں مہندر روز آئیگا۔ اور اس کے بالکل قریب اس کے سامنے بیٹھے گا ——— اور روز بروز آہستہ آہستہ اسکی طرف زیادہ سے زیادہ کھنچتا جائیگا۔ ایک تو اپنا دل مضطرب ہے۔ اس پر اس چھوٹے سے تنگ مکان میں قیدی کی طرح رہنا ہے۔ اور اس پر بھی مہندر کی ہوس کی لہروں سے دن رات ٹکرانا ہے ——— اس تصور ہی سے مایا کا دل خوف سے لرز اُٹھتا تھا! وہ کب اِن مصیبتوں سے چھٹکارا پائے گی؟

مایا کے اس کمزور زرد چہرے کو دیکھ کر مہندر کے دل میں رشک کی آگ بھڑک اُٹھی۔ کیا اس میں کوئی ایسی طاقت نہیں، جس سے وہ اس کے دل سے بہاری کا خیال باہر نکال دے؟ اب وہ لمحہ بھر بھی مایا کو اپنی آنکھوں سے دُور نہیں رکھ سکتا!

مہندر نے سنسکرت ادب میں پڑھا تھا کہ ہجر کی آگ سے حسینہ کا رنگ اور بھی نکھر آتا ہے۔ آج مایا کو دیکھ وہ اس کا جتنا احساس کرنے لگا اس کا دِل اُتنا ہی راحت آمیز دُکھ کے تیز طوفان میں ہچکولے کھانے لگا۔

مایا نے دم بھر خاموش رہ کر پوچھا۔ "تم کیا چائے پینے آئے ہو؟"

مہندر نے کہا ——— "فرض کر لو کہ پی کر آیا ہوں۔ لیکن اس وجہ سے تم اپنے ہاتھ سے ایک پیالہ اور بنا کر پلانے سے گریز نہ کرنا۔"

بابا نے شاید جان بوجھ کر مہندر کی اس امنگ پر یکایک چوٹ پہنچائی
کہا ——— "تمہیں کچھ خبر ملی بہاری بابو آجکل کہاں ہیں ؟"

دم بھر میں مہندر کا چہرہ اُتر گیا۔ اس نے کہا ——— "وہ تو اسوقت کلکتے میں نہیں ہے"

"اُن کا پتہ کیا ہے ؟"

"یہ تو وہ کسی کو بتانا نہیں چاہتا"

"کھوج کر کے کیا پتہ نہیں لگایا جا سکتا ؟"

"مجھے تو اس کی کوئی ایسی ضرورت نہیں معلوم ہوتی"

"ضرورت ہی کیا سب کچھ ہے ؟ بچپن کی دوستی کچھ بھی نہیں ؟"

"بیشک بہاری میرا بچپن کا دوست ہے، مگر تمہارے ساتھ تو اس کی دو ہی دن کی دوستی ہے۔ پھر بھی اس کی خبر کے لئے، اس کا پتہ معلوم کرنے کے لئے، تمہیں ہی زیادہ اشتیاق معلوم ہوتا ہے، تمہیں ہی زیادہ فکر معلوم ہوتی ہے"

"یہ دیکھ کر تمہیں شرم آنی چاہیئے۔ دوستی کس طرح کی جاتی ہے۔ یہ تم اپنے بہاری ایسے دوست سے بھی نہ سیکھ سکے!"

"اس کا مجھے اتنا دُکھ نہیں۔ دُکھ تو مجھے اس بات کا ہے کہ دھوکا دیکر عورتوں کا دل کس طرح قابو میں کر لیا جاتا ہے، یہ فن میں اُس سے نہ سیکھ سکا۔ اگر یہ فن سیکھ لیا ہوتا تو آج کام آسکتا تھا"

"یہ فن صرف خواہش کرنے ہی سے نہیں سیکھا جا سکتا۔ اِسے سیکھنے کے لیئے لیاقت چاہیئے"

"گورودیو کا پتہ اگر تمہیں معلوم ہو تو بتا دو۔ اس عمر میں ایک بار اُن کے

پاس جا کر سبق لے آؤں۔ اس کے بعد لیاقت کی جانچ ہوگی۔"

"اگر تم اپنے دوست کا پتہ نہ لگا سکو ——— ٹھکانا نہ جان سکو تو اب میرے سامنے محبت کا نام نہ لینا۔ بہاری بابو سے تم نے جیسا سلوک کیا ہے۔ اُسے دیکھ کر تم پر کون اعتبار کر سکتا ہے؟"

"اگر تم مجھ پر کامل طور پر اعتبار نہ کریں تو میری اس طرح اور اس حد تک تحقیر نہ کر سکتیں۔ میری محبت کے بارے میں اگر تم اتنی پُر یقین نہ ہوتیں تو شاید مجھے بھی اتنا دُکھ نہ اُٹھانا پڑتا۔ بہاری بندھن میں نہ پھنسنے کا فن جانتا ہے۔ وہ فن اگر وہ اس بدقسمت دوست کو بھی سکھا دیتا تو یقیناً حق دوستی ادا کرتا!"

"بہاری بابو انسان ہیں، اسی لئے وہ بندھنوں میں نہیں پھنستے۔" اتنا کہکر مایا اپنے کھلے ہوئے بالوں کو پشت پر پھیلا کر دروازے کے پاس جس طرح کھڑی تھی اُسی طرح کھڑی رہی۔ مہندر یکایک اُٹھ کر کھڑا ہو گیا اور دونوں مٹھیاں بھینچ کر غصے سے گرج کر بولا ——— "کیوں تم بار بار اس طرح میری بے عزتی کرنے کی جرأت کرتی ہو؟ اگر تم مجھے انسان نہیں، حیوان ہی سمجھتی ہو تو خوب حیوان ہی سمجھنا! مجھے ایسا بزدل اور نامرد نہ سمجھنا کہ یوں ہی مار کھاتا رہوں گا اور چوٹ نہ کروں گا؟"

یہ کہکر وہ چند منٹ تک مایا کے چہرے کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر بولا ———

——— "مایا، یہاں سے اور کہیں چلو۔ مغرب میں یا پہاڑ پر، جہاں تمہاری مرضی ہو چلو۔ یہاں زندہ رہنے کی کوئی صورت نہیں، میں مرا جا رہا ہوں۔"

مایا نے کہا ——— "چلو ابھی چلو، مغرب کی طرف چلیں۔"

"مغرب کی طرف کہاں چلو گی؟"

"کہیں بھی نہیں۔ ایک جگہ نہیں ٹھہرونگی ——— گھومتی پھروں گی۔"

"یہی اچھا ہے، آج ہی رات کو چلو۔"

۴۵

بیماری کی خبر لے کر مہندر آتا ہی ہوگا — یہ سمجھ کر گھر میں اس کے لئے رسوئی تیار رہی۔ جب بہت دیر ہو گئی اور مہندر لوٹ کر گھر نہ آیا۔ تو بیماری سے بے چین لکشمی اور بھی گھبرانے لگی۔ ساری رات نیند نہ آنے کے باعث ایک تو وہ پہلے ہی سست اور مرجھائی ہوئی تھی، اس پر مہندر کی فکر نے اور بھی تکلیف پہنچانے لگی۔ آشا نے اصطبل میں نوکر بھیجا۔ معلوم ہوا کہ گاڑی واپس آگئی ہے۔ کوچوان سے خبر ملی کہ مہندر بہاری کے گھر ہو کر پٹل ڈانگے کے ڈیرے پر آگیا ہے۔ لکشمی یہ سن کر دیوار کی طرف منہ پھیر کر چپ چاپ سو رہی آشا اس کے سرہانے تصویر کی مانند بے حس و حرکت بیٹھی رہی۔

جب دو بجے تو آشا نے کہا — "ماں! دوا کھانے کا وقت ہو گیا!"
لکشمی نے کوئی جواب نہ دیا۔ جب آشا دوا لانے کے لئے اٹھی تو لکشمی نے کہا "دوا کی کوئی ضرورت نہیں بہو، تم جاؤ۔"
آشا کا دل بھرا ہوا تھا۔ اس سے برداشت نہ ہو سکا اور وہ سسک سسک کر رونے لگی۔ لکشمی نے آہستہ سے اس طرف کروٹ بدلی اور اس کے سر اور پشت پر محبت اور شفقت سے ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا — "بہو، ابھی تمہاری عمر بہت کم ہے۔ ابھی تم کو راحت و آرام کا منہ دیکھنے کے لئے وقت ہے۔ میرے لئے اب تم کچھ فکر نہ کرو اور دوڑ دھوپ نہ کرو بیٹی — میری بہت عمر ہوئی۔ اب زندہ رہ کر کیا کروں گی!"
لکشمی کی باتوں سے آشا کا رونا اور بھی تیز ہو گیا۔ اس نے آنچل سے

مُنہ بند کر لیا ـــــــ اسی طرح وہ اداس دن آہستہ آہستہ گزر گیا۔

شام ہو گئی، مہندر کے آنے کی اُمید چراغ صبحدم کی طرح دم توڑنے لگی۔ آشا چپ چاپ اُٹھ کر لیمپ جلا لائی۔ لکشمی نے کہا ـــــــ "بہو، روشنی اچھی نہیں لگتی۔ لیمپ باہر رکھ دو۔"

آشا لیمپ اٹھا کر باہر رکھ آئی۔ تاریکی ـــــــ جب انتہائی گہری ہو کر اُس چھوٹے سے کمرے میں باہر کی بے رونق تاریکی کو لے آئی۔ تو آشا نے آہستہ سے پوچھا ـــــــ "ماں، کیا ان کے پاس آدمی بھیجکر اطلاع دوں!"

ماں نے پُر جوش لہجے میں کہا ـــــــ "نہیں بہو، نہیں میری قسم، مہندر کو اطلاع نہ دینا۔"

اِتنے میں نوکر نے آکر کہا ـــــــ "بابو کے پاس چٹھی آئی ہے۔"

لکشمی نے یہ سوچکر کہ کہیں اچانک مہندر بیمار نہ ہو گیا ہو۔ تڑپ کر کہا۔

"دیکھو تو بہو، مہندر نے کیا لکھا ہے"؟

آشا باہر لیمپ کے پاس جا کر کانپتے ہوئے ہاتھ سے چٹھی پڑھنے لگی۔ مہندر نے لکھا تھا کہ کچھ دنوں سے یہاں جی نہیں لگتا، اسی لئے آج وہ مغرب کی طرف گھومنے جا رہا ہے۔ ماں کی بیماری کے متعلق زیادہ فکر کی کوئی وجہ نہیں اُنہیں وقتاً فوقتاً دیکھتے رہنے کے لئے اس نے اپنے ایک ڈاکٹر دوست سے کہہ دیا ہے۔ خط میں دوا اور پرہیز کے متعلق چند ہدایات بھی لکھدی تھیں آخر میں لکھا تھا کہ جب تک کوئی دوسرا پتہ نہ لکھا جائے۔ اُس وقت تک پٹنہ کے پوسٹ ماسٹر کی معرفت خط بھیجکر ماں کی طبیعت کا حال ضرور جتاتی رہنا۔

یہ خط پڑھکر آشا سناٹے میں آگئی۔ یہ بے رحمانہ بات ـــــــ یہ چوٹ پہنچانے والی چٹھی وہ ساس کو کیسے سنائے گی!

آشا کی اس تاخیر سے لکشمی اور بھی مضطرب ہو اُٹھی "ہُو، مہندر نے کیا لکھا ہے؟ جلدی سے مجھے سُناؤ!" یہ کہتے کہتے وہ بستر پر اُٹھ کر بیٹھ گئی آشا نے کمرے میں آہستہ آہستہ ساری چیٹھی پڑھ کر سُنا دی۔ لکشمی نے کہا
"طبیعت کے بارے میں مہندر نے کیا لکھا ہے۔ ذرا اُسے

پھر تو پڑھو!"
آشا پھر پڑھنے لگی ——— "کچھ دن سے مجھے یہاں اچھا نہیں لگتا۔

طبیعت اچاٹ رہتی ہے۔ اسی لئے میں ———"
لکشمی بول اُٹھی ——— "رہنے دو، رہنے دو، اب آگے پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ کیسے اچھا معلوم ہوگا ——— ! بوڑھی ماں مرتی بھی نہیں صرف بیمار رہ کر اُسے جلایا کرتی ہے! تم کیوں مہندر کو میری بیماری کی خبر دینے گئی تھیں؟ گھر میں تھا، گھر کے ایک کونے میں بیٹھ کر لکھتا پڑھتا تھا۔ کسی کے کسی علاقے میں تھا نہیں، اس دوران میں ماں کی بیماری کی خبر دے کر اُس سے گھر چھوڑا کر تمہیں کونسا سُکھ مل گیا؟ میں یہاں پڑی پڑی مر جاتی، تو اس سے کسی کا کیا نقصان ہوتا؟ اتنے دُکھ میں بھی تمہیں کچھ عقل نہ آئی!" یہ کہہ کر لکشمی بستر پر گر پڑی۔
باہر جُوتے کی آواز سُنائی دی۔ نوکر نے کہا ——— "ڈاکٹر صاحب

آئے ہیں"
ڈاکٹر کھانس کر کمرے میں داخل ہوا۔ آشا جلدی سے گھونگھٹ نکال کر کھاٹ کی آڑ میں جا کھڑی ہوئی۔ ڈاکٹر نے لکشمی سے پوچھا ——— "بتایئے تو آپ کو کیا تکلیف ہے؟"
لکشمی نے غصے سے بھرے ہوئے لہجے میں کہا ——— "ہوگا اور کیا

کسی کو مرنے نہ دو گے؟ تمہاری دوا سے کیا میں امر (غیر فانی) ہو جاؤنگی؟"

ڈاکٹر نے تسلی کے لہجے میں کہا ——— "میں امر نہیں کر سکتا، لیکن جس سے تکلیف کم ہو جائے، ایسی کوشش ———"

لکشمی بیچ ہی میں بول اُٹھی ——— "تکلیف کی اچھی دوا تو تب تھی جب بیوائیں جل کر مر جاتی تھیں۔ اِس وقت تو یہ باندھ کر مارنا ہے! جاؤ ڈاکٹر صاحب، تم جاؤ ——— مجھے دق نہ کرو۔ میں اکیلے مرنا چاہتی ہوں!"

ڈاکٹر نے ڈرتے ڈرتے کہا ——— "اپنی نبض تو ایکبار

لکشمی نے جھنجھلا کر کہا ——— "میں کہتی ہوں تم جاؤ! میری نبض بہت اچھی ہے ——— اس نبض کے جلد چھوٹنے کی بھی اُمید نہیں!"

ناچار کمرے سے باہر نکل کر ڈاکٹر نے آشا کو بلا بھیجا۔ اور اُس سے مرض کی کیفیت دریافت کی۔ آشا نے سب حال بیان کیا۔ ڈاکٹر دوبارہ کمرے میں جاکر بولے ——— دیکھئے، مہندر بابو مجھے خاص طور سے یہ کام سونپ گئے ہیں۔ اگر آپ مجھے اپنا علاج اچھی طرح نہ کرنے دینگے تو انہیں بہت تکلیف ہوگی!"

مہندر کو تکلیف ہوگی" یہ بات لکشمی کو تیز طنز کی طرح سُنائی دی۔ اس نے کہا ——— "مہندر کے لئے تم اتنی فکر نہ کرو ——— ! تکلیف تو دُنیا میں سب کو ہوتی ہے۔ ڈاکٹر صاحب، اب تم جاؤ، مجھے ذرا سونے دو!"

مجبور ہو کر ڈاکٹر نے باہر آکر آشا کو مختلف ہدایات دیں اور اپنا راستہ لیا۔

جیسے ہی آشا کمرے میں داخل ہوئی لکشمی نے کہا ——— "جاؤ بہو، جاکر ذرا آرام کرو۔ دن بھر بیمار کے پاس بیٹھی رہی ہو۔ نوکرانی کو بھیج دو۔

وہ اُدھر ساتھ کے کمرے میں بیٹھی رہے گی۔"

آشا لکشمی کو اچھی طرح جانتی تھی، یہ اس کا محبت آمیز اصرار نہیں۔ بلکہ حکم تھا۔ اس کی تعمیل کے سوا چارہ نہ تھا۔ اسلئے آشا نے چپ چاپ جا کر نوکرانی کو بھیجدیا۔ اور خود اپنے اندھیرے کمرے میں جا کر لیٹ رہی۔

بہت دنوں کے بعد اس دکھ میں آشا کو موسی کی یاد آئی۔ اس نے اٹھکر لیمپ جلایا۔ اور گود میں ایک کتاب پر خط لکھنے کا کاغذ رکھ کر بار بار آنکھوں سے آنسو پونچھتی ہوئی موسی کو خط لکھنے لگی

"موسی! آج تمہارے سوا میرا اور کوئی نہیں۔ ایک بار آکر اس دکھیا کو اپنی گود میں اٹھا لو——— ورنہ میں کیسے بچونگی؟ اور کیا لکھوں، تم جانتی ہی ہو۔ تمہارے چرنوں میں سینکڑوں ہزاروں پرنام پہنچیں۔

تمہارے پیار کی بھوکی   چُنّی"

(۴۶)

ان پورنا کاشی سے کلکتے پہنچی۔ اُس نے آہستہ سے لکشمی کے کمرے میں جا کر اس کو پرنام کیا۔ قدموں کی خاک پیشانی سے لگائی۔ اس طرف باہمی اَن بَن اور آخر کو علیحدگی ہو جانے پر بھی، اس وقت اَن پورنا کو دیکھ کر لکشمی خوش ہوئی، جیسے کھوئی ہوئی دولت مل گئی ہو۔ اَن پورنا کو پاکر لکشمی کو معلوم ہوا کہ وہ دل ہی دل میں پوشیدہ طور سے مجھے چاہتی تھی۔ بہت دنوں کے بعد آج لکشمی کو دم بھر میں صاف طور پر معلوم ہوا کہ اَن پورنا کے یہاں نہ رہنے سے مجھے اتنی زیادہ محنت، رنج اور تکلیف ہوتی ہے۔ ماضی کے واقعات کی یادگار اگر کوئی رہ گئی ہے تو یہی اَن پورنا۔ جس کے لئے لکشمی نے اپنی اس پیاری دیورانی کو بھی بیرحمی سے چوٹ پہنچائی تھی، وہ مہندر آج کہاں ہے

اَن پورنا نے مریضہ کے پاس بیٹھ کر، اس کا دایاں ہاتھ اپنے ہاتھ میں
لے کر کہا "بہن !"
لکشمی نے کہا "منجھلی بہو !"
اس سے آگے لکشمی سے کچھ کہا نہ گیا۔ اُس کی دونوں آنکھوں سے آنسو
بہنے لگے۔ آشنا سے بھی یہ منظر دیکھ کر رہا نہ گیا وہ ساتھ کی کوٹھڑی
میں زمین پر بیٹھ کر رونے لگی۔
اَن پورنا کو لکشمی یا آشنا سے مہندر کے بارے میں کچھ پوچھنے کی جرأت نہ
ہوئی۔ اُس نے دینا ناتھ کو بلا کر پوچھا ——— "مہندر کہاں ہے ؟"
دینا ناتھ نے مہندر اور بابا کی سب کہانی اُسے سُنا دی۔ اَن پورنا نے
پوچھا ——— "بہاری کی کیا خبر ہے ؟"
دینا ناتھ نے کہا ——— "بہت دن سے وہ نہیں آئے۔ اس لئے
ہمیں اُن کی ٹھیک خبر معلوم نہیں۔"
اَن پورنا نے کہا ——— "ذرا بہاری کے گھر جا کر اس کی خبر لے آؤ۔"
دینا ناتھ نے بہاری کے گھر سے لوٹ کر کہا "وہ گھر میں نہیں
ہیں۔ گنگا کے کنارے ریتی پر اپنے باغ میں گئے ہیں۔"
اَن پورنا نے ڈاکٹر کو بلا کر لکشمی کے متعلق پوچھا تو اُس نے کہا
"ایک تو اِن کا دل کمزور ہے اور اس پر تلی بڑھ آئی ہے، کب یہ ہمیشہ کے
لئے رخصت ہو جائیں، اس کا کوئی ٹھیک پتہ نہیں۔"
شام کے وقت جب لکشمی کو سانس کی تکلیف زیادہ ہونے لگی۔ تو اَن پورنا
نے پوچھا ——— "بہن ! ڈاکٹر صاحب کو بلا بھیجوں ؟"
لکشمی نے کہا ——— "نہ بہو، ڈاکٹر کچھ نہیں کر سکے گا۔"

"تو بتاؤ تم کسے بلانا چاہتی ہو؟"

"اگر ذرا بہاری کو خبر دے دو تو اچھا ہے۔"

اَن پورنا کے دل کو چوٹ پہنچی۔ اس دن اس نے شام کے وقت بہاری کو دروازے کے باہر ہی سے بے عزتی کے ساتھ رخصت کر دیا تھا۔ اس کے چہرے کے تاثرات غم کو وہ آج تک بھول نہیں سکی تھی۔ بہاری کبھی اس کے دروازے پر لوٹ کر نہ آئے گا۔

اَن پورنا ایک بار چھت پر مہندر کے کمرے میں گئی۔ گھر بھر میں یہی جگہ "راحت کدہ" تھی۔ آج کمرے میں ذرا بھی رونق نہ تھی۔ سب چیزیں پریشان و بدحال تھیں۔ چھت پر رکھے ہوئے بڑے ٹب میں ایک بوند پانی بھی نہ تھا۔ گملوں کے پودے اور ٹین پر کی بیل سوکھ گئی تھی۔

موسی کو چھت پر جاتے دیکھ کر آشا بھی آہستہ آہستہ اس کے پیچھے چلی گئی، اَن پورنا نے اُسے کھینچکر سینے سے لگا لیا۔ اور اس کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ آشا نے جھک کر دونوں ہاتھوں سے موسی کے پیر چھو کر پرنام کیا اور کہا —

— "موسی، مجھے آشیرواد دو۔ مجھے سہارا دو۔ میں کبھی سوچ بھی نہیں سکی تھی کہ انسان اتنا دکھ برداشت کر سکتا ہے! ماں، اس طرح اور کتنے دن برداشت کیا جائے گا!"

اَن پورنا وہیں زمین پر بیٹھ گئی۔ آشا اس کے پاؤں پر ماتھا رکھ کر لیٹ گئی۔ اَن پورنا نے آشا کا سر اپنی گود میں لے لیا۔ اور خاموشی سے ہاتھ جوڑ کر ایشور کو یاد کرنے لگی۔

بہت دیر کے بعد آشا ایک لمبی سانس لیکر موسی کی گود سے اُٹھ بیٹھی اور بولی — "موسی، بہاری بابو کو خط لکھ کر بلا بھیجو نا!"

اَن پورنا نے کہا ـــــــ "نہیں، خط لکھنے کا کوئی کام نہیں۔"

"تو اُن کو خبر کیسے دو گی؟"

"کل میں خود بہاری سے ملنے کے لئے جاؤں گی۔"

(۴۷)

بہاری جب مغربی صوبوں میں گھوم رہا تھا۔ تو اُسے معلوم ہوا کہ خود کو کسی ایک کام میں لگائے رکھے بغیر سکون میسر نہ ہوگا۔ یہی سوچ کر اُس نے کلکتے کے دفتروں میں کام کرنے والے اور تھوڑی تنخواہ پر بسر اوقات کرنے والے کلرکوں کے علاج اور تیمارداری کا بار اپنے سر لے لیا۔ موسم گرما میں گڑھے کی مچھلی جس طرح کیچڑ ایسے تھوڑے سے پانی میں، کسی طرح چھپ چھپا کر رہا کرتی ہے۔ گلیوں میں رہنے والے اور ایک وقت وہ بھی آدھا پیٹ کھا کر گذارہ کرنے والے کلرکوں کی ہر قسم کے راحت و آرام سے محروم زندگی بھی بالکل ویسی ہی ہے انہیں بدنصیب، عاجز اور افکار زدہ سفید پوشوں پر بہاری کی نگاہ التفات و ہمدردی بہت دنوں سے تھی۔ بہاری نے انہیں باغ کی گھنی صحت بخش چھاؤں اور ساحل گنگا کی کھلی فرحت بیز پاکیزہ ہوا بہم پہنچانے کا عزم کیا۔

ریتی پر باغ لے کر اُس میں چینی ستریوں سے چھوٹی چھوٹی خوبصورت جھونپڑیاں تیار کروانا شروع کر دیا۔ لیکن اُس کے بےچین دل کو چین نہیں ملا۔ کام میں محو ہونے کے دن جتنا نزدیک آنے لگے۔ اُتنا ہی اُس کا دل اپنے عزم سے ـــــــ اپنے ارادے سے منحرف ہونے لگا۔ اس کا جی یہی کہنے لگا۔

ـــــــ اس کام میں کوئی راحت نہیں، کوئی سکون نہیں، کوئی رس نہیں، کوئی دلکشی اور حسن نہیں، یہ خالی بوجھ ہے!

ایکدن تھا، جب بہاری کو کچھ بھی نہیں چاہیے تھا۔ اس کے سامنے جو کچھ موجود ہوتا تھا۔ اُسی میں وہ مگن رہتا تھا۔ اب اُس کے دل میں ایک قسم کی بھوک سی پیدا ہو گئی تھی۔ اُسے مٹائے بغیر کسی کام میں اس کا جی نہیں لگتا تھا۔

بہاری کے اندر جو جوانی خاموشی سے سوئی پڑی تھی جس کے بارے میں اُس نے کبھی کچھ بھی نہیں سوچا تھا۔ وہ اب مایا کے لمس سے جاگ اُٹھی تھی۔

اس کی پہلی زندگی جو راحت و اطمینان کے ساتھ گزر گئی تھی۔ اُسی کو آج بہاری بہت بڑا نقصان سمجھ رہا تھا۔ موسم برسات کی ایسی کتنی ہی شامیں، ایسی کتنی ہی چاندنی راتیں، آئی تھیں، وہ بہاری کے سنسان دل کے دروازے کے قریب آ کر امرت کا جام ہاتھ میں لیے چپ چاپ وہاں سے لوٹ گئیں، کون کہہ سکتا ہے۔ کہ اُن نایاب مقدس گھڑیوں میں کتنی موسیقیاں، کتنے سنگیت شروع ہوئے بغیر رہ گئے ـــــــ کتنے رنگین میلے لگے بغیر منتشر ہو گئے؛ بہاری کے دل میں پہلے دنوں کی جو یاد تھی اُسے آج مایا، اس دن کے اچانک لو سے کی سُرخ روشنی کے ذریعے، ایسا پھیکا اور بے رس بنا گئی! بے خبر بہاری تو پہلے اس کا اندازہ ہی نہیں کر سکا تھا کہ سوزِ محبت میں ایسی راگنی، ایسی بنسری کی تان چھپی ہوئی ہے! جس مایا نے دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر ـــــــ گھیر کر، ایک لمحے میں بہاری کو اچانک اس بے مثال دُنیائے حُسن میں پہنچا دیا ـــــــ اس مایا کو وہ کیسے بھولے گا؛ اُس مایا کی نظر، اس کی تمنا آج ہر طرف پھیل گئی ہے۔ اُس کی مضطرب چڑھی ہوئی سانسیں، بہاری کے دورانِ خون کو تیز کر دیا کرتی ہیں ـــــــ اور اُس کے نرم و نازک لمس کی گرمی نے اُس کے غنچۂ دل کو پھول کی طرح کھلا دیا ہے؛ لیکن پھر بھی آج بہاری اُسی مایا سے اس قدر دُور کیوں ہے؟

(۱) ایک دن صبح کے وقت بہاری اپنے باغ کے جنوبی حصّے میں ایک

خوب پھیلے ہوئے جامن کے درخت کے نیچے چپ چاپ پڑا انہیں خیالات میں محو تھا۔ سامنے کشتیاں آ جا رہی تھیں۔ بہاری کی نظریں بے دلی سے اُن پر جمی ہوئی تھیں۔ دن آہستہ آہستہ چڑھتا آ رہا تھا۔ نوکر نے آکر پوچھا ——— "کھانے کی تیاری کروں؟"

بہاری نے کہا ——— "ابھی رہنے دو۔"

بڑے مستری نے کچھ صلاح مشورہ کرنے کے لئے بلایا۔ بہاری نے کہہ دیا ——— "ذرا اور ٹھہر کر!"

اتنے میں یکایک بہاری چونک اُٹھا۔ اُس نے دیکھا سامنے اَن پورنا کھڑی ہے۔ بہاری احتراماً اُٹھ کھڑا ہوا اور دونوں سے اَن پورنا کے پیر پکڑ کر پرنام کیا۔ اَن پورنا نے بڑی محبت سے اپنا دایاں ہاتھ بہاری کے سر اور جسم پر پھیرا۔ اور آنسوؤں سے بھیگے ہوئے لہجے میں کہا ——— "بہاری، تو اس طرح بیمار سا کیوں ہو گیا ہے؟"

بہاری نے کہا ——— "تمہارا پیار پھر سے پانے کے لئے چاچی جی!"

اَن پورنا کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ بہاری نے بے چین ہو کر کہا ——— "چاچی جی، تم نے ابھی کھانا نہیں کھایا؟"

"نہیں، ابھی میرے کھانے کا وقت نہیں ہوا۔"

"چلو، میں چل کر رسوئی کا سامان تیار کر دوں، آج بہت دنوں کے بعد تمہارے ہاتھ کا کھانا اور تمہاری تھالی کا پرشاد پاؤں گا۔"

کھانا کھانے کے بعد اَن پورنا نے کہا ——— "ناؤ گھاٹ پر تیار ہے بہاری۔ اب میرے ساتھ ذرا کلکتے چل!"

"کلکتے میں میرا کیا کام ہے چاچی!"

"بہن بیمار ہیں، وہ تجھے دیکھنا چاہتی ہیں۔"

بہاری چونک پڑا ــــــ "مہندر بھیا کہاں ہیں؟"

"کلکتے میں نہیں، مغرب کی طرف کہیں چلا گیا ہے۔"

بہاری کے چہرے کا رنگ اڑ گیا اور وہ خاموش رہ گیا۔ ان پورنا نے پوچھا "تو یہ سب باتیں نہیں جانتا؟"

"کچھ کچھ جانتا ہوں مگر آخر تک نہیں۔"

ان پورنا نے آیا کو ساتھ لے کر مہندر کے مغرب جانے کا قصہ سنایا۔ بہاری کے تخیلی محل آن واحد میں زمین بوس ہو کر رہ گئے۔ وہ اپنے دل میں کہنے لگا ــــــ تو کیا آیا اس دن شام کے وقت میرے ساتھ تماشہ ہی کر گئی تھی؟ اس کی محبت، اس کی خود سپردگی، کیا سب فریب، دھوکہ اور جعلسازی ہی تھی؟ وہ اپنا گاؤں چھوڑ کر اس طرح بے حیائی سے مہندر کے ساتھ چلی گئی! ہائے، بادلوں سے گھری ہوئی اساڑھ کی شام اور ہائے، برس جانے پر چھٹکی ہوئی چاندنی سے لبریز رات! تمہارا وہ اندر جال کہاں گیا؟

(۴۸)

بہاری سوچتا تھا کہ میں دکھیاری آشا کی طرف کس طرح دیکھ سکونگا؟ کس طرح، کس دل سے اس کی طرف آنکھ اٹھا سکوں گا؟

لیکن ایسی باتوں کی سوچ بچار کا وقت نہیں رہا تھا۔ زنانے کی ڈیوڑھی میں اس کے قدم رکھتے ہی آشا نے جلدی سے آ کر کہا ــــــ "ذرا جلدی چل کر ماں کو دیکھو، انہیں بڑی سخت تکلیف ہو رہی ہے!"

بہاری کے ساتھ آشا کے اس طرح کھل کر بات چیت کرنے کا یہ پہلا

موقعہ تھا۔ دُکھ کے بڑے دن کی ہوا کا ایک معمولی سا جھونکا سارے اختلافات کو ساری رنجشوں اور سارے پردوں کو اُڑا لے جاتا ہے۔ جو دُور دُور رہتے ہیں، اُن کو اتفاقات کے سمندر ہیں، ایک چھوٹی سی کشتی پر یکجا کر دیتا ہے
آشا کے اس بے جھجک اضطراب سے بہاری کے دل پر چوٹ لگی۔
مہندر اپنے گھر کو کیا سے کیا بنا گیا ہے۔ اس کا بہاری نے بخوبی اندازہ کر لیا۔ مُصیبت کی مار سے جس طرح گھر کی سجاوٹ اور زینت و آرائش تباہ ہو رہی ہے۔ ویسے ہی گھر کی لکشمی کو کسی بات کا ہوش نہیں رہا۔ چھوٹا موٹا پردہ، آڑ، بات چیت کرنے نہ کرنے کا خیال، سب کچھ فنا ہو گیا ہے۔
بہاری لکشمی کے کمرے میں پہنچا۔ کچھ دیر کے لیے لکشمی کی سانس کی تکلیف بڑھ گئی تھی۔ جس سے وہ بے حال ہو گئی تھی۔ لیکن تھوڑی دیر کے بعد اس کی سانس آسانی سے چلنے لگی۔ بہاری نے پرنام کر کے اس کے پاؤں کی خاک پیشانی سے لگائی۔ لکشمی نے اُسے پاس بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ اور اس کے بیٹھ جانے پر آہستہ سے کہا ——— "کیسا ہے بہاری؟ کتنے دن سے تجھے نہیں دیکھا!"
بہاری نے کہا ——— "ماں، تم نے اپنی بیماری کی خبر مجھے کیوں نہیں بھیجی؟ تمہاری بیماری کی خبر پاتا تو کیا پھر میرے آنے میں گھڑی بھر کی دیر ہوتی؟"
لکشمی نے شیریں لہجے میں کہا ——— "کیا میں یہ نہیں جانتی بیٹا؟ تجھ کو میں نے اپنے پیٹ میں نہیں رکھا تو کیا، لیکن اس دُنیا میں تجھ سے بڑھ کر میرا اور کوئی نہیں"
یہ کہتے کہتے لکشمی کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ بہاری نے فوراً اُٹھ کر

طاق میں رکھی ہوئی دوا کی شیشیوں کو دیکھنے اور جانچنے کے آنے سے خود کو سنبھالنے کی کوشش کی، لوٹ کر جب وہ لکشمی کی نبض دیکھنے لگا۔ تو لکشمی نے کہا ——— ”میری نبض رہنے دے، میں پوچھتی ہوں کہ تو اس طرح بیمار وں ایسا کیوں ہو گیا ہے ؟“

اتنا کہکر لکشمی اپنا کمزور ہاتھ اُٹھا کر بہاری کے سر پر پھیرنے لگی۔ بہاری نے کہا ——— ”تمہارے ہاتھ کی کڑھی کھائے بغیر میرے جسم کی یہ ہڈیاں کسی طرح نہیں بھر سکتیں۔ تم جلدی جلدی اچھی ہو جاؤ ماں! میں اتنے میں رسوئی کی تیاری کر رکھوں۔“

لکشمی نے بجھی ہوئی ہنسی کے ساتھ کہا ——— ”جلدی جلدی تیاری کر بیٹا ——— لیکن رسوئی کی نہیں۔“

یہ کہکر اُس نے بہاری کا ہاتھ پکڑ کر کہا ——— ”بہاری، اب تُو اپنے لئے بہو لے آ۔ گھر میں تجھے دیکھنے سُننے والا۔ تیری خدمت کرنے والا۔ آدمی کوئی نہیں (ان پورنا سے) منجھلی بہو۔ اب بہاری کا بیاہ کر ڈالو ——— دیکھو نہ، لڑکے کا چہرہ کیسا ہو گیا ہے!“

ان پورنا نے کہا ——— ”تم جلدی سے اچھی ہو جاؤ بہن، یہ تو تمہارا ہی کام ہے۔ کرو دھرو گی سب تم۔ ہم سب تو مل کر خوشی منائیں گی۔“

لکشمی نے کہا ——— ”مجھے تو اب ایسا کرنے کا موقعہ مل نہیں سکتا منجھلی بہو، بہاری کو تمہیں سونپتی ہوں، اسے سکھی بنانا۔ میں اس کا قرض چکا کر نہ جا سکی“

آشا سے اُس کمرے میں نہ رہا گیا ——— وہ رونے کے لئے باہر چلی گئی۔ لکشمی کو یکایک نہ جانے کیا یاد آیا۔ اُس نے پکارا ——— ”بہو، او بہو!

آشا کے کمرے میں آتے ہی لکشمی نے کہا ــــــ "بہاری کے کھانے پینے کا تو سب انتظام کیا ہے نا؟"

بہاری نے کہا ــــــ "ہاں، تمہارے اس ہیڈ لڑکے کو سب نے پہچان لیا ہے۔ ڈیوڑھی میں داخل ہوتے ہی میں نے دیکھا کہ مہرہ بازار سے طرح طرح کی ترکاری، پھل، میوہ وغیرہ لئے چلا آ رہا ہے۔ سمجھ گیا کہ اس گھر سے ابھی تک میری شہرت غائب نہیں ہوئی۔"

یہ کہکر بہاری نے ہنستے ہوئے ایک بار آشا کی طرف دیکھا۔

آشا آج شرمائی نہیں۔ اس نے محبت آمیز ہلکی مسکراہٹ سے بہاری کی ہنسی کا خیر مقدم کیا۔ آشا پہلے اچھی طرح نہیں جانتی تھی کہ بہاری اس گھر کا کیسا خیر خواہ ہے۔ کئی بار اس نے بہاری کو غیر ضروری آنے والا سمجھ کر اسے نفرت کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ کئی بار بہاری کے متعلق اس کا یہ مخالفانہ رویہ اس کے برتاؤ سے بھی صاف ظاہر ہو گیا ہے۔ اسی ندامت سے، بہاری کے لئے اس کی عقیدت اور ہمدردی بہت بڑھ گئی۔

لکشمی نے کہا ــــــ "منجھلی بہو، یہ کام مصرانی کا نہیں۔ آج کی رسوئی تمہیں خود کھڑے رہ کر بنوانی ہوگی۔ میرا یہ دیہاتی لڑکا ڈھیر بھر چٹنی کڑھی کے بغیر پیٹ بھر کر کھاتا ہی نہیں۔"

بہاری نے کہا ــــــ "ماں، تمہاری ماں تھیں، ضلع اناؤ کے ایک گاؤں کی لڑکی اور تم خاص شہر کے رہنے والے بھلے مانس لڑکے کو دیہاتی کہتی ہو؟ یہ تو مجھ سے برداشت نہیں کیا جائے گا۔"

اس بات پر خوب قہقہہ بلند ہوا اور دیر تک ہنسی دل لگی ہوتی رہی بہت دنوں کے بعد مہندر کے گھر کی اداسی گویا ہلکی ہو گئی۔

لیکن اتنی بات چیت میں کسی نے مہندر کا نام نہیں لیا۔ پہلے لکشمی بہاری سے مہندر کی بات چیت کیا کرتی تھی۔ آج لکشمی کے منہ سے ایک بار بھی مہندر کا نام نہ سن کر بہاری سناٹے میں آ گیا۔

لکشمی کو ذرا نیند آتے ہی بہاری نے باہر آ کر ان پورنا سے کہا

"ماں کی بیماری تو معمولی نہیں"

"یہ تو صاف ہی نظر آتا ہے" کہکر ان پورنا دالان میں دروازے کے پاس بیٹھ گئی۔ بہت دیر تک خاموش رہنے کے بعد اُس نے کہا۔

"بہاری، اب تو تجھے مہندر کو بلا کر لانا ہی ہوگا —— دیر کرنا مناسب نہیں"

بہاری نے قدرے خاموشی کے بعد کہا —— "تم جو حکم دوگی وہی کروں گا ان کا پتہ ٹھکانا کیا کسی کو معلوم ہے؟"

ٹھیک ٹھیک کسی کو معلوم نہیں۔ تمہیں ڈھونڈنا ہوگا۔ بہاری ایک بات تجھ سے اور کہتی ہوں۔ چنی کے منہ کی طرف دیکھ۔ مایا کے ہاتھ سے اگر تو مہندر کو نہ چھڑا سکے گا، تو وہ اب بچ نہیں سکے گی۔"

بہاری نے ان پورنا سے کوشش کرنے کا وعدہ کر لیا۔ پھر مہندر کے بنک میں جا کر پوچھا تو معلوم ہوا کہ کچھ دنوں سے مہندر نے اُس بنک کی الہ آباد والی برانچ سے لین دین شروع کیا ہے۔

(۴۹)

سٹیشن پر آ کر مایا ایک دم ڈیوڑھے درجے کے زنانے ڈبے میں بیٹھ گئی۔ مہندر نے کہا —— "یہ کیا کرتی ہو، میں تمہارے لئے دوسرے درجے کا ٹکٹ خریدتا ہوں"

بابا نے کہا ——— "کیا ضرورت ہے، یہاں بڑے آرام سے بیٹھونگی"
مہندر کو بڑی حیرت ہوئی۔ بابا طبعاً شوقین تھی۔ پہلے غریبی کا کوئی نشان، غربت کی کوئی علامت اُسے اچھی نہ لگتی تھی۔ اپنی غربت کو وہ اپنے لئے بےعزتی کا باعث سمجھتی تھی۔ مہندر یہی سمجھا تھا کہ میرے گھر میں روپے پیسے اور عیش و عشرت کے ساز و سامان کی کمی نہیں، ہر طرح کی فیشن اور شوقینی کی چیزیں خواہش کرتے ہی منگائی جا سکتی ہیں۔ دولت مند ہونے کے باعث عوام میں امیری عزت و توقیر ہے۔ انہیں سب باتوں کو دیکھ کر ایک وقت بابا کا دل میری طرف کھنچا تھا۔ آج جب مہندر پر پورے اختیار و تصرف کا وقت آیا ہے۔ جب بغیر مانگے بھی وہ مہندر کی تمام دولت خرچ سکتی ہے تو وہ ایسی ناقابلِ برداشت بے رُخی سے، انتہائی بے پروائی اور استغنا سے تکلیف دہ اور شرمناک عاجزی کو کیوں اختیار کر رہی ہے؟ جب وہ مہندر کے گھر میں تھی تو اس کی بود و باش آزادانہ اور امیرانہ تھی۔ لیکن اب تھوڑے دنوں کے بعد اُس نے خود کو ہر قسم کے عیش و آرام سے متنفر بنا لیا ہے۔ اب وہ ایک وقت کھانا کھاتی ہے، موٹے ——— کھدر کے کپڑے پہنتی ہے۔ اس کی وہ مسلسل ہنسی دل لگی بھی نہ جانے کہاں چلی گئی ہے؟ انہیں خیالات میں ڈوبے ہوئے حیرت زدہ مہندر نے پوچھا
"کہاں کا ٹکٹ لوں؟"

"مغرب کی طرف جہاں خوشی ہو چلو، ——— آج صبح جہاں گاڑی ٹھہرے گی، وہیں اُتر پڑوں گی"۔

ایسی بے ٹھکانہ سیر مہندر کو پسند نہیں۔ آرام میں خلل اس کے لئے ناقابلِ برداشت ہے، بڑے شہر میں جا کر اگر رہنے کے لئے اچھا مکان اور

سامان نہ ملے۔ تو اس کے لئے رہنا دشوار ہے۔ وہ نہایت اُداس سا گاڑی میں جا بیٹھا۔

اسی طرح مایا سنیچر کی طرح خود گھومنے اور اپنے ساتھ ہی مہندر کو گھمانے لگی۔ اُس نے مہندر کو کہیں آرام نہیں لینے دیا۔ مایا میں نہ جانے ایسی کیا بات تھی کہ وہ بہت جلد آدمی کو اپنا لیتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ وہ بہت ہی تھوڑے وقت میں گاڑی پر چڑھنے اُترنے والی عورتوں سے میل جول پیدا کر لیتی تھی۔ جہاں جانے کی خواہش ہوتی تھی۔ وہاں کی سب خبریں پہلے ہی سے لیا کرتی تھی۔ دھرم شالہ میں ٹھہرتی تھی اور جہاں جو جو چیزیں قابل دید ہوتی تھیں اُنہیں گھوم پھر کر دیکھ لیتی تھی۔ مہندر اس بات کو اپنی تحقیر سمجھنے لگا۔ کہ مایا کو اس کی کچھ بھی ضرورت نہیں پڑتی۔ ٹکٹ خریدنے کے سوا اُس کا اور کچھ بھی کام نہ تھا۔

ایک دن الہ آباد کے سٹیشن پر دونوں گاڑی کے آنے کا انتظار کر رہے تھے۔ کسی اچانک وجہ سے گاڑی کے آنے میں دیر ہو رہی تھی۔ مایا دوسری آنے جانے والی گاڑیوں کے مسافروں کو غور سے دیکھ رہی تھی۔

یکایک اسٹیشن کے ایک شیشے کے بکس کے اوپر مایا کی نظر پڑتے ہی وہ چونک اُٹھی۔ یہ بکس پوسٹ آفس کا تھا۔ اس میں اُن آدمیوں کے خط ترتیب سے رکھے رہتے تھے، جن کا پتہ نہ چلتا تھا۔ اُسی بکس میں رکھے ہوئے ایک خط پر مایا نے بہاری کا نام دیکھا — "بہاری لال" نام کچھ ایسا غیر معمولی نہیں۔ یہ سمجھنے کی کوئی وجہ نہ تھی کہ یہ مکتوب الیہ — بہاری ہی مایا کا بہاری ہے۔ تاہم اُس کا پورا نام دیکھتے ہی مایا کو یقین ہو گیا۔ کہ اُسی بہاری کی چٹھی ہے۔ خط پر لکھے ہوئے پتے کو مایا نے یاد کر لیا۔ مہندر

ک بنچ پر انتہائی اُداس بیٹھا تھا۔ مایا نے اُس کے پاس جا کر کہا ——
کچھ دن الہ آباد ہی میں رہونگی۔"
مہندر تو اس روز روز کے سفر سے پہلے ہی اکتایا ہوا تھا۔ اگر الہ آباد
ں رہ کر کچھ دن آرام کرنے کا موقعہ پا سکے تو گویا اس کی جان بچ جاتے
ین یہ بات تھی، اس کی خواہش کے مطابق ہونے پر بھی، جب مایا نے
پنی مرضی کے روپ میں ظاہر کی۔ تو مہندر کا دل اس کے خلاف ہو گیا۔ اس نے
کر کہا —— "اب چلنے کے لیے اسٹیشن پر آ گئے تو لوٹنا کیسا؟ میں
جاؤں گا۔"

"میں تو نہیں جاؤنگی، یہیں ٹھہرونگی۔"

"تو تم اکیلی رہو، میں جاتا ہوں۔"

"اچھی بات ہے۔" کہہ کر مایا نے قلی کو بلایا اور اپنا بکس اور بستر اٹھوا
شن سے چلدی۔ مہندر اُسی طرح بنچ پر بیٹھا رہا۔ اُس کا مُنہ جیسے
ا۔ جب تک مایا دکھائی دیتی رہی۔ وہ اطمینان سے بے حرکت بیٹھا ر
ب مایا نے ایک بار بھی گھوم کر اس کی طرف نہ دیکھا اور اسٹیشن سے باہر
گئی۔ تو مہندر بھی جلدی سے قلی کے سر پر سامان اٹھوا کر اُسی طرف ٹہل دیا
کر دیکھا، مایا ایک کرائے کی گھوڑا گاڑی پر بیٹھی ہے۔ مہندر نے کچھ
کیا۔ چُپ چاپ اسباب گاڑی پر رکھوا کر خود کوچوان کے پاس جا بیٹھا
برابر چلی جا رہی تھی۔ ایک گھنٹہ ہو گیا۔ آہستہ آہستہ شہر کی آبادی ختم
کھیتوں کے میدان نظر آنے لگے۔ جمنا کے کنارے، سنسان جگہ میں
خوبصورت باغ کے وسط میں جا کر گاڑی کھڑی ہو گئی۔ مہندر کو بڑی حیرت
یہ کس کا باغ ہے، اس باغ کا پتہ مایا کو کس طرح معلوم ہوا؟

باغ کا مکان بند تھا۔ پکارنے پر ایک بوڑھا برہمن نکلا۔ اُس نے کہا
—— "اس باغ اور مکان کے مالک زیادہ تر باہر ہی رہتے ہیں۔ ان کی
منظوری سے آپ لوگ اس باغ میں رہ سکتے ہیں"
بابا نے مہندر کی طرف دیکھا۔ اس خوبصورت مکان اور باغ کو دیکھ کر
مہندر کا دل بھی یہاں رہنے پر مائل ہو گیا۔ وہ خوش ہو کر بولا
"چاچا! آپ کے گھر ہم چلیں۔ تم باہر گاڑی پر بیٹھی رہنا۔ میں اندر جا کر مالک
سے کرایہ وغیرہ طے کر کے رہنے کی اجازت لے آؤں گا"
بابا نے کہا —— "اب مجھ سے گھوما پھرا نہ جائیگا۔ تم ہی جاؤ۔ میں
یہاں ذرا آرام کرتی ہوں"
مہندر گاڑی پر چلا گیا۔ بابا نے برہمن کے پاس جا کر اس سے اس کے
گھر بار اور بال بچوں کے بارے میں دریافت کرنا شروع کیا۔
اس کے بعد بابا نے باتوں باتوں میں پوچھا —— "یہاں تو بہاری
بابو رہتے تھے نا؟"
"ہاں کچھ دن تو ضرور رہے تھے، ہاں جی! کیا آپ انہیں پہچانتی ہیں؟"
"ہاں! وہ ہمارے رشتہ دار ہیں"
بابا نے بوڑھے برہمن سے بہاری کا جو حال سنا۔ اس سے اسے پورا یقین
ہو گیا کہ یہ وہی بہاری بابو ہیں۔ بابا نے بوڑھے سے گھر کھلوا کر اور اس سے
پوچھ کر یہ بھی جان لیا کہ بہاری کہاں سوتا تھا اور کہاں بیٹھتا تھا۔ اس کے
یہاں سے جانے کے بعد سے کمرے ویسے ہی بند تھے۔ بابا کو محسوس ہوا
جیسے بہاری غیر مرئی طور پر اس مکان میں سمایا ہوا ہے۔
لیکن بہاری یہاں سے کہاں گیا ہے۔ یہ کچھ معلوم نہ ہو سکا۔ اتنے میں

پینگی کرا دیو سے کر اور رہنے کی منظوری لیکر مہندر بھی آگیا۔

(۵)

شام کے وقت مہندر جمنا کے کنارے جا بیٹھا۔ اس وقت جوش محبت نے اس کی نگاہوں میں، اُسکی سانس میں، اس کی نس نس میں کیف و سرور کا دھارا بہا دیا۔ مہندر کا دل شعریت کی دُنیا میں پہنچ گیا۔ اُس نے آنکھیں بند کئے کئے دیکھا کہ گائیوں کے کھروں سے دھول اُڑ رہی ہے۔ بندرابن سے رمبھاتی ہوئی گائیں اپنے تھان کو جا رہی ہیں۔

اس وقت مہندر کو نظم کے کورس میں پڑھا ہوا موسم برسات کا گیت یاد آگیا ——— ہیروئن گھر سے نکل پڑی ہے۔ جمنا کے دوسرے کنارے پر اکیلی آکھڑی ہوئی ہے۔ وہ جمنا کو پار کس طرح کرے گی "پار کرو کوئی پار کرو جی!"

مہندر کے دل میں بھی پکار پہنچ رہی تھی ——— پار کرو کوئی پار کرو جی ——— !"

جب مہندر کے خیالات کا سلسلہ منقطع ہوا تو رات ہو چکی تھی۔ خوابگاہ میں آکر اُس نے دیکھا ——— کمرہ پھولوں سے مہک رہا ہے۔ کھلے ہوئے دروازے کی راہ سے چاندنی آکر سفید بستر پر پڑ رہی ہے۔ بابا نے باغ سے پھول چن کر بہت سے ہار گوندھے ہیں۔ اور اُن میں سے کچھ چوٹی میں لپیٹ لئے ہیں۔ کچھ گلے میں پہنے ہیں۔ اور کچھ کمر میں باندھے ہیں۔ پھولوں سے سج کر وہ موسم بہار کی پھولوں کے بوجھ سے جھکی ہوئی بیل کی طرح چاندنی میں بستر پر لیٹی ہوئی ہے۔

مہندر کا مزہ دو چند ہو گیا۔ وہ رُوندھے ہوئے مسرور لہجے میں کہہ اُٹھا

——"مایا میں جمنا کے کنارے بیٹھا تمہاری راہ دیکھ رہا تھا۔ آسمان کے چاند نے مجھے خبر دی، کہ تم یہاں بیٹھی میری راہ دیکھ رہی ہو۔ اسی لئے میں چلا آیا۔"

یہ کہکر مہندر بستر پر بیٹھنے کے لیے آگے بڑھا۔ مایا فوراً چونک کر اٹھ بیٹھی۔ اور دایاں ہاتھ بڑھا کر کہنے لگی ——"جاؤ، جاؤ، تم اس بستر پر نہ بیٹھنا۔"

ہوا سے بھرے ہوئے بادبان کے زور سے تیزی کے ساتھ جاتی ہوئی کشتی ٹھوکر کھا کر رک گئی۔ مہندر حیران و ششدر سا کھڑا رہ گیا۔ بہت دیر تک اس کے منہ سے کوئی بات نہ نکل سکی۔ مہندر شاید منع کرنے سے نہ مانے۔ اس شک سے مایا بستر سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔

مہندر نے کہا ——"تو تم نے کس کے لئے یہ سجاوٹ کی ہے؛ یہ بناؤ سنگار کیا ہے؟ کس کا انتظار کر رہی ہو؟"

مایا نے اپنے دل پر رکھ کر کہا ——"جن کے لئے سنگار کیا۔ وہ میرے دل میں بستے ہیں ——!"

"کون ہے وہ؟ بہاری؟؟"

"ان کا نام تم اپنی زبان پر نہ لانا!"

"اسی کے لئے تم مغرب میں گھومتی پھرتی ہو؟"

"ہاں، انہیں کے لیے۔"

"اس کا پتہ جانتی ہو؟"

"جانتی تو نہیں، مگر جس طرح ہو گا پتہ لگا لوں گی۔"

"میں کسی طرح پتہ نہ لگنے دوں گا۔"

"اگر پتہ نہ لگنے دوگے تو نہ سہی۔ مگر یہ تو یقینی ہے کہ میرے دل سے اُنہیں نکال نہ سکو گے!"

یہ کہکر تایا نے آنکھیں بند کر کے اپنے دل میں ایک بار بہاری کا تصور کیا مہندر پر ایک دم غیض و غضب کا بھوت سوار ہو گیا۔ اُس نے دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں باندھ کر کہا ——— "چھری سے چیر کر تمہارے دل سے اُسے باہر نکال ڈالوں گا!"

تایا بے چین نہیں ہوئی۔ اُس نے کہا ——— "تمہاری محبت کی بجائے تمہاری چھری آسانی سے میرے دل میں اُتر جائے گی۔"

"تم مجھ سے ڈرتی کیوں نہیں؟ یہاں تمہاری حفاظت کرنیوالا کون ہے؟"

"میری حفاظت کرنے والے تم ہو۔ تم خود اپنے سے بھی زیادہ میری حفاظت کرو گے۔"

"اتنی عقیدت، اتنا اعتماد ابھی تک باقی ہے؟"

"یہ نہ ہوتا تو میں خودکشی کر لیتی۔ تمہارے ساتھ گھر سے باہر نہ نکلتی۔"

"تم مر کیوں نہ گئیں! ——— اتنی اعتماد کی پھانسی میرے گلے میں ڈال کر اور شہر شہر، صوبے صوبے، گھسیٹ کر مجھے کیوں مارے ڈالتی ہو؟ سوچ کر دیکھو، تم مر جاتیں تو کتنا اچھا ہوتا!"

"یہ تو میں جانتی ہوں، مگر جب تک بہاری کی اُمید ہے۔ اس وقت تک مر نہ سکوں گی!"

"جب تک تم نہ مرو گی، میری اُمید بھی نہیں مرے گی۔ میں چھٹکارا بھی نہ پاؤنگا میں آج سے دل کی گہرائیوں سے تمہارے مرنے کی دُعا کروں گا۔ تاکہ تم میری نہ ہو سکو تو بہاری کی بھی نہ ہو سکو۔ تم جاؤ۔ مجھ کو چھٹی دو۔ میری ماں رو رہی

ہے۔ میری اُمنگیں رو رہی ہے ——— اُن کے آنسو دُور سے مجھے جلا رہے ہیں۔ تم نہ مرو گی، تم میری اور دُنیا کی نگاہوں سے دُور نہ ہو گی تو مجھے اُن کے آنسو پونچھنے کا موقعہ نہ ملے گا ———!"

یہ کہکر مہندر جلدی سے جھپٹ کر باہر چلا گیا ——— اور مایا اکیلی پڑی ہوئی اس کے چاروں طرف جو موہ کا جال پھیلا رہی تھی۔ اُسے تار تار کر تا گیا۔ مایا چپ چاپ کھڑی باہر کی طرف دیکھتی رہی۔ آسمان میں چھائی ہوئی چاندنی سونی سی معلوم ہونے لگی۔ اس کا سارا امرت رس نہ جانے کہاں اُڑ گیا۔

وہ سوچنے لگی ——— یہ جو بھاری ہلچل اُس نے مچا رکھی ہے اسے لیکر وہ زندگی بھر کیا کرے گی؟ اب وہ اس ہلچل کو کس طرح مٹا سکے گی!

آج پھولوں کے جن ہاروں سے مایا نے اپنے جسم کو سجایا تھا، یہ سمجھ کر کہ ان پر مہندر کی گناہ آلود، ہوس آلود نگاہ پڑی ہے۔ ان سب کو توڑ توڑ کر، نوچ نوچ کر پھینک دیا۔ اس کی ساری طاقت بیکار ہے، کوشش بیکار ہے، زندگی بے کار ہے ——— یہ باغ، یہ چاندنی، یہ جمنا کا کنارا، یہ حسین دُنیا سب بیکار ہے۔

(۵۱)

مہندر ساری رات نہیں سویا ——— اُس کا جسم جیسے مضمحل ہو گیا تھا۔ صبح کے قریب اُسے نیند آگئی۔ آٹھ بجے آنکھ کھلنے پر وہ جلدی سے اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ جاگتے ہی یاس و غم نے اُسے گھیر لیا۔ اُسے رات کا تمام واقعہ یاد آگیا۔

مہندر آج یہ نہ سمجھ سکا کہ وہ کس لئے اس طرح خود کو ذلیل اور بے عزت کر رہا ہے۔ اُس نے کہا ——— "میں سب باتوں میں مایا سے بڑھ کر ہوں

پھر بھی ہر طرح عاجزی اور بیکسی قبول کر کے بھکاری کی طرح اس کے پیچھے پیچھے دوڑتا پھرتا ہوں۔ میرے دماغ میں آیا یا کہ اپنے کس شیطان نے بھر دیا ہے ؟"

آج مہندر کے نزدیک، آیا ایک معمولی عورت تھی ——— اور کچھ بھی نہیں، آیا کے چاروں طرف، ساری زمین کے حسن سے، ناول اور افسانوں سے جو ایک خیرہ کن روشنی کھینچ کر آتی تھی، وہ آج شراب کی طرح غائب ہو گئی۔ اور آیا ایک عام عورت بن کر رہ گئی۔ اس میں کوئی بات غیر معمولی، کوئی خصوصیت نہیں رہی۔

مہندر نے استقلال آمیز لہجے میں کہا ——— "آج ہی گھر لوٹ جاؤں گا۔ اور آیا جہاں رہنا چاہے گی، اس کے رہنے کا انتظام کر کے میں چھٹی پا جاؤں گا۔"

اس عزم سے اس کے دل میں ایک طرح کی مسرت محسوس ہوئی۔ اتنے دنوں سے کشمکش کے جس بوجھ کو دو لادے ہوئے آ رہا تھا۔ وہ ہلکا ہو گیا۔ وہ اسی وقت ہاتھ منہ دھو کر آیا سے ملنے کے لئے گیا۔ جا کر دیکھا دروازہ بند تھا۔ دروازے پر دھکا دے کر اس نے کہا ——— "سو رہی ہو کیا ؟"

"نہیں، تم اسوقت جاؤ۔"

"تم سے کچھ خاص گفتگو کرنا ہے۔ میں زیادہ دیر تک نہیں ٹھہروں گا۔"

"میں کوئی بات نہیں سن سکتی۔ تم جاؤ مجھے دق نہ کرو۔ میں تنہائی چاہتی ہوں۔"

کوئی اور وقت ہوتا تو آیا کے اس برتاؤ سے مہندر کا جوش محبت اور بڑھ جاتا۔ لیکن آج اُسے انتہائی نفرت معلوم ہوئی۔ اس نے سوچا میں نے

اس معمولی سی عورت کے نزدیک خود کو کتنا عاجز اور ہیچ بنا لیا ہے کہ مجھے تحقیر و ذلت سے دور کر دینے کا، دھتکار دینے کا حق اسے مل گیا ہے! میں نے ہی یہ حق اسے دیکر اس کے غرور کو اس نامناسب حد تک بڑھا دیا ہے۔ اس بے عزتی کے بعد مہندر نے اپنے دل میں اپنی عظمت کا احساس کرنے کی کوشش کی۔ اس نے کہا ——— "میری فتح ہوگی، میں اسکا بندھن توڑ کر چلا جاؤں گا۔"

کھانے کے بعد مہندر روپیہ لینے کے لئے بنک چلا گیا۔ وہاں سے روپیہ لیکر وہ آشا اور ماں کے لئے کچھ اچھی اچھی چیزیں خریدنے کے ارادے سے الہ آباد کے بازاروں میں گھومنے لگا۔

بابا کے دروازے پر کسی نے دھکا دیا پہلے اس نے جھنجھلا کر کچھ جواب نہ دیا۔ اس کے بعد بار بار دروازہ کھٹکھٹائے جانے پر وہ جھنجھلا اٹھی۔ زور سے دروازہ کھول کر کہہ اٹھی ——— "تم مجھے بار بار دق کرنے کے لئے کیوں آجاتے ہو؟"

بات ختم ہونے سے پہلے ہی بابا نے دیکھا ——— بہاری کھڑا ہے کمرے میں مہندر ہے یا نہیں، یہ جاننے کے لئے بہاری نے ایک بار کمرے میں نگاہ ڈالی۔ دیکھا، پلنگ اور فرش پر خشک پھول اور ٹوٹے ہوئے ہار پڑے ہیں۔ اس کا دل لمحہ بھر میں نفرت سے بھر گیا۔ بہاری جب دور تھا تو یہ تو نہیں کہ بابا کی موجودہ زندگی کے بارے میں کوئی شک آمیز تصویر اس کے دل پر منعکس نہ ہوئی تھی۔ لیکن تصور نے اس تصویر پر پردہ ڈال کر اسکی جگہ ایک حسین، پاکیزہ اور دلکش مورتی کھڑی کر رکھی تھی۔ بہاری جب اس باغ میں داخل ہو رہا تھا تو اس کا دل دھڑک رہا تھا۔ بابا کے

دروازے پر آکر کھڑے ہوتے ہی اُس کے دِل کی مُورتی گویا غائب ہو گئی۔
دُور رہ کر بہاری نے ایک دفعہ سوچا تھا کہ وہ اپنی محبّت کے شفاف سرچشمے سے مایا کی زندگی کے سارے کیچڑ کو آسانی سے دھو ڈالے گا لیکن اُس نے پاس آکر دیکھا کہ یہ کام آسان نہیں۔ یکایک نفرت کی لہروں نے اُٹھکر ہمدردی کے جذبات کو دبالیا۔ اُسی لمحہ اُس نے مُنہ پھیر کر پکارا
"مہندر، مہندر!"
اس تحقیر سے بھی مضطرب نہ ہو کر مایا نے نرم و نازک لہجے میں کہا
"مہندر نہیں ہیں، شہر گئے ہیں۔"
بہاری جانے لگا تو مایا نے نہایت عاجزی لہجے میں کہا ——
"بہاری بابو، تمہارے پاؤں پڑتی ہوں، تمہیں ذرا بیٹھنا ہو گا۔"
مایا کی اس عاجزانہ درخواست نے گویا بہاری کے قدموں میں بیڑیاں ڈالدیں۔ مایا نے کہا —— "تم اگر آج اس طرح مُنہ پھیر کر چلے جاؤ گے تو مَیں تمہاری ہی قسم کھا کر کہتی ہوں، اپنی جان دے دوں گی۔"
بہاری گھوم کر کھڑا ہو گیا اور بولا —— "مایا، تم مجھے اپنی زندگی کے ساتھ لپیٹنے کی کوشش کیوں کر رہی ہو —— ! مَیں تو کبھی تمہاری راہ میں کھڑا نہیں ہوا —— تمہارے سُکھ دُکھ میں تو مَیں نے کبھی ہاتھ نہیں ڈالا!"
مایا نے کہا —— "تم نے مجھ پر کتنا اختیار و تصرف حاصل کر لیا ہے۔ یہ میں ایک دن تم سے کہہ چکی ہوں۔ لیکن تم نے یقین نہیں کیا تاہم آج پھر تمہارے مُنہ پھیر لینے پر بھی، وہی بات کہتی ہوں۔ تم نے مجھے پاؤں سے ٹھکرا کر دُور کر دیا ہے۔ تو بھی مَیں تمہارے پاؤں پکڑ کر کہتی ہوں کہ مَیں

تم کو"

بہاری نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا ــــــ "وہ بات اب نہ کہنا، زبان پر نہ لانا، اس پر یقین کرنے کا کوئی راستہ نہیں"

تایا نے کہا ــــــ "اس بات پر چھوٹے آدمی یقین نہیں کر سکتے، لیکن تم یقین کروگے۔ اسی لئے تم سے ذرا بیٹھنے کے لئے کہتی ہوں"

"میں یقین کروں یا نہ کروں، اس سے کیا فرق پڑتا ہے! تمہاری زندگی جس طرح بسر ہو رہی ہے، اسی طرح تو ہوگی!"

"میں جانتی ہوں کہ اس سے تمہارے دل پر کوئی اثر نہ ہوگا۔ میری قسمت ہی ایسی ہے کہ مجھے تم سے ہمیشہ دور ہی رہنا ہوگا۔ میں جانتی ہوں کہ مجھ سے تمہیں تھوڑی سی عقیدت پیدا ہوئی تھی۔ میں اسی کو اپنا واحد سہارا بنائے رکھوں گی۔ اسی لئے میری سب باتیں تمہیں سننا ہونگی۔ میں ہاتھ جوڑ کر کہتی ہوں، ذرا بیٹھ جاؤ"

"نہیں، اب میں جاتا ہوں" کہکر بہاری جانے لگا۔

تایا نے کہا ــــــ "تم جو سمجھ رہے ہو، وہ بات نہیں۔ اس گھر کو کوئی کلنک نہیں لگا۔ تم اس کمرے میں ایک دن سوئے تھے۔ اس لئے یہ کمرہ میں نے تمہارے ہی لئے وقف کر رکھا ہے۔ یہ پھول تمہاری پوجا کے ہیں۔ جو آج سوکھے پڑے ہیں۔ اسی کمرہ میں تمہیں بیٹھنا ہوگا"

یہ سن کر بہاری کا دل کھل اٹھا۔ وہ کمرے کے اندر گیا۔ تایا نے پلنگ دکھا دیا۔ بہاری جا کر پلنگ پر بیٹھ گیا۔ اور تایا اس کے پیروں کے پاس زمین پر بیٹھ گئی۔ بہاری گھبرا کر اٹھنے لگا۔ تایا نے کہا ــــــ تم بیٹھو، تمہیں میرے سر کی قسم اٹھنا نہیں۔ میں تمہارے پیروں کے پاس

بیٹھنے کے لائق تو نہیں، لیکن تمہیں ترس کھا کر یہ مقام مجھے دیا ہے۔ دُور رہنے پر بھی میں اس حق کو نہ چھوڑ سکونگی۔" قدرے خاموشی کے بعد بابا نے پوچھا ——— "کیا تم کھانا کھا چکے ہو؟"

"ہاں، اسٹیشن ہی سے کھا آیا تھا۔"

"میں نے جو خط تمہیں گاؤں سے لکھ کر بھیجا تھا۔ اُسے کھولکر جواب دیئے بغیر تم نے مہندر کے ہاتھوں کیوں واپس بھیج دیا تھا؟"

"وہ خط تو مجھے ملا ہی نہیں۔"

"اب کی بار کیا مہندر سے کلکتے میں تمہاری ملاقات ہوئی تھی؟"

"جس دن میں تمہیں تمہارے گاؤں پہنچا آیا ہوں، اس کے دوسرے ہی دن ملاقات ہوئی تھی۔ اس کے بعد ہی میں اِدھر مغرب کی طرف گھومنے چلا آیا۔ پھر ان سے ملاقات نہیں ہوئی۔"

"اس سے پہلے کیا اور کسی دن تم نے میرا کوئی خط پڑھ کر جواب دیئے بغیر مجھے واپس بھیجا تھا؟"

"نہیں ایسا کبھی نہیں ہوا۔"

بابا کچھ دیر خاموش رہ کر اور پھر لمبی سانس چھوڑ کر بولی

"سب سمجھ گئی۔ اب میں اپنی داستان کہتی ہوں۔ اگر یقین کرو گے تو میں اپنی خوش قسمتی سمجھونگی۔ اور یقین نہ کرو گے تو تمہیں الزام نہ دوں گی۔ میری بات پر یقین کرنا دشوار ہے۔"

بہاری کا دل بابا کے ان جذبات پرستش سے پگھل گیا۔ اس نے کہا۔ "تمہیں کچھ بھی نہ کہنا ہو گا۔ میں کچھ کہے بغیر ہی تم پر یقین کرتا ہوں میں تم سے نفرت نہیں کرتا۔ تم اب اس بارے میں ایک بات بھی نہ کہنا۔"

بابا کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ اُس نے بہاری کے قدموں کی خاک اپنی پیشانی سے لگا کر اپنی تمام داستان کہہ سُنائی۔ بہاری چُپ چاپ بیٹھا سُنتا رہا۔

تیسرے پہر کی حکومت آہستہ آہستہ ختم ہو رہی تھی کہ مہندر دروازے کے پاس آکر بہاری کو دیکھتے ہی چونک پڑا۔ ابھی بابا کی طرف سے جو بے پروائی پیدا ہوئی تھی وہ رشک و حسد کی آگ سے پگھلنے لگی۔ آج بہاری کو دیکھ کر مہندر پر یہ بات اچھی طرح واضح ہو گئی کہ وہ بابا کو چھوڑ تو سکتا ہے۔ لیکن کسی اور کو سونپ نہیں سکتا۔

مہندر نے بیکار و بیہودہ غصّے سے تیز لہجے میں بابا سے کہا

"تو اب سٹیج سے مہندر کی رخصت ہے اور بہاری کا داخلہ! منظر بڑا حسین ہے! تعریف میں تالی پیٹنے کو جی چاہتا ہے۔ لیکن اُمید کرتا ہوں کہ اس ڈرامے کا یہی آخری منظر ہو گا۔ اس کے بعد اور کچھ بھی اچھا نہیں لگے گا۔"

بابا کا چہرہ سُرخ ہو گیا اُسے مہندر کا آسرا لینے کے لئے مجبور ہونا پڑا ہے۔ اس لئے اس تحقیر کا جواب اُس کے پاس کچھ بھی نہیں اس نے مضطرب نگاہ سے بہاری کی طرف دیکھا۔

بہاری پلنگ پر سے اُٹھ کھڑا ہوا، اور آگے بڑھ کر بولا

"مہندر تم نیچ، بزدل انسانوں کی طرح بابا کی تحقیر نہ کرو۔ تمہاری شرافت اگر تمہیں منع نہ کرے تو تمہیں منع کرنے، روکنے کا حق مجھ کو ہے۔"

مہندر نے کہا "اس عرصے میں حق بھی طے ہو گیا؟ اچھا تو آج تمہارا نیا نام رکھا جائے "بابا بہاری!"

بہاری نے مہندر کا ہاتھ پکڑ کر کہا ــــــ "مہندر، میں مایا سے بیاہ کروں گا۔ تمہیں جتا دیا ہے تاکہ اب سنبھل کر، سوچ کر منہ سے بات نکالو!"

مہندر حیرت کے مارے سناٹے میں آ گیا۔ بیچ کی سانس بیچ اور اوپر کی اوپر رہ گئی۔ اُدھر مایا بھی چونک اُٹھی۔ اُس کا خون تیزی سے گردش کرنے لگا۔

بہاری نے مہندر سے کہا ــــــ "تمہیں ایک خبر اور دینا ہے تمہاری ماں بستر مرگ پر پڑی ہیں۔ اُن کے بچنے کی کوئی اُمید نہیں۔ میں آج رات ہی گاڑی سے واپس جا رہا ہوں۔ یہ (مایا) بھی میرے ہی ساتھ جائیں گی۔"

مایا نے چونک کر کہا ــــــ "کیا بُوا بیمار ہیں؟"

"ہاں، اچھی ہونے والی بیماری نہیں۔ کہا نہیں جا سکتا کہ کب کیا ہو جائے۔"

مہندر چُپ چاپ باہر چلا گیا۔

مایا نے بہاری سے کہا ــــــ "جو بات تم نے کہی۔ وہ تمہارے منہ سے کیسے نکلی؟ یہ کیا مذاق ہے؟"

"نہیں، میں نے سچ ہی کہا ہے۔ میں تم سے بیاہ کروں گا۔"

"اس گنہگار کو پار لگانے کے لئے؟"

"نہیں، میں تمہیں چاہتا ہوں ــــــ تم سے محبت کرتا ہوں۔ اسی لئے!"

"بس یہی میرے لئے کافی ہے۔ تم نے یہ جینا قبول کیا۔ اس سے زیادہ میں اور کچھ نہیں چاہتی۔ ملنے پر بھی وہ انعام نہیں رہیگا۔ کیونکہ دھرم اُسے

برداشت نہیں کر سکتا۔"

"کیوں برداشت نہیں کر سکتا؟"

"چھی، چھی، ایسی بات دل میں لاتے بھی شرم محسوس ہوتی ہے۔ میں بیوہ ہوں۔ بابا سارے سماج کے سامنے تمہیں رسوا کروں، اچھوت بنا دوں۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ یہ بات تم کبھی زبان پہ نہ لانا۔"

"تم مجھے چھوڑ دو گی؟"

"چھوڑ دینے کا حق مجھے نہیں ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ چھپ چھپا کر تم ہندوں کا بھلا کرتے ہو۔ اس لیے تم اپنے کسی ایسے ہی نیک کام کا کوئی حصہ مجھے سونپ دیتا ہیں اسی کو انجام دیکر خود کو تمہاری داسی سمجھوں گی۔ لیکن تم بیوہ سے بیاہ کروگے؟ تمہاری نیک طبعی سے سب کچھ ممکن ہے۔ لیکن میں اگر اسے منظور کر لوں، تم کو سماج سے نکلواؤں، تو اس زندگی میں پھر کبھی سر اونچا نہ کر سکوں گی۔"

"لیکن بابا، میں نہیں چاہتا ہوں۔ تم سے پیار کرتا ہوں۔"

"اسی محبت کے حق سے آج میں جرأت کے ساتھ اتنا کروں گی

یہ کہکر بابا نے زمین پر جھک کر بہاری کے پیر کا انگوٹھا چوم لیا اور پیروں کے پاس بیٹھ کر ہاتھ جوڑ کر بولی ——— "دیکھو، بھول نہ کرنا ——— مجھ سے بیاہ کر کے تم سکھی نہیں ہو سکتے۔ تمہارا فخر و غرور، تمہاری عظمت و نیکنامی چلی جائے گی۔ اور میں سب کچھ کھو بیٹھوں گی۔ میں دور رہ کر تمہارا کام کروں گی۔ تم خوش رہو، مسرور رہو!"

~~~~~~~~ (۵۳) ~~~~~~~~

مہندر اپنی ماں کے کمرے میں قدم رکھنے ہی والا تھا کہ آشا نے جلدی
~~~~~~~~

سے باہر نکل کر کہا ——— "ابھی وہاں نہ جانا۔"

مہندر نے کہا ——— "کیوں؟"

"ڈاکٹر نے کہا ہے کہ اچانک خوشی یا دُکھ کسی طرح کا دھکا لگنے سے خطرے کا اندیشہ ہے!"

"میں ذرا آہستہ آہستہ ان کے سرہانے کے پاس جاکر دیکھ آؤں، اُنہیں خبر نہ ہوگی۔"

"وہ معمولی سے کھٹکے پر بھی چونک اُٹھتی ہیں۔ تمہارے اندر جاتے ہی اُنہیں خبر ہو جائے گی۔"

"تو تم اس وقت کیا کرنا چاہتی ہو؟"

"پہلے بہاری بابو ایک بار آکر دیکھ جائیں۔ پھر وہ جو مشورہ دیں گے۔ وہی کروں گی ———"

بات پوری بھی نہ ہوئی تھی کہ بہاری آپہنچا۔ اُس نے آشا سے کہا "بہو، تم نے مجھے بُلا بھیجا ہے؟ ماں تو اچھی ہیں نا؟"

بہاری کے آنے سے جیسے آشا کو سہارا مل گیا۔ اُس نے کہا ———

——— "تمہارے جانے کے بعد سے ماں اور بھی مضطرب ہو گئی ہیں۔ وہ بار بار چونک اُٹھتی ہیں اور تمہیں یاد کرتی ہیں۔ آج انہوں نے تمہاری پسند کی چیزیں منگوائی ہیں اور سامنے تیار کروا کر تمہیں اپنے سامنے بٹھا کر کھلانا چاہتی ہیں۔"

بہاری کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور وہ کمرے میں داخل ہوا۔ مہندر حیرت میں ڈوبا ہوا باہر کھڑا رہا۔ بہاری کے اندر جاتے ہی لکشمی نے اشک آلود آنکھوں سے اس کی طرف دیکھا اور کہا ——— "بہاری، لوٹ آیا؟"

"ہاں، لوٹ آیا ہوں ماں جی۔"

"تیرا کام پورا ہو گیا؟"

"ہاں سب کام اچھی طرح ہو گیا ماں جی۔ اب مجھے کچھ فکر نہیں۔"

"آج بہو تمہارے لئے اپنے ہاتھ سے کھانا بنائے گی، میں یہاں سے بتاتی جاؤنگی۔ ڈاکٹر منع کرتے تھے۔ لیکن اب کاہے کے لئے منع کرتا ہے؟ میں کیا مرنے سے پہلے ایک بار تم لوگوں کو اپنے سامنے بٹھا کر کھلاؤں بھی نہ؟"

"ڈاکٹر کے منع کرنے کی تو کوئی وجہ نہیں آتی ماں، تم اپنے سامنے کھانا نہ بنواؤ گی تو کام کیسے چلے گا؟ مہندر بھیا تو بازار کی پوری کھاتے کھاتے تنگ آگئے ہیں، آج تمہارا بنوایا ہوا کھانا کھا کر اُن کا جی کھل اُٹھے گا۔ آج ہم دونوں بھائی پہلے کی طرح شرط لگا کر کھائیں گے۔ دیکھیں تمہاری بہو پروس سکتی ہے یا نہیں؟"

اگرچہ لکشمی سمجھ گئی تھی کہ بہاری، مہندر کو ساتھ لیتا آیا ہے۔ لیکن پھر بھی مہندر کا نام سنتے ہی اُس کے دل کی رفتار لمحہ بھر کے لئے جیسے رُک سی گئی سانس لینا بھی دشوار ہو گیا۔

اب بہاری نے کہا ——— "ماں، مہندر بھیا باہر ہی کھڑے ہیں، تمہارے بلائے بغیر وہ اندر نہ آسکیں گے۔"

لکشمی نے خاموشی سے دروازے کی طرف دیکھا۔ بہاری نے پکارا۔

"مہندر بھیا، آؤ!"

مہندر آہستہ آہستہ اندر گیا، بستر پر نگاہ پڑتے ہی مہندر جیسے چونک پڑا۔ جیسے کسی نے زور سے اُس کے مکا مار دیا۔ وہ ماں کے پاؤں پر سر رکھ کر دونوں ہاتھوں سے پاؤں پکڑ کر پڑا رہا۔ لکشمی کا تمام جسم گویا کانپ اٹھا۔ تھوڑی دیر کے بعد اَن پورنا نے کہا ——— "بہن، تم مہندر سے اٹھنے

کے لئے کہو ورنہ وہ اُٹھے گا نہیں۔"

لکشمی نے بڑی مشکل سے کہا ——— "مہندر، اُٹھ!"

مہندر کا نام لیتے ہی بہت دنوں کے بعد ان کی آنکھوں سے جھر جھر آنسو برسنے لگے۔ اِن آنسوؤں سے دل کا بوجھ ہلکا سا ہو گیا۔ مہندر نے بھرائی آواز میں کہا ——— "ماں، میں نے تمہیں بہت دُکھ دیئے مجھے معاف کر دو۔"

لکشمی نے کہا ——— "یہ نہ کہہ بیٹا، تجھے معاف کئے بغیر مجھ سے کب رہا جائے گا؟ بہو، بہو کہاں گئی؟"

آشا ساتھ کی کوٹھڑی میں دوا تیار کر رہی تھی۔ اَن پورنا اُسے بلا لائی لکشمی نے مہندر کو چارپائی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ مہندر کے بیٹھنے پر لکشمی نے اُسی کے پاس اشارہ کرتے آشا سے کہا ——— "بہو، یہاں تم بیٹھو! آج میں تم دونوں کو ملا کر ——— پاس بٹھا کر دیکھوں گی تو میرا سب دُکھ درد مِٹ جائے گا۔ بہو، تم مجھ سے شرم نہ کرو، اور مہندر سے بھی کوئی ناراضگی نہ رکھ کر یہاں بیٹھ جاؤ۔ میں دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی کر لوں۔"

آشا گھونگھٹ نکالے، شرماتی ہوئی آنکھوں سے آہستہ آہستہ قریب آئی اور دھڑکتے ہوئے دل سے مہندر کے پاس گئی۔ لکشمی نے آشا کا دایاں ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر مہندر کے ہاتھ میں دے دیا۔ اور کہا ——— "میں اپنی بہو کو تیرے ہاتھ میں سونپے جاتی ہوں۔ تو ایسی دیوی اور کہیں نہ پائے گا، منجھلی بہو، آؤ ان کو آشیرواد دو ——— !"

اَن پورنا کے سامنے کھڑے ہوتے ہی دونوں نے آنکھوں میں آنسو

بھر کر انہیں پرنام کیا۔ اَن پورنا نے دونوں کی پیشانی چوم کر کہا
—— "بھگوان تمہارا کلیان کریں"۔
لکشمی نے کہا —— "بہاری، آؤ بیٹا تم بھی میرے سامنے مہندر کو معاف کر دو"۔

بہاری اٹھ کر مہندر کے سامنے آیا۔ مہندر نے جلدی سے اٹھ کر بہاری کو گلے سے لگا لیا۔

لکشمی نے کہا —— "مہندر، میں تجھے یہی آشیرواد دیتی ہوں کہ بہاری بچپن سے جیسا تیرا دوست رہا ہے۔ ویسا ہی ہمیشہ رہے اس سے بڑھ کر تیرے لئے اور خوش قسمتی ہو نہیں سکتی"۔

رات کو اپنے سامنے آشا کے ہاتھ سے مہندر اور بہاری کو کھانا کھلانے کے بعد لکشمی نے مہندر سے کہا —— "مہندر، اب جا کر سو جاؤ"
مہندر نے کہا —— "ماں، ابھی سونے کا وقت نہیں ہوا"۔
وہ اب خدمت کرنا چاہتا تھا۔ لیکن لکشمی نے کہا —— "تو تھکا ہوا ہے، سو جا"۔

کھانا کھانے کے بعد آشا پنکھا ہاتھ میں لئے لکشمی کے سرہانے آ کر بیٹھنے لگی تو لکشمی نے آہستہ سے کہا —— "بہو، مہندر کا بستر ٹھیک ہوا یا نہیں، جا کر دیکھو، وہ اکیلا ہے"۔

آشا شرم کے مارے گڑ گئی اور جلدی سے کمرے سے نکل گئی۔ اب لکشمی کے پاس صرف بہاری اور اَن پورنا رہ گئے۔ لکشمی نے کہا
بہاری، تجھ سے ایک بات پوچھتی ہوں۔ تو بتا سکتا ہے۔ کر پایا کا کیا ہوا؟ وہ اس وقت کہاں ہے؟"

بہاری نے کہا —— "بابا کلکتے ہی میں ہے ؟"

لکشمی نے ایک نظر بہاری کی طرف دیکھ کر گویا ایک سوال کیا۔ بہاری نے کہا —— "بابا کے لئے تم کوئی فکر نہ کرو ماں۔"

لکشمی نے کہا —— "اس نے مجھے بہت دُکھ دیا ہے۔ بہاری! خوبیاں اور بُرائیاں سب ہی میں ہیں، لیکن اُسے مجھ سے بہت محبت تھی، وُہ مجھے چاہتی تھی جیسی خدمت وہ کرتی تھی۔ اور کوئی کسی طرح نہیں کر سکتا۔"

بہاری نے کہا —— "تمہاری خدمت کے لئے وہ اب بھی چھٹپٹا رہی ہے۔"

لکشمی نے طویل سانس لیکر کہا —— "مہندر وغیرہ تو سب سونے کے لئے چلے گئے ہیں۔ رات کو ایک بار اُسے یہاں لے آنے میں کوئی ہرج ہے ؟"

"ماں، وہ تو اسی گھر میں باہر چھپی بیٹھی ہے۔ میں نے اُسے بہت کہا، لیکن آج ایک دن گزر گیا۔ اُس نے ایک بوند پانی بھی نہیں پیا۔ اُس نے عہد کیا ہے۔ کہ جب تک تم بُلا کر اُسے معاف نہ کرو گی۔ وہ پانی بھی نہ پئے گی۔"

"دن بھر سے بھوکی پیاسی بیٹھی ہے؟ اُف، اُسے بلاؤ، جلد بُلاؤ!"

بابا آہستہ آہستہ کمرے میں آئی۔ اُسے دیکھتے ہی لکشمی بولی ——

"چھی چھی، بہو تم نے یہ کیا کیا؟ آج دن بھر سے بھوکی پیاسی بیٹھی ہو؟ جاؤ، جاؤ، پہلے کھانا کھالو پھر گفتگو ہوگی۔"

بابا نے لکشمی کے پاؤں کی خاک پیشانی پر لگا کر پرنام کیا اور کہا ——

"پہلے تم اس پاپن کو معاف کر دو تو ماجی، پھر میں کھاؤں پیوؤں گی۔"

لکشمی نے کہا —— "معاف کیا بیٹی، معاف کیا۔ مجھے اب کسی پر

غصہ نہیں۔ اور پھر بابا کا دایاں ہاتھ پکڑ کر کہا — ”بہو، تجھ سے کسی کا بُرا نہ ہو اور تو بھی اچھی طرح رہے۔“

بابا نے کہا — ”تمہارا آشیرواد جھوٹا نہ ہو گا بُوا جی۔ میں تمہارے پاؤں چھو کر کہتی ہوں۔ مجھ سے اس گھر کی کبھی کوئی بُرائی نہ ہو گی۔“

اس کے بعد اِت پورنا کو بھی پرنام کر کے وہ کھانا کھانے چلی گئی۔ جب وہ کھانا کھا کر آئی۔ تو لکشمی نے اس کی طرف دیکھ کر کہا — ”بہو، اب تم جاؤ گی؟“

بابا نے کہا — ”بُوا جی، میں تمہاری خدمت کروں گی، ایشور گواہ ہیں، مجھ سے تم کسی بُرائی یا گڑبڑ کا اندیشہ نہ کرنا۔“

لکشمی نے بہاری کی طرف دیکھا۔ بہاری نے کہا — ”بڑی بہو کو رہنے دو ماں، کوئی ہرج نہیں۔“

اُدھر آشا رات بھر لکشمی کے کمرے میں نہیں آسکی۔ اس شرم سے بہت جلد، مُنہ اندھیرے اُٹھی۔ مہندر کو پلنگ پر سوتے ہی چھوڑ کر ہی، جلدی سے ہاتھ مُنہ دھو اور کپڑے بدل کر لکشمی کے کمرے میں آئی۔ اس وقت بھی کچھ کچھ اندھیرا تھا۔ لکشمی کے دروازے پر آ کر اُس نے جو کچھ دیکھا۔ اُس سے وہ حیران و ششدر سی رہ گئی۔ اُس نے سوچا۔ میں خواب تو نہیں دیکھ رہی!

بابا ایک سپرٹ لیمپ پر پانی گرم کر رہی تھی۔ بہاری رات بھر نہیں سویا، اس کے لئے چائے بن رہی تھی۔

آشا کو دیکھ کر بابا اُٹھ کھڑی ہوئی، بولی، آج میں اپنے سارے جرم اور قصور لیکر تمہاری پناہ میں آئی ہوں۔ مجھے اور تو کوئی یہاں سے نکال نہیں

سکنا۔ لیکن اگر تم کہوگی ——— جاؤ! تو مجھے ابھی چلے جانا پڑے گا۔"

آشا کچھ جواب نہ دے سکی۔ اُس کا دِل یہ کہتا ہے، یہ بھی جیسے وہ اچھی طرح سمجھ نہیں سکی۔ بابا نے کہا ——— "تم مجھے کبھی معاف نہیں کر سکوگی۔ اور یہ کوشش بھی تُم نہ کرنا۔ لیکن اب مجھ سے ڈرنا نہیں۔ جب تک بڑا جی بیمار ہیں۔ مجھے اُن کی خدمت کرنے دو۔ پھر مَیں چلی جاؤنگی۔"

آشا اپنے دِل کے بوجھ سے دبی ہوئی لکشمی کے کمرے میں گئی۔ اور انتہائی ندامت سے بولی ——— "موسی، تم رات بھر بیٹھی ہو۔ اب جاکر ذرا سوجاؤ۔"

اَن پورنا نے آشا کے چہرے کی طرف ایک بار اچھی طرح دیکھا۔ اس کے بعد وہ سونے کی بجائے آشا کو اپنے کمرے میں لے گئی اور بولی ——— ——— چُنّی، اگر سُکھ سے رہنا چاہتی ہے۔ تو اب تو ان سب باتوں کو دل سے نکال دے۔ دوسرے کو قصوروار ٹھہرانے میں جتنا سُکھ ہے، اُس سے کہیں زیادہ دُکھ اس قصور کو دِل میں بنائے رکھنے میں ہے۔"

آشا نے کہا ——— "موسی میں دِل میں کچھ نہیں رکھنا چاہتی، میں تو بھول جانا چاہتی ہوں۔ لیکن میرا دل نہیں بھولتا۔"

اَن پورنا نے کہا ——— "تو نے ٹھیک کہا بیٹی ——— نصیحت کرنا آسان ہے۔ لیکن اس پر عمل کرنا دشوار ہے۔ تاہم میں تجھے ایک طریقہ بتائے دیتی ہوں۔ تجھے کم از کم ظاہری برتاؤ سے یہ دکھانا ہوگا۔ کہ تو سب بھول گئی ہے۔ اس طرح تو دِل سے بھی بھول سکے گی۔ یہ بات یاد رکھنا چُنّی، اگر تُو نہ بھولے گی تو دوسرے کو یاد کرائے رکھے گی۔"

آشا نے سر جھکائے ہوئے آہستہ سے کہا ——— "بتاؤ، مجھے

کیا کرنا ہوگا؟"

ان پورنا نے کہا —— "بابا اس وقت بہاری کے لیے چائے تیار کر رہی ہے۔ تو دودھ، چینی، پیالی سب کچھ لے جا اور اس کے ساتھ مل کر کام کر۔"

آشا پیالے اور دودھ وغیرہ لے کر پہنچی اور کہا —— "کیا پانی گرم ہو گیا؟ میں چائے کے لیے دودھ لائی ہوں۔"

بابا نے حیران ہو کر آشا کے چہرے کی طرف دیکھا اور کہا ——
"بہاری بابو برآمدے میں بیٹھے ہیں، تم چائے ان کے پاس بھیج دو۔ میں اتنے میں بوا جی کے منہ دھونے کا بندوبست کر رکھوں، معلوم ہوتا ہے وہ اب اٹھنے ہی والی ہیں۔"

بات پوری نہ ہونے پائی تھی کہ مہندر آ گیا۔ آشا کے دل میں جیسے کسی نے زور سے دھکا مار دیا ہو، لیکن اس نے خود کو سنبھال کر فطری انداز میں کہا "تم اتنے سویرے اٹھ آئے؟ کمرے میں روشنی ہونے سے تمہاری نیند نہ اچٹ جائے، اس اندیشے سے میں سب دروازے اور کھڑکیاں بند کر آئی تھی۔"

بابا کے سامنے ہی آشا کو اس طرح بے جھجک اپنے سے بات چیت کرتے دیکھ کر مہندر کے دل پر سے گویا بڑا بھاری بوجھ اتر گیا۔ اس نے کہا —— ماں کی طبیعت معلوم کرنے آیا تھا۔ کیا ابھی تک سو رہی ہیں؟"

"ہاں وہ سو رہی ہیں۔"

مہندر نے ان پورنا کے پاس جا کر کہا —— "چچی، میں جب دھول میں لت پت ہو گیا ہوں، یہ کبھی جھڑ سکتی ہے؟"

اَنّ پورنا نے کہا ——— "ہاں بیٹا، تیرے ایک بار جھاڑنے ہی سے جھڑ جائے گی۔ مہندر، یہ ایک طرح سے اچھا ہی ہوا۔ تجھے اپنے اچھے پن کا غرور تھا۔ اور اپنے آپ پر حد سے زیادہ بھروسہ تھا۔ اس پاپ کی آندھی میں تیرا وہ غرور ہی چُور ہوا ہے۔ اور کوئی نقصان نہیں ہوا۔"

مہندر نے کہا ——— "چچی، اَب مَیں تمہارا دامن نہ چھوڑوں گا۔ تمہارے جانے ہی سے میری بُری حالت ہوئی ہے۔"

اَنّ پورنا نے کہا ——— "جو کچھ ہونا تھا وہ ہو گیا، اب تجھے میری ضرورت نہیں پڑے گی۔"

دروازے پر کسی نے پُکارا ——— "چچی، کیا پوجا کرنے بیٹھی ہو؟"

اَنّ پورنا نے کہا ——— "نہیں ——— آؤ۔"

بہاری اندر آیا۔ مہندر کو اِتنے سویرے بیدار دیکھ کر کہا ——— "مہندر بھیا! اپنی زندگی میں شاید تم نے آج پہلی بار طلوعِ آفتاب کا منظر دیکھا ہے!"

مہندر نے کہا ——— "ہاں بہاری، واقعی یہ میری زندگی میں طلوعِ آفتاب کا پہلا منظر ہے۔ معلوم ہوتا ہے، تمہیں چچی سے کچھ مشورہ کرنا ہے ——— اچھا تو مَیں جاتا ہوں۔"

بہاری نے کہا ——— "نہیں، تم بھی کیبنٹ کے منسٹر بنا لئے گئے ہو۔ تم سے تو مَیں نے کبھی کچھ چھپایا نہیں۔ اگر تمہیں کچھ اعتراض نہ ہو تو آج بھی کچھ نہیں چھپاؤں گا۔"

مہندر نے کہا ——— "مجھے اعتراض ہو گا! تو شاید اب مَیں

تم پر کچھ دعوے نہیں رکھ سکتا۔"

بہاری کی زبان جیسے کسی نے پکڑ لی۔ تاہم اُس نے جرأت کر کے کہا "میں بابا سے بیاہ کروں گا ——— اس طرح کی ایک بات اُٹھی تھی۔ اسی کے متعلق پچی سے بات چیت کر کے فیصلہ کرنے آیا ہوں۔"

انّ پورنا نے متحیر ہو کر کہا ——— "یہ کیا بہاری؟"

مہندر نے کہا ——— "بہاری اس بیاہ کی کوئی ضرورت نہیں۔"

انّ پورنا نے کہا ——— "اس تجویز میں کیا بابا بھی شامل ہے؟"

بہاری نے کہا ——— "بالکل نہیں۔"

انّ پورنا نے کہا ——— "کیا وہ اس کے لئے رضامند ہے؟"

مہندر کہہ اُٹھا ——— "وہ رضامند کیوں نہ ہوگی پچی؟ میں جانتا ہوں۔ اُسے بہاری سے محبت اور عقیدت ہے۔ وہ اپنے آسرے کو کس طرح چھوڑ سکتی ہے؟"

بہاری نے کہا ——— "مہندر بھیا! میں نے بابا کے سامنے بیاہ کی تجویز پیش کی تھی۔ لیکن اُس نے نامنظور کر دی۔"

یہ سن کر مہندر خاموش رہ گیا!

(۵۳)

بھلے بُرے کر کے کسی طرح لکشمی کے دو تین دن گزر گئے۔ ایک دن صبح کے وقت اُس کے چہرے پر مسرت اور شگفتگی جھلکنے لگی ——— اُس کی ساری تکلیف کم ہو گئی۔ اُسی دن اُس نے مہندر کو بُلا کر کہا ——— "اب میرے پاس زیادہ دن نہیں ——— لیکن میں اطمینان

ے مردنگی مہندر، مجھے کوئی دُکھ نہیں ہے۔ تُو جب چھوٹا سا تھا اُس وقت تیری وجہ سے جو مسرت اور راحت حاصل تھی۔ اُسی سے میرا دل لبریز ہے ہے۔ تو میری گود کا بچہ ہے۔ میری چھاتی کی دولت ہے۔ تیری الائیں بلائیں لے کر میں چلی جاتی ہوں۔ یہی میرے لئے بڑی مسرت، بڑا سکھ ہے۔" یہ کہتے کہتے لکشمی مہندر کے چہرے اور بدن پر ہاتھ پھیرنے لگی۔ مہندر کے آنسو بندھ توڑ کر اُمڈنے لگے۔

لکشمی نے کہا ـــــ "رونا نہیں مہندر، لکشمی ایسی بہو میں تیرے پاس چھوڑے جاتی ہوں۔ بہو کو میری چابی دے دینا۔ میں نے گرہستی کا سب سامان جمع کر رکھا ہے۔ تمہیں کسی چیز کے لئے پریشان نہ ہونا پڑے گا۔ ایک بات میں اور کہے جاتی ہوں مہندر

میرے مرنے سے پہلے کسی کو نہ بتانا۔ میرے بکس میں دو ہزار روپے کے نوٹ ہیں۔ وہ میں آپا کو دیتی ہوں۔ وہ بیوہ ہے، اکیلی ہے۔ اس روپے کے سود سے اس کی گزر اوقات اچھی طرح ہو جائے گی لیکن مہندر، اُسے اپنے گھر میں نہ رکھنا، یہ میری آخری نصیحت ہے۔"

اس کے بعد لکشمی نے بہاری کو بلا کر کہا ـــــ "بیٹا بہاری، مہندر کہتا تھا کہ تُو نے غریب شرفا کے علاج کے لئے ایک باغ لیا ہے۔ بھگوان تمہیں لمبی عمر عطا کر کے غریبوں کو فائدہ پہنچائے۔ میرے بیاہ کے وقت سسر جی نے ایک گاؤں مجھے دیا تھا۔ وہ گاؤں میں تجھ کو دیتی ہوں۔ اس کی آمدنی اپنے نیک کام میں لگانا۔ اس سے میرے سسر جی کو (ثواب پہنچے گا) ہو گا اور ان کی آتما کو شانتی ملے گی۔"

لکشمی کے انتقال کے بعد اُن کا کریا کرم ہو جانے پر مہندر نے کہا

"بھائی بہاری، میں ڈاکٹری جانتا ہوں ——— تم نے جو کام شروع کیا ہے اُس میں مجھے بھی ساتھی بنا لو۔ اور چینی جیسی اچھی گھر سنبھالنے والی ہو گئی ہے، اُسے دیکھ کر مجھے امید رہتی ہے کہ وہ بھی تمہاری بہت کچھ مدد کر سکے گی۔ ہم سب اسی جگہ رہیں گے۔"

بہاری نے کہا ——— "بھیا، اچھی طرح سوچ سمجھ لو۔ یہ کام کیا تمہیں ہمیشہ اچھا لگے گا؟ ہنگامی جوش میں ایک مستقل بوجھ اپنے اوپر نہ لے بیٹھنا۔"

مہندر نے کہا ——— "بہاری، تم بھی سوچ کر دیکھو، میں نے اپنی زندگی کو جیسے سانچے میں ڈھالا ہے۔ اُسے بیکاری اور کاہلی سے بسر کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں۔ کام کاج کی رسی سے اگر اُسے گھسیٹتا ہوا نہ لے چلوں گا۔ تو آخر ایک دن وہی مجھے گھسیٹ کر کاہلی اور آفت کے گڑھے میں گرا دے گا۔ تمہیں اپنے کام میں مجھے بھی جگہ دینا ہوگی۔"

آخر یہ بات طے ہو گئی!

اَن پورنا اور بہاری بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ اُن دونوں کے ایک دوسرے سے رخصت چاہنے کا وقت قریب آگیا تھا۔ اِتنے میں مایا نے دروازے کے پاس آ کر کہا ——— "چاچی، کیا میں یہاں ذرا بیٹھ سکتی ہوں؟"

اَن پورنا نے کہا ——— "آؤ، آؤ، بیٹی، بیٹھو!"

مایا سے دو چار باتیں کر کے اَن پورنا بستر اُٹھانے کے بہانے برآمدے میں چلی گئی۔ مایا نے بہاری سے کہا ——— "اس وقت تم مجھ سے کیا کرنے کے لئے کہتے ہو؟ ——— بتاؤ!"

"تم ہی کہو، تم کیا کرنا چاہتی ہو؟"

"سُنا ہے کہ تم نے غریبوں کے علاج کے لیے گنگا کے کنارے ایک ایسا باغ لیا ہے ——— میں وہاں تمہارا کوئی نہ کوئی کام کروں گی۔ کچھ نہ ہوگا تو رسوئی ہی کا کام کروں گی۔"

میں نے بہت سوچا ہے۔ طرح طرح کے ہنگاموں سے ہماری زندگی کے جال میں بہت سی گتھیاں پڑ گئی ہیں۔ اب خلوت میں بیٹھے بیٹھے انہیں میں سے ایک ایک گتھی کو سُلجھانے کا وقت آگیا ہے پہلے سب صاف کر لینا ہوگا۔ اس وقت دِل جو چاہتا ہے، اُسے ماننے کی ہمت نہیں پڑتی۔ اَب تک جو کچھ ہوا ہے۔ جو کچھ ہم نے برداشت کیا ہے۔ اس کے سارے پیچوں کو، سارے طوفانوں کو، سارے ہنگاموں کو سکون کی نیند سُلائے بغیر ہم زندگی کے انجام کے لئے تیار نہ ہو سکیں گے اگر ہمارا گزرا ہوا سارا وقت موافق ہوتا تو دُنیا میں صرف تمہارے ہی ذریعے میری زندگی مکمل ہو سکتی، لیکن اب مجھے تم سے جُدا ہونا ہی پڑیگا۔ اب سُکھ کے لئے، راحت و آرام کے لئے کوشش کرنا بیکار ہے۔ اس وقت صرف آہستہ آہستہ، زندگی کے ٹوٹے پھوٹے حصوں کی مرمت کرنی ہوگی۔"

اُسی وقت اَنّ پورنا کے اندر آتے ہی مایا نے کہا ——— "ماں نہیں مجھ کو اپنے چرنوں میں جگہ دینی ہوگی۔ پاپن (گنہگار) ہونے کے عِوض مجھے دُور نہ دھکیل دینا۔"

اَنّ پورنا نے کہا ——— "بیٹی چلو، میرے ہی ساتھ چلو۔"

جس دِن اَنّ پورنا کے ساتھ مایا کاشی جانے والی تھی۔ اُسی دِن بہاری

نے موقعہ پاکر اُس سے مُلاقات کی، کہا ـــــــ "بابا، تمہاری کوئی نشانی میں اپنے پاس رکھنا چاہتا ہوں۔"

بابا نے کہا ـــــــ "میرے پاس ایسا کیا ہے، جسے تم نشانی کے طور پر اپنے پاس رکھ سکو گے؟"

بہاری نے شرم اور حجاب کے ساتھ کہا "انگریزوں میں ایک رسم ہے کہ وہ اپنے محبوب کے کچھ بال کاٹ کر یادگار کے طور پر اپنے پاس رکھ لیتے ہیں۔ اگر تم"

بابا نے کہا ـــــــ "چھی، چھی، کیسی بری بات ہے! میرے بال لے کر کیا کرو گے! اس گندی مُردہ چیز کو میں ایسی نہیں سمجھتی کہ تمہیں دے سکوں۔ میں ابھاگن تمہارے کام میں ہاتھ نہ بٹا سکوں گی۔ اس لئے میں تم کو ایک ایسی چیز دینا چاہتی ہوں، جو میری جگہ تمہارا کام کرے گی ـــــــ بتاؤ، تم قبول کرو گے؟"

بہاری نے کہا ـــــــ "ہاں، کیوں نہ قبول کرونگا!"

بابا نے اپنے آنچل سے دو ہزار کے دو نوٹ کھول کر بہاری کے ہاتھ پر رکھ دیئے۔ بہاری چپ چاپ بابا کے چہرے کی طرف دیکھتا رہ گیا تھوڑی دیر کے بعد اُس نے کہا ـــــــ "میں کیا تمہیں کچھ بھی نہ دے سکوں گا؟"

بابا نے ـــــــ "تمہاری نشانی میرے پاس پہلے ہی سے ہے۔ وہ میرے جسم کا گہنا ہے، زینت ہے۔ اُسے کوئی چھین نہیں سکے گا۔ مجھے اور کچھ بھی درکار نہیں!"

یہ کہہ کر اُس نے مہندر کے ہاتھ کی چٹکی کا نشان دکھا دیا ـــــــ!

بہاری کو بڑی حیرت ہوئی۔ مایا نے کہا ——— "تم نہیں جانتے یہ تمہاری ہی دی ہوئی نشانی ہے ——— اور یہ نشانی، یہ چوٹ تمہارے ہی شایاں ہے۔ اسے اس وقت تم بھی واپس نہیں لے سکتے!"

موہن کے سمجھانے پر بھی آشا مایا کی طرف سے اپنے دل کو صاف نہ کر سکی۔ لکشمی کی دیکھ بھال میں دونوں نے ایک ساتھ کام کیا۔ لیکن آشا نے جب بھی مایا کو دیکھا، اُس کے دل کو دُکھ پہنچا ——— مُنہ سے آسانی سے بات نہیں نکلی اور ہنسنے کی کوشش میں اُسے دقت محسوس ہوئی۔ لیکن آج جب مایا کی رخصت کا وقت ہوا۔ موہن کے دوبارہ گھر چھوڑ کر کاشی جانے سے اس کا دل آنسوؤں سے پگھل گیا۔ تو اُس کے ساتھ ہی اُسے مایا سے بھی ہمدردی پیدا ہو گئی۔ پُرانی محبت پھر تازہ ہو گئی، سارا غصہ، ساری ناراضگی مٹ گئی۔ ایسے سنگدل لوگ بہت کم ہوں گے۔ جو اس کو بھی معاف نہیں کر سکتے جو ایک دم گھر چھوڑ کر دُور چلا جا رہا ہے

آشا جانتی تھی کہ مایا مہندر کو چاہتی ہے۔ مہندر کو کیوں نہ چاہے گی؟ آشا اپنے ہی دل سے اس بات کو اچھی طرح جانتی تھی۔ کہ مہندر کو چاہنا کیسا ضروری اور غیر اختیاری ہے، اپنی محبت کے درد کے احساس سے آج اُسے مایا سے بڑی ہمدردی ہو گئی۔ مایا ہمیشہ کے لئے مہندر کو چھوڑ کر جا رہی ہے، یہ اُتنا ناقابلِ برداشت دُکھ ہے آشا اپنے بڑے سے بڑے دشمن کے لئے بھی اس کا تصور نہیں کر سکتی سوچ کر آشا کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ کسی وقت اس نے مایا محبت نگاہ سے دیکھا تھا۔ وہی محبت اس کے دل میں پیدا ہو گئی۔ اُس نے آہستہ آہستہ مایا کے پاس آ کر بڑی ہمدردی، بڑی محبت کے ساتھ نرم لہجے میں کہا۔

"بہن، تم جا رہی ہو؟"

مایا نے آشا کی ٹھوڑی پکڑ کر کہا ـــــ "ہاں بہن، میرے جانے کا وقت آ گیا۔ کبھی تم نے مجھے پیار کیا تھا۔ مجھ سے محبت کی تھی اس وقت عیش و راحت کے دنوں میں اُس محبت کا کچھ حصہ میرے لئے رکھنا، اور سب کچھ بھول جانا!"

مہندر نے آگے بڑھ کر پرنام کر کے کہا ـــــ "بڑی بہو، معاف کرنا" یہ کہتے کہتے مہندر کی آنکھوں سے دو آنسو گر پڑے۔

مایا نے کہا ـــــ "تم بھی معاف کرنا مہندر بابو، بھگوان تم لوگوں کو ہمیشہ مسرور رکھے!"

تمام شد